عقیدۃ الامت فی معنی ختم النبوت

ڈاکٹر علامہ خالد محمود
ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

دار المعارف
الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

عقیدۃ الامۃ
فی معنی
ختم النبوۃ

حضرۃ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو عہدہ نبوت نہ ملے گا نہ مستقل
نہ آپ کی ماتحتی میں اور پچھلے نبیوں میں سے جو آئے تو وہ آپ کی شریعت کا
تابع ہو امتِ مسلمہ نے اسی کو عقیدۂ ختم نبوۃ مانا ہے جو اس کا انکار کرے
وہ مسلمانوں میں سے نہیں

مع تصدیقات

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ — حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانیؒ
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ — حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ
مجدد مائۃ دہم حضرت ملا علی قاریؒ — شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربیؒ

تالیف

ڈاکٹر علامہ خالد محمود
ڈائرکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

دار المعارف
الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

نام کتاب	عقیدۃ الامۃ
مؤلف	ڈاکٹر علامہ خالد محمود مدظلہ
خوشنویس	محمد حفیظ الحق صدیقی خانپوری
سال اشاعت	۱۹۹۵ء
صفحات	۲۲۰
قیمت پاکستان	۱۴۰ روپے
قیمت انگلینڈ	۲ پونڈ

ملنے کا پتہ

بنگلہ دیش : مولانا احمد اللہ الجامعۃ الاسلامیہ پٹیہ چٹاگانگ

انگلینڈ : اسلامک اکیڈمی مانچسٹر ۱۱۲۵—۲۴۳—۶۱

پاکستان : دارالمعارف ۳/۱ دیو سماج روڈ لاہور

۷۲۲—۹۲۱۲

فہرست

تعارف

مقدمہ

مرزا غلام احمد کا تعارف

عقیدۃ الامۃ

احادیث اور ختم نبوت

معنی ختم نبوت پر صحابہؓ کی نو شہادتیں

عقیدۂ ختم نبوت کی قطعیت

عقیدہ ختم نبوت میں نئی راہ
چند بزرگان دین پر افترا

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عقیدہ ختم نبوۃ

ملا علی قاری کا عقیدہ ختم نبوت

حضرت مجدد الف ثانی کا عقیدہ ختم نبوۃ

حضرت مولانا رُوم کا عقیدہ ختم نبوت

الشیخ الاکبر ابن عربی کا عقیدہ ختم نبوت

ضمیمہ اولیٰ

ضمیمہ ثانیہ

پیش لفظ اشاعتِ پنجم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد :

اب ہم ۱۹۹۲ء سے گزر رہے ہیں۔ آج سے چالیس سال پہلے ۱۹۵۲ء میں یہ کتاب امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ اور حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی فرمائش پر لکھی گئی تھی اور اس وقت تصور بھی نہ کیا جا سکتا تھا کہ اس کتاب کے چوتھے ایڈیشن کے وقت نہ صرف یہ کہ کوئی قادیانی مرکزی یا کسی صوبائی اسمبلی کا ممبر نہ ہوگا بلکہ قادیانی بمع اپنے لاہوری گروپ کے پاکستان بلکہ پورے عالم اسلام میں ایک غیر مسلم اقلیت قرار پا چکے ہوں گے۔ وللہ الحمد والمنّۃ والیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔

۱۹۵۲ء میں یہ کتاب مجلس عمل آل پارٹیز کی طرف سے پہلی بار شائع ہوئی۔ اس وقت اس کے بعض مندرجات پر مجلس عمل سیالکوٹ کے ایک رکن طالب علی شاہ صاحب نے کچھ اعتراضات کیے تھے۔ اس لیے اس کے اگلے دو ایڈیشن حفظ معارف اسلامیہ ۱۴۔ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور سے شائع کیے گئے۔ چوتھا ایڈیشن مکتبہ ختم نبوت لاہور سے شائع ہوا اور اب یہ پانچواں ایڈیشن اسلامک اکیڈمی مانچسٹر سے شائع کیا جا رہا ہے۔ پاکستان میں یہ دار المعارف جامعہ ملیہ اسلامیہ جامع مسجد ختم نبوت سے مل سکے گا۔

مؤلف

ختم نبوت پر علمائے اسلام کی خدمات

یُوں تو علمائے اسلام نے تاریخ کے ہر دور میں مسئلہ ختم نبوت کو نہایت واضح اور مبرہن صورت میں پیش کیا ہے لیکن اسے ایک مستقل موضوع بنا کر اس پر کتابیں لکھی جائیں یہ صُورت مرزا غلام احمد کی زندگی میں پیش نہیں آئی۔ اس کی وجہ مرزا غلام احمد کی اپنے دعووں میں مختلف قلابازیاں تھیں پہلا شخص جس نے کھل کر مسلمانوں کے اس متفقہ عقیدہ ختم نبوت سے برأت کی وہ مرزا بشیرالدین محمود ہے اس نے حقیقۃ النبوۃ میں اور اس کے بھائی بشیر احمد نے کلمۃ الفصل میں کھُل کر حضورؐ کی ختم نبوت زمانی کا انکار کیا ہے۔ اس پر علمائے اسلام اس موقف پر آئے کہ اب اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی جائیں۔

سب سے پہلی کتاب اس موضوع پر حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے فارسی میں لکھی، اس کا نام خاتم النبیین ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ دوسری کتاب دیوبند کے مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ہدیۃ المہدیین کے نام سے عربی زبان میں لکھی۔ پھر حضرت مفتی صاحبؒ نے اردو میں بھی ختم نبوت کامل کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی جس کے تین حصے ہیں ختم نبوت فی القرآن، ختم نبوت فی الحدیث اور ختم نبوت فی الآثار ---- اللہ رب العزت نے اس کتاب کو عظیم قبولیت عطا فرمائی ہے۔

مسئلہ ختم نبوت پر یہ کتابیں نہایت جامع اور مفید کتابیں ہیں لیکن امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری دامت برکاتہم کا تقاضا ہے کہ قادیانیت کو سامنے رکھ کر مناظرانہ نقطۂ نظر سے اس پر ایک جامع کتاب لکھی جائے جو مدارسِ عربیہ کے طلبہ کو اس عصری فتنے سے نبٹنے کے لیے سبقاً پڑھائی جا سکے۔ حضرت کے تعمیلِ ارشاد میں یہ پیش کش ہدیہ ناظرین ہے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

مؤلف

وحیِ محمدی کے لافانی اثرات

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

وحی اپنے افرادِ حاشیہ کو ایک مرکز پر جمع کرتی ہے

تاریخ میں نبوت کی یہ اساسی حیثیت ہمیشہ سے مسلّم رہی ہے کہ وحی اپنے ماننے والوں کو اپنے مرکز پر جمع کرتی ہے ـــــ پھر اس آخری دور میں ختم نبوت کا مسئلہ اسلام کا وہ بنیادی مسئلہ ہے جس پر ہماری ملت کا مدار ہے۔ ہماری قومی سالمیت اور ملّی وحدت جس ایک نقطہ پر مرتکز ہوتی ہے وہ سرورِ کائنات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے اور ہمارے جملہ اصول وفروع اسی ایک چشمہ حیات سے مستفیض اور اسی ایک شمعِ ہدایت سے مستنیر ہیں۔ حضورؐ ختمی مرتبتؐ کے بعد کسی نئے نبی کی پیدائش خواہ وہ ماتحت نبی کے نام سے ہی کیوں نہ ہو ملت کے ٹکڑے تو کر سکتی ہے مگر ہماری عملی عزمیات کو کوئی نسخہ شفا نہیں بخش سکتی ہے۔ ایسی ماتحت اقلیتیں کسی ایک کثرت میں مدغم بھی ہو جائیں تو ان کا دامنِ وفا اس اپنی پہلی اجتماعیت ہی سے وابستہ رہتا ہے اور تجربات کی دنیا اس پر ایک قوی گواہ ہے۔ اندریں صورت اس مسئلہ کی سیاسی اہمیت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور علامہ اقبال جیسے مفکرین کے بیانات اس پر شاہد عادل ہیں۔

○

انسانی آزادی پر آیندہ پابندی نہ آنے کی ضمانت

انسان فطرۃً آزاد پیدا ہوا ہے۔ اگر اسے یہاں کلی طور پر آزاد چھوڑا جائے تو دیگر شرکاء جنس اور افرادِ معاشرہ اس سے بُری طرح مجروح ہوں گے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ ایک دن مرنا ہے۔ سو اگر کسی معاشرے کا یقین ہو کہ مرنے کے بعد ایک اور زندگی ہے جہاں وہ فصل کاٹی جائے گی جو

تم یہاں ہو رہے ہو۔ تو اس فکر سے انسان کچھ پابندیوں کی ضرورت محسوس کرے گا جو افراد معاشرہ کو باہمی تصادم سے بچا لیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے وحی کی لائن تجویز کی جو انسان پر بطور خلیفہ کچھ پابندیاں عائد کرتی ہے اور ان سے معاشرے میں ایک توازن قائم ہوتا ہے۔

بنی نوع انسان پر مختلف دوروں میں مختلف قسم کی پابندیاں لگتی رہیں اور انسان ایک نظام میں آنے کی خاطر ان کو برداشت کرتا رہا۔ یہ پابندیاں لگانے والے اپنے اپنے وقت کے انبیاء بھی رہے، کچھ غلط پیشوا بھی رہے۔ اچھے حکمران بھی رہے اور ظالم حکمران بھی۔۔۔ اور انسان ان سب پابندیوں کو سہتا رہا اور جدھر دریا کا رُخ رہا بہتا رہا۔

وحی انسانی آزادی پر جو پابندیاں عائد کرے وہ انسان پر ظلم نہیں معاشرے کو برقرار رکھنے کے لیے ہیں۔ خاتم النبیین کے آنے پر قوموں کو ضمانت ملی کہ اعتدال اور فطرت کی راہ سے جو پابندیاں تم پر لگنی تھیں لگ چکیں۔ اب آئندہ تم پر کوئی اور پابندیاں نہ لگیں گی نہ کوئی اور نئی پابندیاں لگانے والا آئے گا۔

انسان اپنے معاملات بطریق احسن ترتیب دینے کے لیے اپنے اُوپر کوئی اور پابندیاں لگائے تو وہ بطور پالیسی ہوگی جیسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بناتے وقت ان پر سیرت شیخینؓ پر چلنے کی پابندی لگائی یہ ایک پالیسی کا التزام ہے کوئی آسمانی پابندی نہیں۔ جس کے نہ ماننے پر آسمانوں میں زلزلوں کا شور ہو اور اس پر وباؤں کی دھمکیاں ملنے لگیں۔

ختم نبوت کا عقیدہ انسانی آزادی پر آئندہ کوئی پابندی نہ لگنے کی ایک ضمانت ہے آئندہ جو شخص کسی قسم کا دعوےٰ نبوت کرے وہ اس سے ملت کا یہ حق سلب کرتا ہے

زندگی کو ہمیشہ کے لیے عہد طفولیت میں نہیں رکھا جا سکتا

بقول علامہ اقبال مرحوم ختم نبوت کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ اب بنی نوع انسان میں کسی شخص

کو اس بات کا حق نہیں کہ وہ کسی بالائی طاقت کے حوالہ سے دوسروں کو اپنی اطاعت پر مجبور کر سکے اور نہ ماننے پر انہیں خدائی عذاب اور خوفناک زلزلوں کی دھمکیاں دے سکے۔ ختم نبوت کے عقیدہ کی حامل قوم دنیا کی سب سے زیادہ آزاد قوم ہے۔ اب جو نیا مدعی نبوت اُٹھے گا اس کا سب سے بڑا جرم انسانی آزادی کی اس ضمانت کو توڑنا ہو گا جو عقیدہ ختم نبوت نے اپنے ماننے والوں کو دے رکھی ہے۔ علامہ اقبال لکھتے ہیں :۔

> اسلام کا ظہور استقرائی فکر کا ظہور ہے اس میں نبوت اپنی تکمیل کو پہنچ گئی اور اس تکمیل سے اس نے خود اپنی خاتمیت کو بے حجاب دیکھ لیا۔ اس میں یہ لطیف نکتہ پنہاں ہے کہ زندگی کو ہمیشہ کے لیے عہد طفولیت میں نہیں رکھا جا سکتا۔ اسلام نے دہرنئی) مذہبی پیشوائیت اور وراثتی بادشاہت کا خاتمہ کر دیا۔۔۔۔ یہ سب اسی مقصد کے مختلف گوشے ہیں جو ختم نبوت کی تہ میں پوشیدہ ہیں۔[1]

رسالتِ محمدی کا اقرار آئندہ کسی دور میں ناکافی نہ رہے

خدا تعالیٰ نے دنیا میں بہت سے رسول بھیجے اور یقیناً ہر رسول اپنے زمانہ کے لیے ایک نور تھا۔ ایک شمع تھی جس کے اجالے میں خدا کی راہیں نظر آتی تھیں۔ لیکن جب بھی کوئی نیا رسول آیا پہلے پر ایمان رکھنا کافی نہ رہا اور اس نئے پر ایمان لانا ضروری ٹھہرا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک نہایت بزرگ پیغمبر تھے ان پر ایمان لانے والے اپنے وقت میں سب مومن تھے لیکن ان کے بعد جب اور پیغمبر آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان رکھنا کافی نہ رہا۔ ان کے بعد آنے والے پیغمبروں پر بھی ایمان لانا ضروری ہوا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام شریعتِ تورات والے اولوالعزم پیغمبر تھے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دورِ نبوت میں حضرت موسےٰ علیہ السلام پر ایمان رکھنا کافی نہ تھا بلکہ حضرت

---

[1] حرفِ اقبال صفحہ ۱۴۴

عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا بھی ضروری ٹھہرا۔ اس سے معلوم ہوا کہ گذشتہ زمانہ میں ایک شخص اپنے نبی پر ایمان لاکر بھی خدا تعالیٰ کے نزدیک نامقبول ٹھہر سکتا تھا اگر وہ آئندہ نبی پر تفصیلاً ایمان نہ لائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سلسلہ انبیاء میں سب سے پہلے یا درمیان تشریف لاتے تو آپ پر ایمان لانا بھی کسی نہ کسی زمانے میں ضرور ناکافی ہو جاتا اور جس طرح ایک شریعت موسویہ کا حامل عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے رضاء حق سے محروم اور آخرت میں جہنمی ہو سکتا تھا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والا بھی بعد کے نبی پر ایمان نہ لانے کی وجہ نامقبول اور جہنمی ہو سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم کو ایک خاص بزرگی سے نوازا اور چاہا کہ اس کی رسالت کا اقرار آئندہ کسی دور میں بھی ناکافی نہ رہے اور اس پر ایمان لانے والا اس خطرہ سے بالکل مامون ہو جائے۔ پس ضروری ہوا کہ آپ کے بعد کسی اور پہ ایمان لانے کا کوئی موقع نہ ہو۔ جس طرح آپ کے سامنے ایمان کا مدار آپ کی ذات پر تھا۔ اب ہمیشہ کے لیے مدار ایمان آپ ہی کی ذات رہے اور کبھی کسی اور پیغمبر کی بعثت آپ کی رسالت پر ایمان رکھنے کو ناکافی نہ کر سکے۔ رسالت محمدی پر ایمان اپنی ذات میں اس قدر کامل ہو کہ کسی آئندہ پیغمبر کی تصدیق کا محتاج رہے۔ آپ پر ایمان رکھنا مومن ہونے کے لیے ہمیشہ کافی ہے۔ اب کوئی نہیں جس پر ایمان لانا آپ کے بعد درست ہو۔ دیوبند کے محدث جلیل حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:۔

> اس مربی اعظم کے بعد دنیا میں کوئی نبی نہیں۔ اس کا ماننا نجات کے لیے کافی ہے۔ اسی کے ذریعہ رضائے حق مل سکتی ہے اور اسی کی مخالفت سے خدا کا غضب ٹوٹتا ہے۔ خدا کی جنت اسی کے گرد دور کرتی ہے اور اس کی جہنم اسی کے نام متبرک سے خائف ہے۔ کوئی نہیں جس پر ایمان لانا اس کے بعد درست ہو۔ اس لیے کہ اب وہ آگیا جو سارے جہان کو تسلی دینے والا ہے۔ ہر پیاسا اسی کے بحر شریعۃ سے سیراب ہوگا۔ ہر پیاسا اسی کے دسترخوان سے شکم سیر ہوگا اور ہر خائف اسی کے حریم امن میں پناہ پائے گا۔ اس کا دامن خدا تعالیٰ کی دائمی رضا کا ضامن

ہے کوئی نہیں جس کا نام اس کے نام سے اونچا ہو سکے. کوئی نہیں جو اس کی نبوت کے بعد اپنی طرف دعوت دینے کا حق رکھتا ہو.[1]

تکمیلِ انسانی کے تمام پہلو رسالت محمدیؐ کی خاتمیت میں

اللہ تعالیٰ نے جن حکمتوں اور مصلحتوں کے لیے دُنیا میں پیغمبر بھیجے تھے وہ سب حکم و مصالح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ گئیں. عالمِ انسانیت وحی کے نور اور ملأ اعلیٰ کی روشنی سے جس حد تک فیضیاب ہو سکتا تھا اس سے معمور ہو گیا اور تکمیلِ انسانی کے تمام پہلو دُنیا کے سامنے علماً اور عملاً واضح ہو گئے.

نبی دُنیا میں تکمیلِ انسانی کے ان پہلوؤں کو واضح کرتے ہیں جو انسان کی اپنی محنت اور رسائی سے حاصل نہ کر سکے. انسان ان تک اپنے اکتساب سے نہیں پہنچ سکتا. نہ انسانی فکر کے پرندے کو وہاں تک پرواز ملتی ہے. انسانی بساط جہاں دم توڑے آسمانی ہدایت وہاں سے شروع ہوتی ہے. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نے انسانی ہدایت کے تمام پہلوؤں کو روشن کر دیا اور اب قطعاً ضرورت نہ رہی کہ کسی خیر و عمل کے لیے کوئی اور انتظار رہے.

رسالتِ محمدی کی خاتمیت سے مراد یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کی ایک نعمت جو انسانوں کو پہلے ملا کرتی تھی اب بند ہو گئی ہے بلکہ اس کی مراد یہ ہے کہ اب وہ نعمت جو پہلے تغیر پذیر رہتی تھی اب اپنے پُورے کمال کے ساتھ نوعِ انسانی کے پاس ہمیشہ کے لیے موجود رہے گی. ختمِ نبوت سے کوئی نعمت ہم سے چھنی نہیں بلکہ ہم دائمی طور پر حضورؐ کی نبوت سے مالا مال کر دیئے گئے ـــــ جس طرح سورج نکلنے کے بعد کسی چراغ کی ضرورت نہیں رہتی اس لیے نورِ آفتاب سے ہر در و دیوار روشن ہے. اسی طرح حضور آفتابِ رسالت کے بعد نوعِ انسانی کسی اور چراغِ نبوت کی محتاج نہیں. آپ کی رسالت

---

[1] نورِ ایمان مصنفہ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی ثم مدنی ؒ صـ۱۳ مطبوعہ برقی پریس دہلی ۱۳۵۰ھ

ختم نہیں آپ پر رسالت ختم ہے۔ یہ رسالت باقیہ ہے اب رسالت کا ملنا ختم ہے۔ کیونکہ حضورؐ کے آفتاب رسالت کو کبھی غروب نہیں کہ نبوت کے کسی نئے طلوع کی ضرورت ہو۔ اب طلوع اسلام کی کوئی نئی دعوت نہ دی جا سکے گی۔

عقیدۂ ختم نبوّت سے مسلمانوں کی مُراد

اکابر علماء اسلام نے اس حدیث (کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) کے یہی معنی بتلائے ہیں کہ اب کسی کو نبوت نہ ملے گی یہ نہیں کہ پہلی سب رسالتیں ختم ہوگئی ہیں۔ ہاں اب ان رسالتوں میں سے کسی کا حکم جاری اور نافذ نہیں۔ مفہوم ختم نبوت تقاضا کرتا ہے کہ پہلے پیغمبروں میں سے بھی کوئی آ نکلے تو وہ اب آپ کی شریعت کے ماتحت ہو کر رہے۔ کیونکہ یہ دور دورِ محمدی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ خاتمیت کے دو پہلو ہیں:۔

اوّل یہ کہ کسی قسم کا کوئی نیا نبی پیدا نہ ہو۔

دوم یہ کہ پہلوں میں سے کوئی آجائے تو وہ آپ کے احکام کے تابع ہو کر رہے۔

جیسے معراج کی رات بیت المقدس میں تمام پہلے پیغمبروں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت نماز ادا کی تھی اور آپ ہی امام الانبیاء تھے۔

پس ختم نبوت کا یہ مطلب نہیں کہ خود نبوت ختم ہوگئی ہے ایسا ہرگز نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہمیشہ کے لیے باقی اور جاری ہے۔ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ اب نبوت کا ملنا ختم ہے۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔ پہلے سے کسی کو ملی ہو تو اس کی زندگی کا باقی رہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے متصادم نہیں بشرطیکہ یہ پہلی نبوت اب نافذ نہ رہے نہ اس کے احکام باقی سمجھے جائیں۔

رسالت محمدی کی جامعیت پر دائرہ زندگی کو

پھر آپ کی رسالت آپ کی دنیوی حیات تک محدود نہیں، ابدالآباد تک ہے اور انسانی زندگی کے ہر دائرہ کو شامل ہے۔ تبلیغ شریعت، تدبیر منزل، نظم ملت، قیام عدالت، تہذیب اخلاق، انتظام سلطنت اور ہر تقاضائے بشری کامل اسی دائمی نبوت میں ملے گا۔ ان سب امور میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے دست نگر ہیں کسی اور وحی کے محتاج نہیں۔

اللہ تعالیٰ اسی محمدی کی تعلیمات کے ساتھ اسلام کے سب تقاضے اور مسلمانوں کی جملہ ضرورتوں کو تکمیل بخشیں گے اب اس کرۂ زمین پر حضورؐ کے بعد خدا کا کوئی ایسا فرستادہ نہ آئے گا جس پر ایمان لانا مومن ہونے کے لیے ضروری ہو اور اس کے آنے سے حضور خاتم النبیین پر ایمان ہونا ناکافی ٹھہرے۔ آپ کی خاتمیت میں آئندہ ہر دور کی جامعیت ہے۔

خاتمیت کی جامعیت ہر مرتبہ و زمان کو

پھر آپ کی خاتمیت صرف شریعت تک محدود نہیں کہ آپ کے بعد کوئی تشریعی پیغمبر پیدا نہ ہو بلکہ آپ کی خاتمیت یہ بھی ہے کہ آپ پر تمام مراتب انسانی کی انتہا مانی جائے۔ یہ ختم نبوۃ مرتبی آپ کو اس وقت بھی حاصل تھی جب آدم علیہ السلام بھی ابھی تشریف نہ لائے تھے اور معراج کی رات تمام انبیاء کرام کا بیت المقدس پہلے آنا بھی اس کے خلاف نہ تھا لیکن یہ خاتمیت مرتبی ختم نبوت کا پورا شرعی مفہوم نہیں ختم نبوت کے شرعی مفہوم میں ختم نبوت زمانی پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ آپ کو یہ خاتمیت زمانی اس وقت حاصل ہوئی جب سب پیغمبر اپنے اپنے وقت میں دنیا میں تشریف لا چکے اور آپ کی بعثت سب سے آخر میں ہوئی۔ البتہ خاتمیت مرتبی آپ کو شروع سے حاصل تھی۔

پھر آپ کی رسالت آپ کی دُنیوی حیات تک محدود نہیں پیغمبر کی رسالت اس کی وفات سے منقطع نہیں ہوتی. حضورِ خاتم النبیین کی نبوت و رسالت ابدالآباد تک جاری و ساری اور قیامت تک کے ہر دور کو شامل ہے جس طرح اللہ رب العزت کی یہ سنت رہی کہ ہر زمانے میں پیغمبر مبعوث فرماتے ہیں :۔

اللہ یصطفی من الملئکۃ رسلًا ومن الناس۔ (پ الحج : ۷۵)

ترجمہ۔ اللہ چُن لیتا ہے فرشتوں میں سے بھی اور انسانوں میں سے بھی پیغام لے جانے والے۔

اس زمانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضورِ ختمی مرتبت کو چُنا ہے، اس عہد کے نبی اور رسول صرف آپ ہیں. مرتبہ میں آپ پر سر مراتب کی انتہا ہے. زمانی طور پر آپ کی نبوت آپ کی بعثت سے قیامت تک کے ہر دور کو محیط ہے. آپ نے فرمایا میں اور قیامت ہاتھ کی ان دو انگلیوں کی طرح متصل ہیں.

خاتمیت مرتبی اسلام میں کوئی نیا اختلافی موضوع نہیں

یاد رکھیے خاتمیت مرتبی اسلام میں کوئی اختلافی موضوع نہیں ہے. تمام مدعیانِ اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام کمالاتِ انسانی اور علوی مراتب ختم ہیں مسلمانوں کے سب طبقے اور جملہ مدعیانِ اسلام سے بعد از بزرگ توئی قصہ مختصر، پر یقین رکھتے ہیں ختم نبوت مرتبی ختم نبوت زمانی کی کوئی متوازی تشریح نہیں کہ اُس کو مانا جائے یا اِس کو مانا جائے نہ ان دونوں میں کوئی تضاد ہے. بلکہ دونوں قسم کی ختمِ نبوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی میں جمع ہے نہ آپ سے مرتبہ میں کوئی نبی بڑا ہے نہ آپ کے بعد کوئی کسی درجے کا نبی پیدا ہوگا. قادیانی مبلغ ختم نبوتِ مرتبی پر خواہ مخواہ بحث شروع کر دیتے ہیں. حالانکہ ختم نبوت کا یہ پہلو ساری امت کا مسلمہ اور مفروغ عنہا مسئلہ ہے. ہاں اہلِ اسلام ختم مرتبی کے ساتھ ساتھ ختم نبوت زمانی کو بھی

ختم نبوت کا معنی لازم یقین کرتے ہیں اور ختمِ نبوت زمانی کو ضروریاتِ دین میں سے جانتے ہیں — اور اس کا انکار کفر سمجھتے ہیں۔ قادیانی لوگ ختم نبوت زمانی کے منکر ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ رسالت میں شانِ جامعیت ہے کہ عملاً انسانی زندگی کے ہر پہلو کو شامل ہے۔ زماناً زندگی کے ہر دور کو شامل ہے مکاناً انسانی زندگی کے ہر دائرہ کو محیط ہے انسانی اعزاز و اعجاز کی ہر خلعت سے سرفراز ہے اور مرتبہ و کمال کی ہر سرحد پر حاوی ہے۔ اسلام میں ان امور میں سے کسی کے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

ایک اہم سوال اور اس کا جواب

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ خاتمیت میں تمام مراتب کمالات کی انتہا ہے۔ یہ معنی علماء اسلام میں سے کیا پہلے کسی نے کیے ہیں۔ خود علماء کہتے ہیں کہ ختم نبوت کے معنی ایک ہی ہیں کہ زماناً آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو۔ کیا وہ غلط ہیں؟

جواب: ہاں۔ حضرت مولانا رومؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کا ایک معنی یہ بھی پیش کیا ہے لیکن اس کی ختم نبوت زمانی سے کوئی تباین کی نسبت نہیں کہ وہ صحیح ہے یا یہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زماناً سب سے آخر میں اسی لیے بھیجا گیا کہ آپ پر تمام مراتب کمالات کی انتہا تھی ورنہ کسی دور میں اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آجاتا۔

خاتمیت مرتبی کو جاننا ہر کسی کی رسائی میں نہیں اسے صرف اہل علم ہی سمجھ پاتے ہیں۔ البتہ ختم نبوت زمانی کو ہر شخص جان اور مان سکتا ہے۔ اس لیے جو چیز ضروریات دین میں سے سمجھی گئی ہے وہ ختم نبوت زمانی ہے۔ علامہ ابن نجیمؒ (۹۶۹ھ) لکھتے ہیں۔

اذا لم یعرف ان محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات [1]

---

[1] الاشباہ والنظائر ص۲۹۶

ترجمہ. جس نے یہ نہ جانا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں وہ مسلمان نہیں ہے
ختم نبوت (زمانی) کا اقرار ضروریاتِ دین میں سے ہے۔
علامہ ابن نجیم کے اس بیان کا حاصل یہ ہے کہ :-
عوام کے لیے آپ کو اس ایک معنی میں خاتم النبیین ماننا کافی ہے اس کے یہ معنی نہایت عام فہم ہیں۔ اسلام میں کفر و اسلام کا مدار اسی معنی کو ٹھہرایا گیا ہے اور اسے اسی معنی میں ضروریاتِ دین میں سے سمجھا جاتا ہے۔ اس ایک معنی کے مقابل اور کوئی معنی نہیں۔ خاتمیتِ مرتبی اس کے مقابل نہیں اس کے ساتھ ہے۔"

یہ خاتمیتِ مرتبی کہ مرتبہ میں آپ سب سے اُوپر ہیں آپ کو پہلے انبیاء پر حاصل رہی اور اس جہت سے آپ اس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام ہنوز پانی اور مٹی میں تھے۔ کائنات میں دعوت الی اللہ کا آغاز آپ سے ہوا۔ گو بعد میں اس جہان کے یہ مناظر اور جلوے آپ کی یاد سے اُٹھا لیے گئے تاہم پہلے داعی الی اللہ آپ ہی تھے۔ علامہ فاسی دلائل الخیرات کی شرح میں لکھتے ہیں :-

فلم یکن داع حقیقی من الابتداء الی الانتہاء الا ھذہ الحقیقۃ الاحمدیۃ۔[1]

اسراء کی رات بیت المقدس میں آپ کی اسی شان کا ظہور تھا۔ علامہ زرقانی لکھتے ہیں :-

لانہ نبی الانبیاء وکفی بہ شرفا لھذہ الامۃ المحمدیۃ۔[2]

قرآن کریم کی آیتِ میثاق بھی اسی کی تائید کرتی ہے اس میں تمام انبیاء سے عہد لیا گیا تھا کہ جب وہ دنیا میں جائیں تو اس نبی خاتم کے آنے کا اعلان کریں اور جہاں تک ہو سکے اس کی نصرت کریں۔

(دیکھیں پ ۳ سورۂ آل عمران ع ۹)

سو اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کے تمام کمالات کی انتہا ہوئی۔ یہ ختم نبوۃ مرتبی ہے۔ عوام اس معنی تک نہ پہنچ سکیں نہ سہی لیکن ختم نبوت زمانی اپنے مفہوم میں عام فہم ہے اس لیے ضروریاتِ دین میں اسی کو رکھا گیا ہے۔

---

[1] مطالع المسرات شرح اسم داعی صفحہ ۱۰۲ [2] شرح مواہب اللدنیہ جلد ۵ صفحہ ۲۵۴

حضرت مولانا رومؒ کا شانِ خاتمیت کا بیان

حضرت مولانا رومؒ (۶۷۲ھ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا معنی لکھتے ہیں:

بہرایں خاتم شدست او کہ بہ جود — مثل او نے بود و نے خواہند بود
چونکہ در صنعت برد استاد دست — نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است[1]

ترجمہ: آپ اس جہت پر خاتم النبیین ہیں کہ علم و فیض کی جود و عطا میں کوئی آپ کے برابر نہیں آسکا اور نہ کبھی آئندہ آئے گا۔ جب کوئی شخص کسی فن میں سبقت لے جاتا ہے تو کیا تم نہیں کہتے کہ تجھ پر یہ فن ختم ہے۔

ہاں آپ کی مرتبی شانِ خاتمیت کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کی خاتمیت زمانی نہیں ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ یہ آپ کی خاتمیت مرتبی کا ہی اقتضاء تھا کہ آپ کو سب سے آخر میں بھیجا گیا۔ عوام کا ذہن یہاں تک نہیں پہنچتا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ آپ خاتم النبیین صرف اس معنی میں ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو گا۔ لیکن اہلِ فہم پر روشن ہے کہ صرف بعد میں آنا یہ بالذات کوئی درجہ فضیلت نہیں۔ اس میں اگر فضیلت ہے تو اسی جہت سے ہے کہ جس ذات پر مراتب کی انتہا ہو اسے سب سے آخر میں رکھا جاتا ہے۔

ہاں ختم رسالت کا یہ انداز کہ ہر کسی کو پتہ چلے وہ بیشک ختم زمانی ہے اور وہ اس طرح عیاں ہے جیسے چڑھتا ہوا سورج مگر اس سے بھی خاتم مراتب کمال کی کرنیں پھوٹتی ہیں۔ مولانا لکھتے ہیں:

یا رسول اللہ رسالت را تمام — تو نمودی ہمچو شمس بے غمام
ایں کہ تو کردی دو صد مادر نہ کرد — عیسیٰ را فسونش با مادر نہ کرد[2]

---

[1] مثنوی دفتر پنجم ص ۴۹۸ [2] ایضاً

ترجمہ۔ اے اللہ کے رسولؐ! آپ نے رسالت کو اس طرح شان تمام بخشی ہے۔ جیسے سورج بغیر بادلوں کے جلوہ فگن ہوتا ہے۔ آپ نے جو کمالات ظاہر کیے دو دو مائیں ایسا مرد کامل نہ جن سکیں۔ حضرت عیسیٰ کا عاذر کو دم کرنا بھی اسے ایسی ہمیشہ کی زندگی نہ دے سکا۔

پہلے شعر میں ختم نبوت زمانی کا ظہور عام ہے دوسرے شعر میں مولانا پھر خاتمیت مرتبی پر آگئے۔ مولانا روم کی بیان کردہ ختم نبوت مرتبی کی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے مکمل کر تائید کی اور پھر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے وعظ النظہور میں کھل کر آپ کا خاتم کمالات ہونا بیان فرمایا۔[1]

ہم یہاں صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ختم نبوت کا مسئلہ کبھی بھی کسی درجے میں اختلافی نہیں رہا ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی میں کوئی نسبت تباین نہیں سمجھی گئی کہ وہ صحیح ہے یا یہ۔ بلکہ آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زماناً خاتم النبیین ماننے کے ساتھ ہمیشہ خاتم مراتب کمال بھی تسلیم کیا گیا ہے نہ کوئی کبھی آپ کے برابر کا ہوا اور نہ کوئی کسی درجے میں آپ کے بعد آیا۔ اسلام میں اس مسئلے میں کسی کو کسی قسم کا کوئی تردد یا شک نہیں جس طرح آپ کا خاتم النبیین ہونا متواترات دین میں سے ہے اس طرح اس لفظ کا مدلول بھی کسی درجے میں ظنی یا مشتبہ نہیں ہے۔

قطعیات کا مفہوم مجمع علیہ نہ ہو تو ان میں قطعیت نہیں رہتی

کوئی بات اسناداً اور ثبوتاً تو متواتر ہو مگر معنیً اور دلالۃً اس میں مختلف اقوال ہوں وہ مختلف اقوال بھی علیٰ سبیل الجمع نہیں علیٰ سبیل التباین ہوں تو ظاہر ہے کہ ان احتمالات سے ان کی قطعیت باقی نہیں رہتی ـــــ اسلام میں لفظ خاتم النبیین ثبوتاً اور معنیً ہر پہلو سے قطعی اور یقینی ہے

---

[1] میلاد النبی صہ۳، شائع کردہ نیو تاج آفس دہلی

اور یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ لفظ خاتم النبیین کے معنی مراد پر اسلام کے ہر دور اور ہر طبقے کا اجماع ہو اور اگر کوئی دو قول پائے جائیں تو وہ علی سبیل الجمع ہوں نہ کہ علی سبیل التبائن۔

قادیانی خاتم النبیین کا معنی "خاتم مراتب کمال" خاتمیت زمانی سے علی سبیل التبائن کرتے ہیں اور مسلمان یہ معنی علی سبیل الجمع کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم مراتب کمال ہونا ختم نبوت کے اس معنی کے ساتھ جمع ہے جو امت اب تک اس سے مراد لیتی چلی آئی ہے۔ اس کی لطافتیں اور تجلیات جتنی ہوں سب درست مگر اصل عوامی مجمع علیہ معنی (ختم نبوت زمانی) کا کہیں انکار نہ ہونا چاہیئے۔ اس میں شک اور تردد بھی کفر ہے۔

لفظ خاتم النبیین کا مفہوم ایک تاریخی تسلسل رکھتا ہے

جس طرح خاتم النبیین کے الفاظ تواتر اور قطعیت رکھتے ہیں۔ اس کے معنی اور مفہوم کا بھی ایک تاریخی تسلسل ہے۔ ہم یہاں یہ بات بتلانا چاہتے ہیں کہ امت محمدیہ نے اپنی چودہ سو سالہ تاریخ میں عقیدہ ختم نبوت کو کس معنی اور کس مفہوم میں قبول کیا ہے۔

قرآن کریم کا تسلسل اور فہم امت ساتھ ساتھ چلے

جو بات کہیں کہی جائے اور اس کے سننے اور ماننے والے سب اس سے ایک ہی بات سمجھیں اور یہ بات ایک دو دن نہیں صدیوں اسی طرح چلتی رہے تو اسے تاریخ میں فہم امت کا درجہ حاصل ہو گا۔ حضورؐ کے خاتم النبیین ہونے کو امت نے اپنے اس تاریخی تسلسل میں کسی معنی میں قبول کیا اس معنی و مفہوم کو بھی اس امت میں وہی قطعی اور یقینی درجہ حاصل ہو گا جو خود ان الفاظ کو ——— سو ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ قرآن کریم اور فہم امت دونوں ایک تسلسل سے ساتھ ساتھ چلے ہیں اور اس دوران ہر صدی میں جو مجدد آتے رہے وہ اس بات کے ذمہ دار رہے کہ اس امت کے عقائد

قطعیہ میں کوئی غلطی راہ نہ پا سکے ـــــ اسے اگر یوں سمجھا جائے کہ اس امت میں کوئی بڑی غلطی سو سال سے زیادہ مدت نہیں پا سکتی تو بے جا نہ ہوگا۔

ختم نبوت کے اس مفہوم پر جس پر آج پوری امت جمع ہے۔ چودہ صدیاں گزر چکی ہیں اور جتنا مسلمانوں کا قطعی اور یقینی اجماع اس عقیدے پر رہا ہے شاید ہی کسی اور مسئلے پر ہوا ہو۔

○

فہمِ امت کو یہ اختصاص قرآن کی رُو سے حاصل ہے

ہماری اس تحقیق کی اساس امتِ محمدیہ کا یہ اختصاص ہے کہ یہ خیرِ امت ہے اس کا مجموعی فیصلہ ہمیشہ حق رہا ہے ـــــ اس کی مخالفت ایک امرِ منکر اور عمل باطل ہے ـــــ اس امت کا اجماع کبھی خلافِ حق پر نہیں ہوتا۔ جس پر اس امت کا اجماع ہو وہ یقیناً راہِ نبوت ہے۔

○

اجماعِ امّت نشانِ راہِ نبوّت ہے

راہ نبوت وہ راہ ہدایت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نوع انسان کو دکھائی اللہ تعالیٰ نے اس امت کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم ہی نہیں دیا۔ بلکہ خبر دی کہ اس کا امر معروف اور اس کی نہی منکر ہے۔ یہ امت مجموعی طور پر ایمان سے ممتاز رہے گی۔ جس بات کا یہ حکم کر دیں وہ یقینی طور پر معروف ہوگی اور جس بات سے روک دیں وہ یقینی طور پر منکر ہوگی۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتؤمنون باللہ ولو اٰمن اهل الکتاب لکان خیرا لهم منهم المؤمنون واکثرهم الفاسقون۔ (پ۴ آل عمران آیت ۱۱۰ ع ۱۲)

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالے گئے۔ تم جن کاموں کا حکم کرتے

ہو وہ معروف ہیں اور تم جن باتوں سے روکتے ہو وہ یقیناً منکر ہیں اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو (یہ اُن کے باطن کی خبر دی) اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا۔ کچھ تو ان میں ایمان لائے ہوئے ہیں اور اکثر نافرمان ہیں۔

یہ خیر امت دوسری قوموں کے لیے اللہ کے دین کے گواہ ہیں اور خود اُن کے لیے اللہ کے دین کی گواہ اُن کی ذاتِ گرامی ہے۔

وکذٰلک جعلناکم امۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس۔ (پ۲ البقرہ آیت ۱۴۳)

ترجمہ۔ اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک ایسی امت بنایا جو نہایت اعتدال والی ہے کہ تم لوگوں پر خدا کے گواہ رہو۔

یہ خیر الامم سب بنی نوع انسان کے لیے مرضیات خداوندی کا نشان اور شہادت حق کا عنوان ہے۔ دین کی راہیں آئندہ دنیا میں انہی کے ذریعہ روشن ہوں گی اور ان پر خود سرورِ کائنات اللہ کے دین کے گواہ ہیں۔

○

حضرت فاروق اعظمؓ کے ہاں نشان راہِ نبوت

قرآن کریم کی مرادات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اسی خیر امت کے ذریعہ آگے پھیلیں گی اور یہی لوگ آئندہ کے لیے کتاب و سنت کے الفاظ و معانی کے علمبردار اور ان کے نگران ہوں گے۔ اور دین کا تسلسل انہی کے ذریعہ قائم رہے گا۔ قرآن کریم میں ہے۔

وممن خلقنا امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون۔ (پ۹ اعراف آیت ۱۸۱ ع ۲۱)

ترجمہ ان لوگوں میں جنہیں ہم نے پیدا کیا ایک جماعت ہے جو راہ بتلاتے ہیں سچی اور اس کے مطابق انصاف کرتے ہیں۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو متنبہ فرمایا کہ وہ بہترین اعمال اختیار کریں کیونکہ وہ آئندہ تمام لوگوں کے پیشوا ہوں گے۔ آپ نے فرمایا۔

انکم ایہا الرھط ائمۃ یقتدی بکم الناس۔[1]

ترجمہ۔ اے اصحاب رسول تم لوگوں کے پیشوا ہو۔ آئندہ لوگ تمہاری ہی پیروی کریں گے۔

سنن دارمیؒ (۲۵۵ھ) میں عباد بن عبدالخواص الشامی سے منقول ہے ۔

کان القرآن امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان رسول اللہ امامًا لاصحابہ وکان اصحابہ ائمۃ لمن بعدھم۔[2]

ترجمہ۔ قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امام تھا اور حضورؐ اپنے صحابہؓ کے امام تھے اور آپ کے صحابہؓ بعد میں آنے والے لوگوں کے پیشوا ہیں۔

دین اسی تسلسل سے ہم تک پہنچا ہے۔ دین سمجھنے میں اگر ہم ان حاملین دین سے استفادہ نہ کریں اور یہ نہ سوچیں کہ کتاب وسنت اسلام کی ان تیرہ صدیوں میں کن کن شاہراہوں سے گزر کر ہم تک پہنچا ہے تو ظاہر ہے کہ کتاب وسنت کی مرادات صرف الفاظ سے طے نہ ہو سکیں گی۔ اس کے لیے تسلسل امت پر گہری نظر درکار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ جو اپنے وقت کے بہترین عباد الرحمٰن (اللہ کے بندے) تھے ان کی دعا تھی۔

واجعلنا للمتقین اماما۔ (پ ۱۹ الفرقان ع ۶)

ترجمہ۔ اور تو ہمیں پرہیزگار لوگوں کا پیشوا بنا دے۔

امام بخاریؒ کے ہاں تسلسل امت کی اہمیت

صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین کرامؒ اور ائمہ کرامؒ کو علم وتقویٰ کی دولت ملی تھی صحابہ کرامؓ ان متقین کے واقعی امام تھے اور یہ ان کے تابعین اور پیرو تھے۔ پھر ان متقین کی یہ دعا رہی اور دین علم وتقوے کے ان اساطین کے ذریعہ علماً اور عملاً مسلسل چلتا رہا۔ حضرت امام بخاری قرآن کریم کی اس دعا کا حاصل

---

[1] مؤطا امام مالک کتاب الحج صفحہ ۱۳۲ [2] سنن دارمی جلد ۱ صفحہ ۱۶

ان لفظوں میں بیان فرماتے ہیں یہی تسلسل دین ہے:۔

نقتدی بمن قبلنا ویقتدی بنا من بعدنا۔[1]

ترجمہ: جو ہم سے پہلے گزرے ہیں ہم اُن کی پیروی کریں اور جو ہمارے بعد آئیں وہ ہماری پیروی کریں۔

اسلام ایک زندہ حقیقت ہے جو صرف روایات میں نہیں اپنی مرادات میں بھی ہر دور میں واضح رہا ہے اور صرف نقل میں نہیں امت کے عمل میں بھی تسلسل سے چلا آیا ہے۔ قرآن پاک سرچشمۂ علم ہے مگر فہم امت کو نظر انداز کر کے ہم اس کی صحیح مرادات نہ پاسکیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت روشنی ہے مگر بدون تسلسل اس کا پھیلاؤ نہ ہو سکے گا۔ اسلام صرف صحائفِ علم میں نہیں صحائفِ اعمال میں بھی مسلسل ہے اور اسی تسلسل سے یہ ایک زندہ حقیقت ہے۔

○

عقیدہ ختم نبوت کس مفہوم میں ہم تک پہنچا ہے

ختم نبوت کا یہ مطلب نہیں کہ نبوت ختم ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہمیشہ کے لیے باقی اور جاری و ساری ہے جو کبھی ختم نہ ہو گی۔ ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ اب نبوت کا ملنا ختم ہے۔ اور خاتم الانبیاء کے بعد اب کسی شخص کو نبوت نہیں ملے گی۔ پہلے سے کسی کو ملی ہو تو اس کی بقاء حیات کا حضورؐ کی نبوت سے کوئی تصادم نہیں۔ ہم نبوت کے ملنے کو تو حضورؐ پر ختم مانتے ہیں لیکن آپ کی نبوت کو باقی اور جاری سمجھتے ہیں۔ حضورؐ کی نبوت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے متحقق اور جاری ہے جس طرح اللہ رب العزت کی یہ سنت رہی ہے کہ ہر زمانے میں پیغمبر مبعوث فرماتے ہیں۔ اس عہد کے لیے بھی آنحضرت ختمی مرتبت رسول ہیں اور اس عہد کے نبی اور رسول صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اس عہد نبوت کی ابتداء حضور تاجدار مدینہ کی بعثت سے ہوئی تھی۔ اور اس عہد کا دوسرا کنارہ

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۸۱

قیامت[1] سے متصل ہے. اس دوران کسی اور نبی کی بعثت نہیں.

اب سارے کام امت کی ذمہ داری ہیں

نفاذِ شریعت کا کام اس امت میں خلفاء کریں گے. مسائل غیر منصوصہ کا حکم دریافت کرنے کے لیے استنباط و استخراج کا کام مجتہدین کریں گے. قرآن کی حفاظت کا کام حافظ اور قاری کریں گے اور تزکیۂ قلب اور دلوں میں خدا کی محبت اتارنے کی محنت اولیاء کرام کریں گے. کوئی ایسی ضرورت نہ ہوگی جس کے لیے کسی نئے نبی کی بعثت ہو.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا عقیدہ پوری امت کی پوری روایات پر چھایا ہوا ہے اس امت میں دین کا ہر کام حضور ختمی مرتبت کے سایہ میں ہوگا اور امت کے پیچھے ہوئے لوگ برابر اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کریں گے. نبوت کا کوئی کام باقی نہیں جس کے لیے کسی نئے نبی کی بعثت ہو.

عقیدہ ختم نبوت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ پرانے نبیوں میں سے اگر کوئی یہاں آئے. جیسا کہ معراج کی رات تمام انبیاء سابقین بیت المقدس میں حاضر ہوئے تھے تو انہیں یہاں مقتدی بن کر رہنا ہوگا نبی بن کر نہیں. کیونکہ یہ دور نبوتِ محمدیہ کا دور ہے اب یہاں کسی اور نبوت کے لیے راہ نہیں.

آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کی لائن پر عقیدہ ختم نبوت چودہ سو سال سے اس یقین اور قطعیت سے مسلسل چلا آرہا ہے کہ اس موضوع پر امت میں کبھی کوئی دو رائے نہیں ہوئیں اور یہ مسئلہ جس طرح اپنے ثبوت میں قطعی ہے اپنی دلالت میں بھی بالکل واضح اور صاف ہے.

[1] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت انا والساعۃ کھاتین وجمع بین اصبعیہ.

سنن ابن ماجہ صـ ۳۰۲

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کی شان خاتمیت اپنے ان تمام روشن پہلوؤں کے باوجود متنازعہ فیہ کیوں بن گئی اور اس امت سے ایک گروہ اس عقیدے سے نکل کیوں گیا؟

وہ کون سے عوامل تھے جنہوں نے ان غلط طور پر ایک علیحدہ امت بنا ڈالی جنہوں نے مردم شماری کے کاغذات میں اپنی علیحدہ خانہ پوری کرائی یہاں تک کہ مسلمانوں کے تمام فرقے ان کی اس امت سے قطعی علیحدگی پر یک زبان ہوئے۔ اسے سمجھنے کے لیے ہندوستان کے انیسویں صدی کے نصف آخر کے حالات پیش نظر ہونے ضروری ہیں۔

○

مرزا غلام احمد قادیانی نے جب اپنی تحریک شروع کی تو یہ وقت تھا جب برطانوی سامراج کو ہندوستان میں اپنے پاؤں مضبوط کرنے کی اشد ضرورت تھی۔ انگریز حکمران مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کی ایک جھلک ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں دیکھ چکے تھے اور ضرورت تھی کہ اس مذہبی انقلابی جذبہ کو یکسر ختم کر دیا جائے۔ لیکن یہ معلوم کرنا ابھی کچھ باقی تھا کہ اسلامی تعلیمات کی رُو سے حکم جہاد کیسے رد کیا جا سکتا ہے۔

○

قادیانیت کا موجودہ بحران اور اس کے اسباب

قادیانیت کے موجودہ بحران کے زیادہ ذمہ دار علماء کرام ہیں یا خود قادیانی قیادت۔ اس موضوع پر عام لے دے ہو رہی ہے۔ افسران کرام تو غیر حکومت کے ہاتھوں مجبور ہیں۔ لیکن خود حکومت کو بھی اس صورت حال میں کچھ حقیقت پسندی اختیار کرنی چاہیئے۔

مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت سے حالات پر کیا اثر پڑنا چاہیئے؟ جو پہلے مدعیان نبوت سے پڑا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعوئے نبوت کیا تو اگرچہ انہوں نے کل تورات منسوخ نہ کی مگر انہوں نے اپنے ماننے والوں کی ایک علیحدہ جماعت بنائی۔ نہ ماننے والوں کو نہ کہا کہ تم دین تورات پر نہیں

رہے۔ اب تم مومن نہیں۔ اس کی بجائے وہ حواریوں میں اپنی بات کرتے اور ان کے ذریعہ اپنی بات آگے پہنچاتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو آپ نے اپنی بات کہی اور ایک نئی امت بنائی پہلی امتوں سے ان کا ٹائیٹل نہ کھینچا اور نہ ان کو اپنے گھروں سے اٹھوایا۔ نہ یہودیوں کو کہا کہ تم اب حضرت موسیٰ کی امت میں نہیں۔ نہ عیسائیوں کو کہا کہ اب تم حضرت عیسیٰ کی امت نہیں ہو۔۔۔ آپ نے جو جماعت بنائی ان کو مسلمان کہا اور اپنی امت قرار دیا۔

مرزا غلام احمد نے جب دعوے نبوت کیا تو ابتداء میں وہ بھی اسی منہج پر چلا۔ اپنے ماننے والوں کو مسلمانوں سے علیحدہ کر لیا۔ ان کی سرکاری کاغذات میں علیحدہ مردم شماری کرائی اور اپنی امت کا نام احمدی رکھا۔ اس نئی جماعت بنانے پر علمائے اسلام نے اس پر کوئی گرفت نہ کی نہ علیحدہ مردم شماری کرانے پر ان کے خلاف کوئی قرارداد پاس کی۔

انبیاء اپنی جماعت پہلی جماعتوں سے کس طرح علیحدہ کرتے ہیں۔ اس پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> جو شخص نبوت کا دعوے کرے گا اس دعویٰ میں ضرور ہے کہ وہ خدا کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے اور نیز خلق اللہ کو کلام سنا دے جو اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ایک امت بنا دے جو اس کو نبی سمجھتی ہو اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہو۔[1]

مرزا صاحب نے اپنی امت کا نام جماعت احمدیہ رکھا اور ۱۹۰۱ء میں حکومت سے درخواست کی کہ ان کی مردم شماری ایک الگ جماعت کی حیثیت سے کی جائے۔

مرزا غلام احمد نے دیگر مدعیان نبوت کی طرح جس طرح پہلی صفوں سے الگ اپنی ایک نئی صف بچھائی اس میں مسلمانوں سے کوئی زیادہ الجھاؤ نہ تھا۔ ایک نئے دعوے نبوت سے ایک نئی امت کا آغاز تھا۔

---

[1] آئینہ کمالات اسلام ص۳۴۴

قادیانی مسلمانوں سے کب اُلجھے؟

مرزا صاحب کی سوچ نے اچانک اُلٹی زقند لگائی اور امتِ مسلمہ پر اچانک حملہ کر دیا کہ،

① تم مسلمان نہیں رہے مسلمان صرف ہم ہیں۔

② اُمتِ مسلمہ کے نام کی اب دُنیا میں کوئی جماعت نہیں رہی۔

③ جو لوگ مجھے خدا کا بھیجا ہوا نہیں سمجھتے وہ مسلمان نہیں۔

④ میرے مخالف وہ جنگلوں کے سؤر ہیں، اور اُن کی عورتیں کُتیوں سے بدتر ہیں۔

یہ قادیانیوں کا مسلمانوں کے گھر پر حملہ ہے۔ مالکِ مکان کو اس کے گھر سے نکالا جا رہا ہے۔ امتِ مسلمہ سے اس کا ٹائٹل چھینا جا رہا ہے اور بیک جُنبش قلم کروڑوں مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے باہر نکالا جا رہا ہے۔

سو اس حادثہ میں قادیانی مسلمانوں سے اُلجھے ہیں، مسلمان قادیانیوں سے نہیں اُلجھ رہے۔ مجلس عمل آل پارٹیز حکومت سے مطالبہ کر رہی ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروؤں کو ان کی ایک علیحدہ جماعت کے Status پر لے آؤ، سب حالات درست ہو جائیں گے وہ اعلان کریں۔

دُنیا کے مسلمان جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر مانتے ہیں وہ مسلمان ہیں، ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا غلام احمد کو نبی مان کر مسلمانوں سے جُدا جماعتِ احمدیہ کے افراد ہیں۔

اس صُورت میں پاکستان میں چاروں اُمتوں کا وجود رہے گا۔ ۱۔ یہودی، ۲۔ عیسائی، ۳۔ مسلمان اور قادیانی ــــ جس طرح عیسائی نہیں کہتے کہ ہم یہودی ہیں۔ وہ ان کا اپنا وجود تسلیم کرتے ہیں۔ مسلمان نہیں کہتے کہ ہم عیسائی ہیں۔ وہ یہودیوں اور عیسائیوں (دونوں) کا وجود تسلیم کرتے ہیں اس طرح قادیانیوں کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنے سے پہلے ان تینوں امتوں کا وجود تسلیم کریں کہ دُنیا میں یہودی بھی ہیں عیسائی بھی ہیں اور مسلمان بھی ہیں۔ یہ بات کس قدر غلط اور ظلم بالائے ظلم ہے کہ وہ کہیں کہ دُنیا میں یہود و نصاریٰ دو اُمتیں تو موجود ہیں لیکن امتِ مسلمہ کوئی نہیں وہ صرف ہم ہیں مرزا غلام احمد

کو نبی مانتے ہیں۔ جو لوگ پہلے بطور مسلمان دنیا میں موجود تھے اب وہ مسلمان نہیں رہے وہ جنگلوں کے سؤر ہو چکے ہیں اور جو بھی مرزا غلام احمد کی کتابوں کی تصدیق نہیں کرتے وہ سب حرامزادے ہیں۔ حلال کی اولاد نہیں ہیں۔

ان اشتعال انگیز دعووں سے اگر بحران پیدا نہ ہو تو اور کیا ہو ـــــ مسلم لیگ کی موجودہ حکومت کا فرض ہے کہ اگر وہ ملک میں امن دیکھنا چاہتے ہیں تو قادیانوں کو مسلمانوں سے الگ اپنے مقام پر رکھیں۔

یاد رکھیں یہ تحریک حکومت کی دہشت سامانیوں سے دب تو سکتی ہے لیکن رُک نہیں سکتی اور ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ امتِ مسلمہ اپنا وجود قائم اور محفوظ رکھنے کا آئینی حق منوالے گی اور قادیانی مبلغین مجرموں کی طرح مسلمانوں کے سامنے کٹہروں میں کھڑے کیے جائیں گے۔

○

اُمتِ مُسلمہ کی وحدت صرف مسئلہ عقیدہ ختم نبوت سے قائم ہے

یُوں تو امتِ اسلامیہ کے لیے ہزاروں باتیں واجب التسلیم اور لائق انقیاد ہیں ـــــ اور ایمان ہے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ تعلیمات کی تصدیق کا نام ـــــ لیکن غور سے دیکھا جائے تو ان سب میں امتِ مُسلمہ کی وحدت کا محور عقیدہ ختم نبوت ہے ـــــ اور اختلافات آپس میں کتنے ہی کیوں نہ ہوں کسی انسانی گروہ کو امت کی لڑی میں پرونے کے لیے ایک نبوت کے گرد جمع ہونا ضروری ہے۔ ایک امت اس وقت تک کے لیے ایک امت ہے جب تک ہدایت کے لیے صرف ایک سمت دیکھے نبی حقیقت کو بارات الٰہی دیکھتا ہے اور امتی ہر دینی بات کے لیے نبی کی طرف رُخ کرتا ہے جب تک سارے امتی ایک نبوت کے گرد جمع نہ ہوں وہ ہدایت کے لیے ایک سمت رُخ کرنے والے کیسے ہو سکتے ہیں۔

وہ لوگ جن کا دھیان دینی رہنمائی کے لیے مختلف سمتوں کی طرف ہو وہ افراد تو ہو سکتے ہیں

لیکن جماعت نہیں. انسانوں کی ایک بھیڑ ہو سکتے ہیں ایک امت نہیں. قطروں کا نام دریا اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ اس کا دھارا ایک طرف بہتا ہو.

مسلمان چودہ سو سال سے اس ایک دھارے میں بہتے چلے آ رہے ہیں. جب تک کوئی فرد یا گروہ اس دھارے کو نہ چھوڑے وہ کسی نئی نبوت کا معتقد نہیں ہو سکتا. قادیانیوں کی اپنی سلامتی بھی اسی میں ہے کہ وہ اپنی جُدا راہ لیں اور اس کے پیرو اسے صرف اسی راہ سے جائیں. چودہ سو سال کی شاہراہ نئی نبوت کی گرانباری کی متحمل نہیں ہو سکتی.

حدیث من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا میں استقبل قبلتنا میں اسی ایک سمت دیکھنے کی تعلیم ہے. نماز میں قبلہ رُخ ہونا تو من صلی صلاتنا میں آ گیا تھا اور اکل ذبیحتنا میں بھی وہی لوگ مراد ہیں جو ہمیں کسی نئی نبوت کو نہ ماننے کے باعث کافر نہ کہتے ہوں.

مرزا غلام احمد کو نبی ماننے والے ہم مسلمانوں کو برملا کافر کہتے ہیں اور ان کے نزدیک مرزا صاحب کے دعوےٰ نبوت کے بعد مرزا غلام احمد کو نبی نہ ماننے والا ہر شخص منطقی طور پر کافر قرار پاتا ہے. سو ہمیں کافر سمجھنے والے ہمارے نزدیک من اکل ذبیحتنا کے تحت جگہ نہیں پاتے. اب بجائے اس کے کہ یہ چند تنکے اس پُورے دریا کو گدلا کریں. سلامتی اسی میں ہے کہ ان تنکوں کو دریا سے نکال کر انہیں اپنے حال پہ چھوڑ دیا جائے. پھر یہ خود ایک غیر مسلم اقلیت کا رُوپ اختیار کر لیں اور تاکہ پُوری رُوئے زمین ان کے لیے تنگ نہ ہو جائے اور پُوری امت ختم نبوت کے انکار کے اس عظیم مفسدہ سے نجات پا جائے گی.

خانہ کعبہ ہمارا صرف قبلہ نماز نہیں سمت ہدایت بھی ہے. ہم سعودی عرب کو اپنا دینی مرکز سمجھتے ہیں. یہ سرزمین اب قیامت تک کے لیے دارالایمان ہے کفرستان نہیں ہو سکتی. یہاں حق ہمیشہ کے لیے داخل ہوا اور کفر ہمیشہ کے لیے نکل بھاگا تھا. جاء الحق و زھق الباطل قرآن کی دی ہوئی سند ہے.

حضور ختمی مرتبت کے بعد اگر کسی اور نبی کا آنا مانا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کہاں مبعوث ہوا. اگر عرب میں کہیں باہر سے آیا ہے تو کیا عالم عرب اس کے انکار سے یکسر کفرستان نہ بنا.

اور کیا یہ قرآن کا کھلا انکار نہیں۔

انگریز ہندوستان کو کیوں وہ مذہبی تقدس دینا چاہتے تھے۔ جو کہ مسلمانوں میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو حاصل ہے صرف اس لیے کہ وہ یہاں سے مسلمانوں کا ایک وفادار طبقہ پیدا کریں۔ اور مسلمانوں کی اعتقادی مرکزیت عرب سے ہندوستان منتقل ہو جائے۔

دنیائے عرب مسلمان ہے پھر کئی غیر عرب ممالک بھی مسلمان ہیں جیسے ترکی انڈونیشیا اور افغانستان وغیرہ۔ تحریک خلافت نے ثابت کیا کہ ہندوستان کے مسلمان بھی اپنے کو دنیائے اسلام کا ایک حصہ سمجھتے ہیں۔ انگریزوں کی دوررس نظر اس پر تھی کہ دنیائے عرب ہندوستان کے مسلمانوں کو دور کرکے مرکز اسلام کو کمزور کیا جائے اور ہندوستان میں ان کا ایک ایسا طبقہ پیدا ہو جو دل و جان سے انگریزوں کا خیر خواہ رہے۔

قادیانیوں کا جو وفد ۲۲، مارچ ۴۴ء کو دہلی میں لارڈ ولنگڈن سے ملا۔ اس میں یہ ایڈریس وائسرائے ہند کو پیش کیا گیا تھا:۔

> جناب عالی! جماعت احمدیہ کا سیاسی مسلک ایک مقررہ شاہراہ ہے جس سے وہ کبھی ادھر ادھر نہیں ہو سکتے اور وہ حکومت کی فرمانبرداری اور امن پسندی ہے۔[1]

کیا پاکستان میں قادیانی اس مسلک پر ہیں؟ اگر حکومت پاکستان انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دے تو یہ حکومت پاکستان کے اس فیصلے کو کبھی نہ مانیں گے اور ان کا مندرجہ بالا دعویٰ ایک بےکسی کی تصویر بن کر رہ جائے گا۔ یہ کھٹے بندوں پھر اپنے اسی آقا کی طرف بھاگیں گے جس کی خاطر انہوں نے اپنا وہ سیاسی مسلک قائم کیا تھا۔

پنڈت جواہر لال نہرو کی بھی کوشش تھی کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو عرب ممالک سے بے پرواہ کرکے ہندوستان کا وفادار بنایا جائے۔ ڈاکٹر اقبال نے قادیانیوں کو غیر مسلم ثابت کرنے کے لیے جو مضامین لکھے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے ان کا جواب اسی لیے لکھا تھا۔ مرزا بشیر الدین محمود لکھتا ہے:۔

> پنڈت جی نے ڈاکٹر اقبال کے ان مضامین کا رد لکھا ہے جو انہوں نے احمدیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ قرار دینے کے لیے لکھے تھے۔[2]

پنڈت جواہر لال کو امید تھی کہ کچھ مسلمان ہندوستان سے وہ عقیدت قائم کریں جو لبیہ دنیائے عرب سے قائم کیے ہوئے ہیں۔

---

[1] پرچہ الفضل ۱۳، اپریل ۱۹۳۴ء [2] ایضاً ۱۱، جون ۱۹۳۶ء

مقدمہ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

انیسویں صدی کے نصف آخر اور بیسویں صدی کے شروع میں مسلم دنیا بہت سے تطورات سے دوچار ہوئی سیاسی شوکت چھنی تو اسلام کے کئی بنیادی عقائد بھی ان سیاسی تطورات کا تختہ مشق بن گئے۔ اسلام کی بعض تعلیمات جو عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ثبوت و مفہوم میں قطعی اور صریح چلی آ رہی تھیں نظریات بننے لگیں۔ اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا عقیدہ جو تیرہ سو سال سے بغیر کسی تاویل و تخصیص کے قطعی اور صریح چلا آ رہا تھا۔ انیسویں صدی میں ایران میں اور بیسویں صدی کے آغاز میں ہندوستان میں تختہ مشق بنا۔ یہ الحاد ایران اور ہندوستان میں مسلم دنیا کے سامنے ایک سیلاب بن کر اٹھا اور قرآن کریم اور پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر یقین رکھنے والی اقوام کے کچھ افراد کٹ کٹ کر نئے مدعیانِ نبوت کی گود میں گرنے لگے مسلم قومی وحدت کے عظیم قلعے میں بڑا شگاف ہوا اور مسلم دنیا ایک بڑی جنبش سے دوچار ہوئی علماء اسلام قرآن و سنت کی صحیح مرادات کے تحفظ کے لیے اُٹھے اور نئی نبوتوں کی راہ ہموار کرنے والی الحادی تعبیرات کے جواب میں ہر دو تحریکوں کے خرمنِ امن پر بجلی بن گرے

اُنیسویں صدی سے پہلے اسلام کی علمی دنیا میں ختم نبوت پر کبھی کوئی طویل بحث نہ چلی تھی۔ نہ اس کی ضرورت تھی۔ خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں مسلمانوں میں مسیلمہ کذاب[1] اور اسود عنسی مدعیانِ نبوت اُٹھے۔ مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے خلاف اجماعًا اٹھ کھڑے ہوئے

---

[1] مسیلمہ کذاب عام مسلمانوں کی طرح نماز بھی پڑھتا تھا اور اپنی اذان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعلان بھی کرتا تھا (دیکھئے تاریخ طبری جلد ۳ ص۲۴۴) محدث محمد بن اسمٰعیل الامیر الصنعانی (۱۱۸۲ھ) لکھتے ہیں۔ الاتری ان بنی حنیفة کانوا یشھدون ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمدًا رسول اللّٰہ ویصلون ولکنھم قالوا ان مسیلمة نبی فقاتلھم الصحابة وسبوھم (تطھیر الاعتقاد عن ادران الالحاد ص۵۰) اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ مسیلمہ کو امتی نبی سمجھتے

صحابہؓ کے اس اجماعی اقدام اور اسلام کی سیاسی شوکت نے مسئلہ ختم نبوت میں کسی رخنہ کو جگہ نہ پانے دی اور یہ مسئلہ اسلام کے بنیادی عقائد میں بغیر کسی تاویل وتخصیص کے آگے منتقل ہوتا رہا۔ ہاں انیسویں صدی مسلمانوں کے سیاسی تنزل کے باعث ان الحادی تحریکوں کا اجماعی جواب نہ بن سکی اور سیاسی مفادات حاصل کرنے کے خواہشمند بے علم مسلمان ان کا شکار ہونے لگے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو ان الحادی سیلاب کے آگے علمی بند باندھنے پڑے اور پھر یہ مسئلہ ختم نبوت بیسویں صدی کا ایک بڑا علمی موضوع بن گیا۔

ایران میں بہائی تحریک

ایران میں غیر ملکی حکومت کا براہ راست دخل نہ تھا۔ اس لیے وہاں کی الحادی تحریک کچھ مخلص رہی۔ پیروان بہاء اللہ (ھ) نے قرآن کریم اور حضور پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت پر اظہار ایمان کے باوجود واضح طور پر اقرار کیا کہ بہاء اللہ کو نبی ماننے کے بعد اب وہ مسلمان نہیں رہے۔ نبوت بدلنے سے اب ان کی قوم بدل گئی ہے اور نئے نبی پر ایمان لانے کے بعد اب وہ اس پہلے نبی کی امت میں نہیں رہے جس کے گرد وہ پہلے جمع تھے۔ گو وہ اس کی نبوت اور رسالت پر اب بھی تاریخی اعتبار سے سچنتہ عقیدہ رکھتے ہیں ـــ بہائی اپنے آپ کو نہ مسلمان کہتے ہیں نہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ بہائیوں کے اس طرز عمل سے ان کی تحریک مسلمانوں کے لیے زیادہ فتنہ نہ بن سکی۔ علامہ اقبال مرحوم لکھتے ہیں :-

> میرے نزدیک ...... بہائیت قادیانیت سے زیادہ مخلص ہے۔ کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے لیکن مؤخر الذکر (قادیانیت) اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پہ قائم رکھتی ہے لیکن باطنی طور پہ اسلام کی

تھے اور حضور خاتم النبیینؐ کا کلمہ پڑھتے تھے اور نمازیں بھی ادا کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے مرزا غلام احمد نے ماتحت نبوت کا تصور یہیں سے لیا ہے۔

روح اور مقاصد کے لیے مہلک ہے۔ اس کا حاسد خدا کا تصور کہ جس کے پاس دشمنوں کے لیے لاتعداد زلزلے اور بیماریاں ہوں۔ اس کا نبی کے متعلق نجومی کا تخیل اور اس کا روح مسیح کے تسلسل کا عقیدہ وغیرہ یہ تمام چیزیں اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہیں۔ گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے[1]

ہندوستان میں قادیانی تحریک

ہندوستان پورے طور پر انگریزی حکومت کے قبضہ میں تھا۔ وہاں قادیانی تحریک محض ایک دینی الحاد نہیں، برطانوی سامراج کے آگے ایک کامل انقیاد بھی تھا۔ اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ انگریزوں کو اسلام کے نام پر اپنے اولی الامر میں داخل کرے اور ایک ایسا طبقہ تیار کیا جائے جو مجبوراً نہیں دل وجان سے انگریزوں کا فرمانبردار رہے — انگریزی حکومت کے استحکام کے ساتھ مسلمانوں کی قومی وحدت میں انتشار اسی طرح پیدا ہو سکتا تھا کہ قادیانی لوگ مرزا غلام احمد (وفات ۱۹۰۸ء/۱۳۲۳ھ) کی نبوت کے اقرار کے باوجود یہ تسلیم نہ کریں کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ تاکہ اسلامی وحدت کے قلعے میں نت نئے شگاف پڑتے رہیں تا آنکہ الحادی قافلوں کی آمد و رفت اس قلعے کو یکسر تسخیر کر لے۔

یہ وہ وقت تھا جب ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت تھی اور مسلمان یہاں کبھی کبھی آزادی کی چنگاری روشن کرتے رہتے تھے جسے ہمیشہ کے لیے بجھانے کی ذمہ داری مرزا صاحب نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ مرزا صاحب نے اپنے اس سیاسی مقصد کے لیے قرآن کو استعمال کیا۔

قرآن کریم میں ہے:۔

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ (پ النساء ۵۹)

ترجمہ: تم اللہ کی اطاعت کرو اور اس رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے اولی الامر ہوں۔

---

[1] حرف اقبال ص۱۲۳ مرتبہ لطیف احمد شروانی

مسلمان انہی اولی الامر کی اطاعت کو واجب جانتے تھے جو مسلمانوں میں سے ہوں. مگر مرزا غلام احمد نے اپنی جماعت کو کہا۔

میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے ان کے مطیع رہیں۔[1]

اس میں مرزا صاحب نے دبے لفظوں میں تسلیم کیا ہے کہ انگریز پہلے سے اولی الامر میں داخل نہ تھے۔ یہ اب مرزا صاحب کا کام ہے جو انہیں اولی الامر میں داخل کیا جا رہا ہے۔

مرزا غلام احمد یہ بھی لکھتا ہے۔

میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں۔[2]

میں نے نہ صرف اسی قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی اطاعت کی طرف جھکایا، بلکہ بہت سی کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں تالیف کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا۔[3]

جو لوگ میرے ساتھ مریدی کا تعلق رکھتے ہیں وہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جاتی ہے کہ جن کے دل اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی سے لبالب ہیں۔[4]

سب مسلمانوں کو بار بار تاکید کی اور معقول وجوہ سے ان کو اس طرف جھکایا کہ وہ گورنمنٹ کی اطاعت بدل وجان اختیار کریں۔[5]

یہ صرف علمی قسم کے اختلاف نہ تھے

مرزا غلام احمد کے مسلمانوں سے اختلافات محض علمی حدود میں نہ تھے۔ ان میں انگریزی سیاست بھی کارفرما تھی اور سیاست میں بھی مرزا صاحب محض ایک رائے نہ رکھتے تھے۔ بلکہ ان کی نیت انگریز

---

[1] ضرورۃ الامام ص۲۳ مرزا غلام احمد [2] تریاق القلوب ص۱۵ [3] تبلیغ رسالت حصہ ۷، ص۱ [4] ایضاً حصہ ۲ ص۶۵
[5] کشف الغطاء، ص۱۳ مرزا غلام احمد

حکومت کی خدمت تھی کسی کی نیت پر حملہ اچھی بات نہیں لیکن مرزا صاحب اپنے اس مشن میں اتنے دُور نکل گئے کہ کفر کی زد میں آ گئے۔ قادیانیوں کی یہ شکایت درست نہیں کہ مسلمان انہیں کافر کیوں سمجھتے ہیں، مرزا صاحب کو ان کے مشن نے ہی یہاں تک پہنچایا ہے۔ مرزا صاحب اپنی نیت خود یُوں بیان کرتے ہیں:۔

> جس گورنمنٹ کی اطاعت اور خدمت گزاری کی نیت سے ہم نے کئی کتابیں مخالفتِ جہاد اور گورنمنٹ کی اطاعت میں لکھ کر دُنیا میں شائع کیں اور کافر وغیرہ اپنے نام رکھوائے۔ [1]

جب انہوں نے خود ایسے نام رکھوائے تو اب گلہ اور شکوہ کس بات کا ہے۔

○

قادیانی تحریک کا سیاسی پہلو

اس وقت ہم انگریزی حکومت اور بانی سلسلہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نیت پر بحث کرنا نہیں چاہتے۔ مرزا صاحب نے اپنی نیت خود اُگل دی ہے۔ نہ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ختم نبوت کے منکر میں الحاد کی راہ چلنے والے سب جان بوجھ کر یہ کھیل کھیل رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگوں کے ذہن میں شک کے کانٹے بھی کسی جہت سے چبھے ہوں اور تحریک سے مسلسل وابستگی نے ان کے ذہن کو اس الحاد میں مخلص بنا دیا ہو۔۔۔ ہمیں اس وقت اس مسئلے سے صرف علمی سروکار ہے۔ ہم صرف ان ذہنوں کے لیے جو کسی جانبداری کے بغیر محض علمی حدود میں رہ کر اس مسئلہ کو سمجھنا چاہتے ہیں، یہ ہدیہ تحقیق پیش کر رہے ہیں۔ بات کو دل میں اُتارنا اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے۔ وھو المستعان وعلیہ التکلان۔

ہماری اس کوشش کا نمایاں پہلو اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کا اصلی پیرایہ اور اس کے

---

[1] تبلیغ رسالت حصہ ۱۰ ص۲۸

اس قطعی معنی و مفہوم کا تاریخی تسلسل ہے ___ محورِ تحقیق یہ ہے کہ تاجدارِ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نے اپنی چودہ سو سالہ تاریخ میں عقیدہ ختم نبوت کو کس معنی و مفہوم میں قبول کیا ہے۔ ہاں پس منظر کے طور پر ہم ان وجوہ کو نظر انداز نہیں کر سکتے جن کے باعث اس دور میں یہ چودہ سو سال کا متفق علیہ عقیدہ نہایت بے دردی سے اختلافی بنا دیا گیا۔

○

ختم نبوت میں اختلاف پیدا کرنے کے عوامل

یہ بات تو کچھ دیر بعد کھلے گی کہ ان سیاسی تطورات میں ختم نبوت کا مسئلہ کیسے زیرِ مشق آ گیا۔ پہلے قدم پر انگریزی حکومت کی کوشش تھی کہ مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو لگام دی جائے۔ انگریز حکمران مسلمان کے جذبہ جہاد کی ایک جھلک ۱۸۵۷ء میں دیکھ چکے تھے اور اب وہ چاہتے تھے کہ اس انقلابی مذہبی جذبہ کو ہندوستان میں ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے اور یہ چونکہ ایک مذہبی عمل ہے اسے مذہبی طور پر ہی ختم کیا جائے۔

۱۸۵۷ء کی تحریک میں انگریزوں کو اپنے وفاداروں اور باغیوں کا پورا پورا علم ہو چکا تھا۔ قادیان میں مرزا غلام احمد کے والد مرزا غلام مرتضیٰ نے انگریزوں کی بہت مدد کی تھی اور انہیں قادیان سے پچاس گھوڑے مع سواروں کے فراہم کیے تھے۔ تحریک ختم ہونے پر انگریزوں نے قادیان پر اُمید کی نظر رکھی اور تاریخ گواہ ہے کہ دیکھتے دیکھتے مرزا غلام احمد میدان میں آ گئے۔ باغیوں نے ۱۸۶۸ء میں دارالعلوم دیوبند کی بنا رکھی اور وفاداروں نے بیس سال بعد یکایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا اعلان کر دیا۔

انگریزوں کو اس اعلان سے صدمہ ہونا چاہیئے تھا کہ یہ کون ہے جسے حضرت مسیح کی جگہ کھڑا کر دیا گیا ہے۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ وہ اس اعلان کے پس پردہ ایک بڑا دُور کا خواب دیکھ رہے تھے یہ انگریزوں کا مسلمانوں کے جذبہ جہاد کے خلاف پہلا مؤثر قدم تھا۔ وہ جان چکے تھے کہ اسلامی تعلیمات کی رُو سے

حکم جہاد کب روکا جاسکتا ہے۔

○

مسلمانوں کے جذبہ جہاد کی روک تھام

مرزا غلام احمد قادیانی نے :-

① پہلے انگریزوں کو قرآنی حکم اولی الامر منکم کی اطاعت میں داخل کیا۔ ان کی اطاعت کو فرض کیا اور ان کی مخالفت کو حرام کہا۔

② پھر ان کے احسانات یاد کرا کر انہیں محسنین سے نیکی کرنے کی تلقین کی۔

③ پھر انہیں مسلم ممالک کے مسلمان حکمرانوں کے مقابلہ میں لاکر وقت کی بہترین مخلوق قرار دیا۔

④ پھر بطور ملہم (جسے خدا کی طرف سے الہام ہو) کے انگریزوں کی اطاعت کو خدائی حکم کہا۔

⑤ اور پھر اسلام کے مسئلہ جہاد کے خلاف پورے پرپرزے نکال لیے اور اسے ایک بدترین عمل قرار دیا۔

○

مسیح کی آمد پر جہاد کا اختتام

اسلامی تعلیمات میں مسئلہ جہاد اتنا روشن ہے کہ اسے ختم کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول جو علامات قیامت میں سے ہے اور جن کی آمد پر کفر کی صف لپیٹ دی جائے گی۔ یہود و نصاریٰ دونوں قومیں حضرت مسیح پر صحیح طور پر ایمان لے آئیں گی اور مسلمان ہو جائیں گی اور دوسری بھی کوئی کافر قوم باقی نہ رہے گی ــــ اب ان حالات کے آثار میں یضع الحرب کی خبر موجود تھی۔ وہ یہ کہ اس وقت جہاد کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ کیونکہ اس کا موضوع "کفر اور اس کے لیے عناد" موت کی آغوش میں جا چکے ہوں گے۔

اب ضرورتِ جہاد باقی نہ رہنے کی صرف ایک ہی صورت ہو سکتی تھی کہ اس برطانوی دورِ اقتدار کو وقت مسیح قرار دیا جائے۔[1] تاکہ جہاد کے یکسر خاتمہ کا اعلان کیا جا سکے انگریزی حکومت کو ضرورت تھی کہ اس وقت حضرت عیسیٰ بن مریم نزول فرمائیں۔

مسیح ناصری کا انتظار نہ کرنے کا پروگرام

خدائی فیصلے انسانی پروگرام کے ماتحت نہیں ہوتے۔ اس لیے تدبیر یہ ہوئی کہ اس وقت کوئی اور شخص مسیح ابن مریم کے نام سے کھڑا کیا جائے اور جن آیات اور احادیث میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے قرب قیامت میں آنے کی خبر دی گئی ہے ان کا مصداق اسے قرار دیا جائے اور وہ مثیلِ مسیح[2] کے نام سے جلوہ گر ہو ___ اس سکیم کے لیے ضروری تھا کہ پہلے اصل عیسیٰ ابن مریم کو مارا جائے تاکہ کسی کا انتظار باقی نہ رہے اور اس وقت کے جملہ احکام[3] اس مثیلِ مسیح پر منطبق کرنے میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے

---

[1] مرزا صاحب کے اس موضوع پر اشعار ان کی کتاب تحفہ گولڑویہ کے ضمیمہ میں موجود ہیں جن کا نمونہ یہ ہے سے

کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر ۔۔۔ کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سید کونین مصطفےٰ ۔۔۔ عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا
اب آگیا مسیح جو دین کا نام ہے ۔۔۔ دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
لوگوں کو یہ بتاؤ کہ وقت مسیح ہے ۔۔۔ اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۷/۲۹)

[2] میں نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں ..... بلکہ میری طرف سے عرصہ سات یا آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل ہوں۔ (ازالہ اوہام ص ۹۳) [3] جیسے عدم ضرورت جہاد وغیرہ، مرزا صاحب خود لکھتے ہیں، اور یاد رکھو اسلام میں جو جہاد کا مسئلہ ہے میری نگاہ میں اس سے بدتر اسلام کو بدنام کرنے والا اور کوئی مسئلہ نہیں۔ (تبلیغ رسالت جلد ۱۰ ص ۱۲۴)

مثیل مسیح بننے کے لیے اس وقت صرف مرزا غلام احمد تیار ہوا اور کوئی شخص اتنا بڑا دعویٰ کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ قرعہ فال اب اسی کے نام آیا۔ لیکن اس میں پھر مرزا غلام احمد کے سامنے ایک مشکل تھی وہ یہ کہ اس کا کریکٹر اس طرح کا صاف نہ تھا کہ اسے ایک نبی اللہ کی جگہ پیش کیا جا سکے ــــ اس میں مرزا غلام احمد اپنے کو تو کچھ اونچا نہ کر سکے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کا کریکٹر اس قدر گھناؤنا بتلایا جائے کہ لوگوں کے لیے پھر مرزا غلام احمد کو مثیل مسیح ماننا زیادہ مشکل نہ رہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کریکٹر پر حملے

مرزا غلام احمد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کریکٹر اور چال چلن کو اس انداز میں پیش کیا کہ اس "مثیل ہونے کے مدعی" کا ذاتی چال چلن اور کردار اس اصل مسیح سے کچھ زیادہ دور نظر نہ آنے لگا۔ ان ضروریات کے ماتحت پہلے وفاتِ مسیح کا مسئلہ مرکز بنا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کریکٹر چال چلن اور شرافت پر غلط اور نازیبا حملے اس سلسلہ کی ایک کڑی تھے اور پھر مثیل مسیح کے آنے کا اعلان تھا اور پھر وفاتِ مسیح کا عقیدہ ان کا مرکزی دعویٰ تھا۔

وفاتِ مسیح سے مثیل مسیح کو اس اُمت میں لانے کا انتظام

اس کے بعد مرزا غلام احمد کا دعوے کہ میں مثیلِ مسیح ہوں کھل کر سامنے آگیا اور مرزا غلام احمد نے اس میں اتنی سبقت کی کہ حضرت عیسیٰ پر بھی اپنی افضلیت کا اعلان کر دیا۔

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسیٰ کجا است تا بنہد پا بہ منبرم

اور اس نے برملا کہا:-

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ــــ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔

○

اس تحریک میں لفظ نبی اللہ کی پہلی آمد

جب مرزا غلام احمد نے اپنے تئیں مسیح موعود ٹھہرایا اور کہا کہ جس مسیح ابن مریم نے آنا تھا وہ میں ہی ہوں۔ تو پھر سوال اُٹھا کہ مسیح ابن مریم کے لیے چونکہ نبی اللہ کے الفاظ بھی آتے ہیں گو ان کی یہ نبوت[1] نافذ نہ ہوگی۔ اس لیے اس مثیل مسیح کو نبی اللہ قرار دینا بھی ضروری ہے۔ اس کا موضوع چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کی نبوت یافتہ کوئی شخصیت نہ تھی کہ اس کی آمدِ ثانی پر مسئلہ ختم نبوت زیر بحث نہ آئے اور اس کا موضوع ایک بعد کا پیدا شدہ شخص بنا۔ اس لیے ختم نبوت کے مسئلہ میں بھی ترمیم کی ضرورت پیش ہوئی۔

○

عقیدہ ختم نبوت میں ترمیم کا آغاز

مسیح ابن مریم کی آمد ثانی اسلامی عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہ تھی۔ اس لیے کہ وہ حضور ختمی مرتبت سے پہلے کے نبوت یافتہ ہیں اور آمدِ ثانی پر بھی وہ حضور کی ملت کو منسوخ نہ کریں گے۔ بلکہ ماتحت ہو کر رہیں گے۔ مگر چونکہ بعض بزرگانِ اسلام کی ایسی عبارات موجود تھیں جو کسی پہلے کے نبوت یافتہ انسان کے ظہورِ ثانی پر آنحضرتؐ کے ماتحت رہنے پر دلالت کر رہی تھیں[2] اور اس غیر تشریعی نبوت کا حضورؐ کی ختم نبوۃ سے کوئی تصادم نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے ان عبارات کے دوسرے پہلو کا ناجائز سہارا لے کر مرزا غلام احمد کے دعوئے نبوت کو کچھ قوت دی گئی۔ اور اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کی ترمیم کے لیے یہ راہ الحاد ہموار

---

[1] یعنی اصل مسیح ابن مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام [2] جیسے ایک سلطنت کا حکمران جب کسی دوسری سلطنت میں جاتا ہے تو وہ مسلوب الحکومت نہیں ہوتا بلکہ ہوتا وہ حکمران ہی ہے لیکن اس کی حکومت وہاں نافذ نہیں ہوتی [3] کہ وہ ملت کو منسوخ نہ کرے بلکہ شریعت محمدیہ کے تابع ہو کر رہے۔

ہوگئی کہ کسی پرانے نبی کے ماتحت ہو کر آنے کی بجائے نئے ماتحت نبی کا پیدا ہونا جائز قرار دیا جائے یہ عقیدہ ختم نبوت کے مضبوط قلعہ میں پہلا شگاف تھا۔

○

ان تمام منازل کے طے کرنے کا مقصد جہاد کی حرمت اور انگریزی حکومت کا استحکام تھا۔ وفات مسیح ـــ مثیل مسیح ـــ اجرائے نبوت ـــ اور ماتحتِ نبی ـــ یہ محض راستے کے سٹیشن تھے۔ اصل منزل اپنی جگہ سامراج کا استحکام ہی تھا اور اس کی انگریز حکومت کو ضرورت تھی ـــ جہاد کی حرمت محض مسئلہ کے بیان کے لیے نہ تھی ـــ بلکہ اس میں نیت انگریزی حکومت کی خدمت تھی۔[1]

○

نئی نبوت پر پرانی نبوتوں کے دلائل

جب اس الحادی عقیدہ ختم نبوت کی اسلامی عقیدہ ختم نبوت سے ٹکر ہوئی تو مرزا غلام احمد نے اسے ایک خاص قسم کی نئی نبوت قرار دیا۔ اور اسے ایک نئی اصطلاح[2] کہا۔ یہ نہ کہا کہ میں پچھلے نبیوں کے منہاج پر اس وقت کا ایک نبی ہوں۔ قادیانی حضرات کی انتہائی بے بسی اور بے چارگی ہے کہ مسئلہ ختم نبوت زیر بحث آنے پر وہ انہی آیات کا سہارا لیتے ہیں جن میں کسی سابقہ وقت کے نبیوں

---

[1] مرزا غلام احمد خود لکھتا ہے۔

"جس گورنمنٹ کی اطاعت اور خدمت گزاری کی نیت سے ہم نے کئی کتابیں مخالفت جہاد اور گورنمنٹ کی اطاعت میں لکھ کر دنیا میں شائع کیں اور کافر وغیرہ اپنے نام رکھوائے۔۔۔الخ

(تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صـ۲۸)

[2] ولکل ان یصطلح (تتمہ حقیقت الوحی صـ۶۸) یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے۔

(اربعین جلد ۲ صـ۲۵)

کے آنے کی خبر قرآن کریم[1] میں بطور حکایت ذکر فرمائی گئی ہے۔ حالانکہ جن معنی میں پچھلے نبیوں کی نبوت بھی خواہ تشریعی ہو خواہ غیر تشریعی۔ اس معنی اور مفہوم کو جب مرزا غلام احمد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم سمجھتے تھے اور اپنی نبوت کو ایک نئی اصطلاح قرار دیتے تھے تو مرزائی مبلغین پر لازم تھا کہ مرزا صاحب کے دعوے کے مطابق اس نئی قسم کی نبوت پر کوئی ایک آیت پیش کرتے۔ جس میں یہ امور مذکور ہوتے۔

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے لیے کسی نئے نبی کے پیدا ہونے یا مبعوث ہونے کی

---

[1] مثلاً یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی. (پ الاعراف آیت ۳۵) یہ ایک عالم ارواح کا خطاب قرآن پاک میں ذکر کیا گیا ہے اگر اس سے مرزائی حضرات اجرائے نبوت پر استدلال کریں گے تو کیا اس سے تشریعی نبوت اور مستقل غیر تشریعی نبوت ہر دو کے دروازے بھی کھلے نظر نہ آئیں گے؟ اور ظاہر ہے کہ قادیانیوں کے قول کے مطابق مرزا غلام احمد خود بھی ایسی ہر نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم مانتا ہے. قادیانیوں کو سوچنا چاہیئے کہ اس غلط اور بے محل استدلال سے سوائے ایک مغالطے کے انہیں کیا فائدہ حاصل ہوا. اسی طرح آیت من یطع اللہ و رسولہ .... سے ماتحت اور غیر تشریعی نبوت کا استدلال بھی غلط ہے. کیونکہ دوسرے پیغمبر کی اطاعت اور پیروی سے جو نبوت ملے ضروری نہیں کہ وہ غیر تشریعی ہی ہو. مرزا صاحب کے قول کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی سے ملی تھی. حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریعی پیغمبر تھے اور صاحب کتاب بھی تھے. مرزا صاحب خود لکھتے ہیں۔

ایک بندۂ خدا کا عیسیٰ نام جس کو عبرانی میں یسوع کہتے ہیں تیس برس تک موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کر کے خدا کا مقرب بنا اور مرتبہ نبوت پایا۔ (چشمۂ مسیحی ص۴۷)

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ ان لوگوں کے ہاں نبوت ایک کسبی فعل ہے. حالانکہ نبوت ایک مرتبہ وہبی ہے. جو خدا تعالیٰ کا اپنا ہی اصطفاء واجتبا ہے جس میں بندے کی اپنی محنت کا کوئی دخل نہیں اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ. قرآن پاک کی نص ہے۔

کی خبر ہوتی. کیونکہ بحث مطلق نبوت میں نہیں ـــــ نبوت بعد از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے گو وہ کسی درجہ کی ہو۔

- اس میں صرف غیر تشریعی نبوت کے اجراء کا بیان ہوتا اور تشریعی نبوت کے اجراء کا اس میں احتمال تک نہ پایا جاتا. کیونکہ نبوت کی اس قسم کے ختم ہونے کے مرزائی بقول خود قائل ہیں بعد وہ آیت خود ان کے اوپر گراں کیوں ہو۔

- اس میں مطلق غیر تشریعی نبوت کا بیان بھی نہ ہو بلکہ وہ غیر تشریعی نبوت ظلی یا انعکاسی حیثیت میں مذکور ہو. کیونکہ مستقل غیر تشریعی نبوت کے اجراء کے مرزائی خود بھی قائل نہیں سو وہ ایسی دلیل کیوں لاتے ہیں جو اُن پر بھی ایک بار ہو۔

تحقیق کا لطف تب ہے کہ قادیانی حضرات ان تین شرائط کے مطابق مرزا غلام احمد کی نبوت کا ثبوت پیش کریں. مگر افسوس کہ یہ حضرات اپنے دعوے کے مطابق قرآن پاک کی ایک آیت یا ایک صحیح حدیث بھی آج تک پیش نہیں کر سکے. جس میں ان تین شرائط کے مطابق مرزا صاحب کی نبی معطلہ نبوت باقی ہونے کا کوئی ادنیٰ ثبوت موجود ہو۔

علماء اسلام کو چاہیئے کہ جن آیات میں تحریف کرتے ہوئے قادیانی مبلغ اجرائے نبوت کا استدلال کریں ان کے اصولی تحقیقی اور تفسیری جوابات دینے سے پہلے مرزائی مبلغین سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ اپنے دعوائے اجرائے نبوت کی یہ تینوں شرطیں ان آیات میں سے کسی ایک میں ہی دکھلادیں۔

جب ان کے خود دعوے اور دلیل میں ہی مطابقت نہیں اور وہ پوری تحریف کرتے ہوئے بھی کسی آیت سے اجرائے نبوت ان تین شرطوں کے ساتھ نہیں دکھا سکتے. تو اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ ختم نبوت کا زندہ اعجاز سمجھنا چاہیئے کہ قرآن و سنت میں تحریف و الحاد کی راہ چلنے کے باوجود مرزا بشیر الدین محمود سے لے کر قادیانی سلسلے کے ہر مبلغ تک تمام اکابر و اصاغر مرزا غلام احمد کے اس خاص دعوائے نبوت پر اسی قسم کی خاص دلیل پیش کرنے سے عاجز ہیں اور انشاء اللہ العزیز قیامت تک عاجز رہیں گے۔

نئی نبوت کے دعویداروں کا ایک نیا دوسوسہ

مرزا غلام احمد نبوت کی اس نئی تشریح سے وادی الحاد میں اترا۔ مگر اسے اپنے اس تصور نبوت پر کتاب و سنت سے کوئی دلیل نہ مل سکی۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مشہور مثل ہے آیئے اب قادیانیوں کا یہ تنکا بھی راستے سے ہٹاتے چلیں۔

ان لوگوں کا عوام کو مغالطہ دینے کا یہ ایک عجیب استدلال کیا ہے کہ جب نبوت خدا کی رحمت ہے تو یہ بند کیوں ہو گئی ہم کہتے ہیں کہ اگر غیر تشریعی نبوت خدا کی رحمت ہے تو تشریعی نبوت بھی تو کوئی زحمت نہیں۔ آخر وہ کیا بند ہو گئی۔ حالانکہ اس "رحمت" کے بند ہونے کے تو تم خود بھی قائل ہو۔ کیونکہ مرزائی مبلغین کے پاس ایسے چند سطحی مغالطوں کے سوا کوئی علمی اور ٹھوس دلیل موجود نہیں ہے۔

قادیانیوں کے ترکش کا آخری تیر

لے دے کے بزرگان اسلام کی چند عبارات ہیں جن میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کے پیش نظر پچھلے نبی کی آمد کو اس شرط کے ساتھ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت منسوخ نہ کرے اور شریعت محمدیہ کے تابع ہو کر رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے خلاف قرار نہیں دیا گیا۔ ان عبارات میں تاویل و تحریف کے ہاتھ صاف کرتے ہوئے مرزائی مبلغین انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نئے نبی کے پیدا ہونے کی دلیل بناتے ہیں اور اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت زمانی کے خلاف نہیں سمجھتے۔ حالانکہ یہ لوگ ان عبارات میں سے آج تک ایک ایسی عبارت نہیں پیش کر سکے جس میں ۔

- آنحضرت ختمی مرتبت کے بعد کسی غیر تشریعی نبی کے اس امت محمدیہ میں پیدا ہونے کی صراحت موجود ہو۔

○ اس کے سیاق و سباق اور تشریح میں حضرت عیسیٰ ابن مریم کا کوئی ذکر نہ ہو جیسا کہ علامہ طاہر پٹنی نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا نبی بعدہ نقل کرنے کے بعد ساتھ ہی یہ لکھ دیا وھذا ناظر الی نزول عیسیٰ بن مریم. اس روایت میں حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے سو اس میں کسی نئے نبی کی پیدائش کی خبر نہیں ہے حضرت عیسیٰ کے آنے کا بیان ہے اسی طرح ملا علی قاریؒ نے موضوعات کبیر میں جہاں اس نبی کی آمد کو جو آپ کی شریعت کو منسوخ نہ کرے آپ کے خاتم النبیین کے خلاف نہیں کہا وہاں تشبیہ کے طور پر حضرت عیسیٰ حضرت خضر اور حضرت الیاس کے نام لکھ دیتے ہیں کہ اگر حضرت عمرؓ یا حضرت ابراہیم حضورؐ کے بعد نبی ہونے ہوتے تو انہیں نبوت حضورؐ کی وفات سے پہلے ملتی جس طرح حضرت عیسیٰ حضرت خضر اور حضرت الیاس کو پہلے مل ہوئی تھی. آنحضرتؐ کے بعد کسی کو نبوت ملے گو غیر تشریعی کیوں نہ ہو یہ یقیناً آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کے خلاف ہے.

○ اس میں محض اجزائے نبوت (جیسے سچے خواب) یا بعض کمالات نبوت ملنے کا بیان نہ ہو بلکہ بعض افراد امت کے منصب نبوت پانے کی خبر ہو. جیسا کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی بعض عبارات میں اس امت میں مبشرات پائے جانے یا بعض کمالات نبوت ظاہر ہونے کی خبریں موجود ہیں.

○ اس نبی غیر تشریعی نبوت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت زمانی سے متصادم نہ ہونے کی صراحت ہو یہ نہ ہو کہ اس کے سباق میں تو ختم نبوت مرتبی کا ذکر ہو اور اسے کسی نئے غیر تشریعی نبی کی نبوت سے غیر متصادم کہا گیا ہو اور اسے اس دعوے سے پیش کیا جائے کہ کسی نئے غیر تشریعی نبی کی نبوت حضور کی ختم زمانی کے منافی نہیں ہے. حضرت مولانا محمد قاسم کی بات ختم نبوت مرتبی کے سباق میں کہی گئی ہے جسے قادیانی خیانت کے طور پر ختم نبوت زمانی بنا کر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مولانا کہتے ہیں کہ اگر حضورؐ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو اس سے آپ کی ختم نبوت زمانی میں کوئی فرق نہ آئے گا (استغفر اللہ) یہاں ختم نبوت زمانی کا کوئی ذکر نہیں ہے. بات بدل کر لوگوں کو مغالطہ دینا یہی تو راہ دجل

ہے۔ عقائد محکمات، (کھلی کھلی عبارات) سے ثابت ہوتے ہیں متشابہات سے نہیں کہ ختم نبوت مرتبی کی بات ختم نبوت، زمانی پر لگادو اور اسی پر کفر و اسلام کے فاصلے قائم کر لو۔ ہم نے تنقیح مبحث کے لیے یہ چار باتیں واضح طور پر ذکر کی ہیں۔

○ اس نئی تشریعی نبوت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت زمانی سے متصادم نہ ہونے کی صراحت بھی موجود ہو۔

ان چار شرطوں کے ساتھ آج تک مرزائی مبلغین اجرائے نبوت کے ثبوت میں ایک عبارت بھی اپنے دعویٰ کے مطابق پیش نہیں کر سکے۔ پس اصولاً ہمارے ذمہ مرزائیوں کے کسی استدلال کا جواب نہ تھا۔ کیونکہ مدعی اپنے دعوے ہی کو صحیح صورت میں پیش نہ کر سکے اور اس کے پاس اپنے دعوے کے مطابق ایک بھی دلیل موجود نہ ہو تو مدعا علیہ کے ذمہ کوئی جواب نہیں ہوتا۔ تاہم افادہ عام اور اتمام حجت کے لیے چند مختصر دلائل نہایت جامع مانع انداز میں ہدیہ قارئین ہیں۔ اور ان استدلالات کا پوری طرح تار و پود بکھیر دیا گیا ہے جن کے سہارے یہ مرزائی لوگ بھولے بھالے عام مسلمانوں کی متاعِ ایمان پر حملہ آور ہوتے۔

وما ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم مسئلہ ختمِ نبوت پر بحث کرنے سے پہلے کچھ مرزا غلام احمد کا بھی تعارف کرا دیں جو اس دور میں اس مسئلے کو نکھارنے کا باعث بنا۔

مرزا غلام احمد قادیانی

مرزا غلام احمد اپنے تعارف ولدیت قوم اور پیدائش کے بارے میں لکھتا ہے ۔

میرا نام غلام احمد میرے والد کا نام غلام مرتضیٰ اور دادا کا نام عطا محمد اور پردادا کا نام گل محمد تھا ..... میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترہویں برس میں تھا اور ابھی ریش و بروودت کا آغاز نہ ہوا تھا..... میری عمر قریباً چونتیس یا پینتیس برس کی ہوگی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا ..... میری زندگی قریب قریب چالیس برس کے زیر سایہ والد بزرگوار کے گزری ہے[1]

اس عبارت میں مرزا صاحب نے اپنا سن پیدائش احتیاطاً دو سالوں میں دائر رکھا ہے ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء کیونکہ ان دنوں تاریخ پیدائش پوری تعیین سے محفوظ رکھنے کا رواج نہ تھا یہ انداز کب تک ہوتا ہے ، جب بیان کرنے والا محتاط ہو کر بات کر رہا ہو ہم آگے مرزا صاحب نے اپنی عمر کا وہ حصہ بھی ذکر کیا ہے جب بچہ اپنے آپ کو سنبھال کر لڑکپن میں داخل ہوتا ہے اس عمر میں چار پانچ سال کم یا زیادہ ہونے کا کوئی شبہ یا احتمال باقی نہیں رہتا. چار پانچ ماہ کا فرق محسوس نہ ہونے پائے. اور بات ہے لیکن چار پانچ سال ـــ یہ ایک مدت وقیع ہے جس کے اس وقت مغالطے کی گنجائش نہیں ہوتی جب مسیں پھوٹنے کے قریب ہوں مرزا صاحب نے اپنے مذکور سن پیدائش کی توثیق میں اپنی عمر ۱۸۵۷ء میں سولہ یا سترہ سال کی ذکر کی ہے اس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ مرزا صاحب کی تاریخ پیدائش واقعی ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی اور سولہ سال بعد آپ قطعاً اس مغالطے میں نہ تھے کہ آپ کی عمر سولہ سال ہے یا اکیس سال ـــ نہ اس عمر میں عمر

[1] کتاب البریہ ص۱۳۴ ص۱۳۶

کے بارے میں کسی کو اتنا بڑا مغالطہ ہو سکتا ہے۔ اگر مرزا صاحب اپنا ایک سن پیدائش لکھتے اور پھر مدت العمر اس کا کہیں ذکر نہ ہوتا تو ساٹھ یا باسٹھ سال بعد جا کر بے شک یہ بات چل سکتی تھی کہ عمر باسٹھ سال ہے یا چھیاسٹھ سال۔ لیکن سولہ سترہ سال کی عمر میں اپنے پچھلے بیان کردہ سال پیدائش کی تصدیق آئندہ کے ہر اختلاف اور احتمال کو ختم کر دیتی ہے۔ پھر والد صاحب کے انتقال کے وقت پھر اپنی عمر بتانا بتلاتا ہے کہ آپ کا ابتدائی بتایا سن پیدائش ہرگز غلط نہ تھا۔

مرزا صاحب کے سال پیدائش میں ترمیم کرنے کی ضرورت

مرزا صاحب کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ مرزا صاحب بتا چکے تھے کہ از روئے الہام الٰہی ان کی عمر ۷۴ یا ۸۶ سال کے مابین ہوگی۔ مرزا صاحب کی عمر بوقت وفات ۶۸ سال کی تھی اس ناگہانی وفات سے ان کے اپنی عمر کے بارے میں سارے الہامات غلط ہو گئے۔ یہ سبب تھا جس کے باعث قادیانیوں کو مرزا صاحب کے سال پیدائش میں ترمیم کرنے کی ضرورت پیش ہوئی۔ کیونکہ سال وفات میں وہ قطعاً کوئی ترمیم نہ کر سکتے تھے۔ یہ تاریخ ہر خاص و عام کے سامنے واضح تھی ــــ انہوں نے پھر آپ کا سن پیدائش ۱۸۳۵ء مقرر کیا تاکہ آپ کی عمر ۷۲ یا ۷۴ سال تک لے جائی جا سکے اور ۱۸۵۷ء میں ان کی عمر بیس اکیس سال کی بتائی جسے مرزا صاحب سولہ سترہ برس بتا رہے ہیں جب ان کے ابھی ڈاڑھی نہ آئی تھی۔

(۲) خاندان کے لحاظ سے مرزا غلام احمد قوم مغل برلاس سے تھے۔ مغل بنو فارس میں سے نہیں[۱]۔ مرزا غلام احمد کو اپنے آپ کو بنو فارس میں داخل کرنے کی ضرورت تھی۔ کیونکہ حدیث میں ہے:

لو کان الایمان عند الثریا لناله رجال من ھؤلاء (رجل من فارس او قال من ابناء فارس)[۲]

---

[۱] اس خاکسار کا خاندان بظاہر مغلیہ ہے کوئی تذکرہ ہمارے خاندان میں نہیں دیکھا گیا کہ وہ بنی فارس کا خاندان تھا۔ (اربعین جلد ۲ ص۱۷) [۲] صحیح مسلم جلد ۲ ص۳۱۲ صحیح بخاری جلد ۲ ص۷۲

ترجمہ۔ اگر ایمان ثریا ستاروں تک اٹھا ہو تو بھی ابناء فارس سے ایک شخص یا اشخاص وہاں سے اسے لے آئیں گے

مرزا غلام احمد چاہتا تھا کہ میں اس بشارت کا مصداق ٹھہروں۔ پچھلے علماء امام سیوطی وغیرہ اس بشارت کا مصداق امام ابو حنیفہؒ کو ٹھہرا چکے تھے مرزا کو اب ان سے بڑی سند کی ضرورت تھی۔ اسے الہام ہوا کہ مغل برلاس بنو فارس میں سے ہیں اور اس بشارت کا مصداق تو ہے۔

مرزا غلام احمد لکھتا ہے۔

میرے پاس فارسی ہونے کے لیے بجز الہام الٰہی اور کچھ ثبوت نہیں[1]

اور پھر یہ بھی لکھا ہے۔

کیونکہ خاندانوں کی حقیقت جیسی کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کسی کو ہرگز نہیں[2]

مرزا غلام احمد کے خاندان کا سرکاری تعارف

میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب دربار گورنری میں کرسی نشین تھے اور سرکار انگریزی کے ایسے خیر خواہ اور دل کے بہادر تھے کہ مفسدہ ۱۸۵۷ء میں پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر پچاس جوان جنگ جو بہم پہنچا کر اپنی حیثیت سے زیادہ گورنمنٹ عالیہ کو مدد دی تھی۔[3]

ان پچاس گھوڑوں کا بدلہ انگریزوں نے مرزا غلام مرتضیٰ کو یہ دیا کہ ان کے بیٹے مرزا غلام احمد کو ایک بڑے کام کے لیے چنا اور مرزا غلام احمد نے اپنے والد کی سرکار برطانیہ کی اس خیر خواہی کو آسمانی استناد بخشا۔

میں تمام مسلمانوں میں اوّل درجے کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں۔ کیونکہ مجھے تین باتوں نے خیر خواہی میں اوّل درجہ کا بنا دیا ہے۔ ۱۔ اوّل والد مرحوم

---

[1] تحفہ گولڑویہ ص۲۹ [2] اربعین حصہ دوم ص۱۷ [3] تحفہ قیصریہ ص۱۶

کے اثر نے۔ ۲۔ دوم اس گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے۔ ۳۔ تیسرے خدا تعالیٰ کے الہام نے۔[1]

مرزا غلام احمد کی مذہبی زندگی کا آغاز

مرزا صاحب ملک میں ایک مذہبی شخصیت کے طور پر ۱۸۸۰ء میں متعارف ہوئے۔ مذہبی تعلیم انہوں نے بقول خویش فضل الٰہی، فضل احمد، گل علی شاہ اساتذہ سے حاصل کی۔ ۱۸۸۰ء میں انہوں نے اپنی پہلی تصنیف براہین احمدیہ شائع کی جس میں ان کا ادعا آریوں اور عیسائیوں کے اسلام پر حملوں کا توڑ تھا۔ اس زمانے میں پنڈت دیانند اور پادری فنڈر مسلمانوں کو بہت پریشان کر رہے تھے۔ پنجاب کے مسلمانوں نے مرزا غلام احمد سے بہت امیدیں باندھیں اور اسے براہین احمدیہ کے لیے بہت چندہ دیا۔ مرزا غلام احمد کا دعویٰ تھا کہ وہ پچاس حصوں میں اس کتاب کو مکمل کریں گے۔ مگر افسوس کہ مرزا صاحب نے خریداروں کو پانچ سے زیادہ حصے نہ دے سکے اور اپنی بریت میں کہا۔ پانچ اور پچاس میں صرف ایک صفر کا فرق ہے اور ظاہر ہے کہ صفر کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔

مرزا کا ذہنی تجزیہ ایک مبصر کی نظر میں

مرزا غلام احمد کے بارے میں اس کے بیٹے بشیر احمد مؤلف سیرۃ المہدی نے یہ تأثر دیا ہے کہ حضرت بہت بھولے بھالے اور سادہ تھے۔ دائیں اور بائیں جوتے میں امتیاز نہ کر سکتے تھے۔ کرتے کے بٹن تک لگانے کا سلیقہ نہ تھا۔ ہر وقت نیم مخمور کی سی حالت رہتی تھی ــــ بات اس طرح نہیں۔ علم گو ان کا پختہ نہ تھا مگر بلا کے ذہین تھے ــــ انہوں نے مسلمانوں کی اس بے چارگی میں جب وہ آریوں اور عیسائیوں کے ہاتھوں پریشان تھے براہین احمدیہ لکھنے کا اعلان کر دیا۔ براہین احمدیہ میں مرزا غلام احمد

---

[1] عاجزانہ درخواست روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۴۹۱

نے مسلمانوں کے کسی بنیادی عقیدہ سے تو اختلاف نہ کیا لیکن کہیں کہیں صوفیہ کرام کی طرح الہامات ولایت بکھیر دیئے ـــــ مسلمانوں کو اپنے بنیادی عقیدوں کے تحفظ کی ضرورت تھی۔ اس لیے اس وقت انہوں نے مرزا غلام احمد کی باتوں کو نوٹس نہ لیا۔ کئی پیر اور ملنگ الہامات کے مدعی بنے رہتے ہیں مرزا غلام احمد کی ان باتوں سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اصل کام جاری رہے۔ ہمیں ان الہامات سے کیا غرض ـــــ مرزا غلام احمد نے ان الہامات میں کہیں کہیں قرآن کی آیات بھی لکھیں جن سے عام شخص یہی سمجھتا ہے کہ اگر یہ الہام حق ہے تو ان آیات پہ کچھ محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر کہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو مخاطب کیا تو اس نے وہ آیات بھی اپنے الہامات میں لکھ دیں اور ذہن میں یہی رکھا کہ یہی آیات میرے آئندہ مسیح بننے کی بنیاد ہوں گی۔

۱۸۸۰ء ـــــ ۱۸۸۴ء میں براہین احمدیہ کے چاروں حصے شائع ہو گئے اور ۱۸۹۱ء تک مرزا کا اعلان یہ رہا :-

> میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن و حدیث کی رُو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔[1]

(۱) بارہ سال تک اپنے عزائم پردہ میں رکھنا

۱۸۸۰ء اور ۱۸۸۴ء کی تحریرات میں اپنے مسیح بننے کی زمین ہموار کر لینا اور پھر ۱۸۹۱ء میں یہ اعلان مرزا غلام احمد کی انتہائی ذہنی چالاکی اور ہوشیار فکری کا پتہ دیتا ہے اور پھر اس کے

[1] اعلان ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت حصہ ۲ صفحہ ۲۰

اس اعلان میں ”ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن و حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں“، کتنی گہرائی چھپی ہے۔ اسے وہی سمجھ سکتا ہے جس نے مرزا غلام احمد کی آئندہ مذہبی قلابازیاں دیکھی ہوں۔

② مرزا غلام احمد کا آزاد علمی موقف

مرزا غلام احمد نے اپنے اس اعلان میں اپنے آپ کو قرآن و حدیث تک محدود رکھا۔ تفسیر قرآن میں اپنے آپ کو اصولِ فقہ کی پابندی سے باہر لا کھڑا کیا۔۔۔ ایسا کیوں؟ یہ اس لیے کہ ان دنوں تحریک اہل حدیث تیزی سے چل رہی تھی۔ مولانا محمد حسین بٹالوی اس عنوان پر لوگوں کو نئے سرے سے جمع کر رہے تھے۔ مرزا غلام احمد نے حالات کا اندازہ کرتے ہوئے معلوم کر لیا کہ میرے ساتھ زیادہ تر وہی لوگ آسکیں گے جو قرآن و حدیث کے اس آزاد عنوان کو اختیار کریں گے۔ ائمہ فقہ کی پیروی کرنے والے لوگوں میں بہت کم میرے ساتھ اُٹھیں گے۔ مرزا غلام احمد نے اپنے وقت کے علماء، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولوی نورالدین بھیروی، مولوی عبدالکریم سیالکوٹی، ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی وغیرہم سے بہت قریب کے تعلقات رکھے اور ان حضرات نے مرزا غلام احمد کی کتاب براہین احمدیہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس پر تقریظیں لکھیں اور اس کی بہت اشاعت کی۔ وہ یہ سمجھ نہ پائے کہ مرزا غلام احمد نے اس کی تہ میں اپنے آئندہ پروگرام کے لیے کیسی خطرناک سرنگیں بچھا دی ہیں۔ لاہور کے ممتاز عالم دین شیخ الحدیث مولانا محمد اسحٰق بھٹی لکھتے ہیں:۔

> ہر جماعت کا ایک مزاج ہوتا ہے جماعت اہل حدیث کا مزاج کچھ ایسا ہے کہ اس سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے نزدیک عام واعظوں کی باتیں زیادہ مرغوب ہیں۔ علمی اور گہری باتیں ان کے لیے بسا اوقات پریشانی کا باعث بن جاتی ہیں۔ ان کے نزدیک شاید الدین یُسر کا مطلب یہ ہے کہ ایسی بات کی جائے اور سُنی جائے کہ ذہن و فکر کو سوچنے کی تکلیف نہ برداشت کرنی پڑے۔[۱]

---

[۱] صلا سجانی اکیڈمی طبع دوم

③ دینی حلقوں کی پُرانی علمی پالیسی سے انحراف

اورنگ زیب عالمگیرؒ کی اسلامی فکر یہ تھی کہ لوگوں کو قرآن و حدیث میں آزاد فکر نہ ہونے دیا جائے ورنہ مسلمانانِ ہند زیادہ فرقوں میں بٹ جائیں گے۔ انہیں اسی اسلام کا پابند رکھا جائے جو پہلے ائمہ فقہ سے چلا آرہا ہے۔ مسلمانوں میں اگر کوئی کمی ہے تو عمل کی ہے علمی پہلو سے مسلمانوں کا ماضی کسی باب میں تشنۂ تکمیل نہیں رہا ــــ انگریزوں نے اپنی رعایا کو آزاد خیالی کی راہ دکھائی یہاں تک کہ اس آزاد فکری میں مسلمانوں میں پُرانی علمی پالیسی کے خلاف انحراف کی لہریں اُٹھنے لگیں۔

یہ وہ دور تھا جب مرزا غلام احمد اپنے ذہن میں ایک نیا مذہب ترتیب دے رہے تھے اور انہوں نے براہینِ احمدیہ میں کچھ بنیاد بھی ہموار کرلی تھی ــــ اور قرآن و حدیث میں آزاد فکری کے لیے اہلحدیث کی قبا اوڑھ لی تھی ــــ چنانچہ اب تک اس کے پیروؤں کا عمل آٹھ تراویح، فاتحہ خلف الامام، ہاتھ سینے پر باندھتے ہیں۔ عدم وقوعِ طلاقِ ثلثہ اور نمازِ جنازہ غائبانہ میں اہلحدیث کے طریقے پر چلا آرہا ہے۔

آزاد فکری پالیسی بنانے میں مرزا غلام احمد غضب کا ہوشیار تھا۔ ورنہ علماء کو پیچ میں لانا یہ کوئی ایسا کام نہیں جسے ہر آدمی کر سکے، مرزا کی علمی حیثیت کمزور تھی۔ اس لیے اس میں اسے حکیم نورالدین سے مشورہ لینا پڑتا تھا کہ کون سا دعویٰ کروں اور کون سا نہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اپنے لیے راہ وہ خود بناتا تھا اور اس باب میں وہ غیر معمولی طور پر ہوشیار تھا۔

④ دوسروں کو اپنے پیچ میں لانے کی سکیم

ابتداء سے یہی مرزا غلام احمد کا منصوبہ تھا کہ علماء کس طرح اس کے پیچ میں پھنسیں۔ یہ کہانی آپ خود اسی کی زبانی سُنیں :۔

یہ الہامات (جو مرزا نے براہینِ احمدیہ میں درج کیے تھے) اگر میری طرف سے

اس وقت ظاہر ہوتے جب کہ علماء مخالف ہو گئے تھے تو وہ ہزار ہا اعتراض
کرتے لیکن وہ ایسے موقع پر شائع کیے گئے جب کہ یہ علماء میرے موافق تھے
یہی سبب ہے کہ باوجود اس قدر جوشوں کے ان الہامات پر انہوں نے اعتراض
نہیں کیا کیونکہ وہ ایک دفعہ ان کو قبول کر چکے تھے۔ اور سوچنے سے ظاہر ہو گا
کہ میرے مسیح موعود ہونے کی بنیاد انہی الہامات سے پڑی ہے اور انہی
میں خدا نے میرے نام عیسیٰ رکھا اور جو مسیح موعود کے حق میں آیتیں تھیں
وہ میرے حق میں بیان کر دیں۔ اگر علماء کو خبر ہوتی کہ ان الہامات سے تو اس
شخص کا مسیح ہونا ثابت ہوتا ہے تو وہ کبھی ان کو قبول نہ کرتے۔ یہ خدا کی
قدرت ہے کہ انہوں نے قبول کر لیا اور پیچ میں پھنس گئے۔[1]

یہ دوسروں کو پیچ میں پھانسنا کن لوگوں کا کام ہوتا ہے۔ ہوشیار اور چالاک لوگوں کا یا
سادہ اور بھولے بھالے لوگوں کا۔ یہ آپ خود فیصلہ کریں۔

(۵) دعوے شروع سے مرزا کے ذہن میں تھے

مرزا غلام احمد کے ذہن میں اس وقت صرف مسیح موعود بننے کی سکیم تھی یا اس کے ساتھ
وحی و رسالت تک پہنچنے کی بھی آرزو تھی۔ اس کے لیے آپ انہی سے کچھ سن لیں:۔

میری دعوت کے مشکلات میں سے ایک رسالت۔ ایک وحی اور ایک مسیح
موعود کا دعوے تھا۔[2]

گویا مطلق الہام اور کشف و کرامات کے دعووں میں انہیں کسی پریشانی کا اندیشہ نہ تھا۔
براہین احمدیہ میں مسیح موعود بننے کی بنیادیں بچھا دی گئیں۔ اس دعوے سے آگے وحی کا دعوے اور
اس سے آگے پھر رسالت کا دعوے یہ ترتیب مرزا صاحب کے ذہن میں شروع سے تھی غیر تشریعی

---

[1] اربعین حصہ ۲ صـ ۲۱ [2] نصرۃ الحق صـ ۵۳

نبوت بھی ان کی آخری منزل تھی ـــــ مندرجہ ذیل عبارت میں لفظ بھی بہت معنی خیز ہے اور بتاتا ہے کہ ان کا سبقت کا قدم بہت آگے تھا :-

قدم پر اس قدر بھی اُمید نہ تھی کہ وہ اس امر کو تسلیم کر سکیں کہ وہ بعد زمانہ نبوت وحی غیر تشریعی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور قیامت تک باقی ہے ؎[1]

یہ اُمید ہونا یا نہ ہونا کب کی بات ہے ؟ وحی غیر تشریعی دعوے سے پہلے یا وحی غیر تشریعی پاکر ؟ کسی منزل کی اُمیدیں واقعہ سے پہلے ہوتی ہیں ، منزل میں آکر نہیں . مذکورہ عبارت بتارہی ہے کہ یہ اس دعویٰ سے بہت پہلے کی بات ہے ـــــ ناظرینِ کرام ! سازش اور کسے کہتے ہیں اس طرح کی بات کو پہلے سے سوچنا ـــ خواب ہمیشہ تعبیر سے پہلے دیکھا جاتا ہے .

⑥ ایک خفیہ خط و کتابت کا پتہ بھی چل گیا

حکیم نورالدین نے مشورہ دیا تھا کہ مثیل مسیح کا دعویٰ تو کریں لیکن عیسیٰ بن مریم کے دمشق میں اُترنے کی حدیث سے تعرض نہ کریں . مرزا غلام احمد نے اسے نہ مانا . کیونکہ وہ جانتا تھا کہ صرف مثیل مسیح بننے سے وہ ضرورت پُوری نہیں ہوتی جس کے لیے وہ یہ ساری کاروائی کر رہا ہے وہ بات (یعنی حرمتِ جہاد) تو تبھی پُوری ہو سکتی ہے کہ مثیل مسیح ہونے کے دعوے کے ساتھ یہ بات بھی ہو کہ دمشقی حدیث کا مصداق میں ہی ہوں . ورنہ صرف مثیل بننے سے وہ حاجت پُوری کیسے ہوگی ؟ ـــــ دیکھئے مرزا غلام احمد کتنا تیز دماغ ہے کہ جہاں حکیم نُورالدین کی نظر نہ پہنچ سکی یہ وہیں آشیانہ بنا رہا تھا ـــــ مرزا صاحب نے اپنے ایک خط میں حکیم نُورالدین کو لکھا :-

جو کچھ آنمخدوم نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر دمشقی حدیث کے مصداق کو علیحدہ چھوڑ کر الگ مثیل مسیح کا دعوےٰ ظاہر کیا جائے تو اس میں کیا حرج ہے ؟ درحقیقت اس عاجز کو مثیل مسیح بننے کی حاجت نہیں ؎[2]

---

[1] نُصرۃ الحق صـ۵۲ [2] مکتوبات احمدیہ جلد ۵ صـ ۸۴ صـ ۸۵

یہ آپس میں اس طرح مشورے کرنا کن لوگوں کا کام ہوتا ہے؟ جو خدا کے بھیجے ہوئے ہوں یا ان لوگوں کا جو خود کوئی سکیم بنا رہے ہوں؟ فیصلہ ہم آپ پر چھوڑتے ہیں۔

علماء کو پیچ میں پھنسانے کی خوشی عارضی نکلی

مرزا غلام احمد اپنے اس داؤ پر تو بہت شاداں اور فرحاں رہے کہ علماء سے براہین احمدیہ پر ریویو لکھوا لیا اور انہیں اپنے پیچ میں پھنسا لیا۔ لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ اس پیچ میں پھنسے پھر سب اُٹھ گئے۔ حکیم نور الدین بھیروی اس لیے نہ اُٹھ سکے کہ وہ اس جال بننے میں خود شریک کار تھے اور مولوی عبدالکریم سیالکوٹی نیچری تھے اور مرزا غلام احمد سے وابستگی سے پہلے ان کا علماء کے کسی حلقے سے تعلق بھی نہ تھا۔۔۔۔ پھر کچھ ایسے علماء بھی تھے جو گو اُٹھ نہ سکے لیکن کچھ چلے ضرور اور وہ قادیان سے لاہور چلے آئے۔ یہ مولوی محمد علی تھے۔ لاہور پہنچنے پر جو انہوں نے نیا پلیٹ فارم بنایا اس میں وہ اپنے قادیانی دور کی بہت سی باتیں چھوڑ گئے۔۔۔۔ گو انہوں نے مرزا غلام احمد سے علیحدگی کا اقرار نہ کیا۔ لیکن قادیانیوں نے مسئلہ ختم نبوت میں جو پلیٹ فارم بنایا اس کی اس لاہوری گروہ نے کھل کر مخالفت کی۔

علماء اسلام میں سے جو مرزا غلام احمد کے پیچ میں آئے اور براہین احمدیہ پر ریویو لکھے ان میں مولانا محمد حسین بٹالوی سرفہرست ہیں۔ لیکن کیا حقیقت نہیں کہ وہ اس پیچ سے پھر کھلے طور پر نکلے اور نہ صرف نکلے بلکہ قرآن و حدیث کے آزاد مطالعہ سے جو مذہبی آزادی جماعت اہلحدیث میں پھیل رہی تھی آپ نے اس پر بھی قدغن لگائی اور اس کی اصلاح کی بھی کوشش کی۔ ان کی یہ اصلاحی کروٹ مرزا غلام احمد کی پوری تحریک کو قریب سے دیکھنے کا نتیجہ تھا۔

اہلحدیث مولانا محمد حسین کا ایمان افروز انتباہ

پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق یا مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں[1]

گروہ اہلحدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترکِ تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں ـــــ اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جا رہے ہیں[2]

ہندوستان میں ترکِ تقلید کا تجربہ پچیس سال میں ناکام ہو گیا اور اس کے نتیجے میں قادیانی اور چکڑالوی تحریکیں بڑے زور سے اٹھیں.

مولانا محمد حسین کی جماعت میں منزلت

مولانا محمد حسین بٹالوی کی جماعت میں بہت قدر و منزلت تھی. آپ نے ہی جماعت کے لیے حکومت سے اہلحدیث نام منظور کرایا تھا. پنجاب میں اشاعۃ السنہ آپ کا جماعتی آرگن تھا مولانا کی مرزا غلام احمد سے علیحدگی اور براہین احمدیہ کی حمایت سے واپسی پوری جماعت اہلحدیث کے لیے بہت خوش آیند واقع ہوئی اور بہت سے لوگ جو علماء اہلحدیث کے مرزا غلام احمد کے قریب ہونے کے باعث مرزا صاحب کے قریب ہو گئے تھے پیچھے ہٹ گئے.

پنجاب میں علمائے دیوبند کے ہم خیال اور متوسلین کا مرکز لدھیانہ تھا. یہ حضرات شروع سے ہی مرزا غلام احمد کے خلاف رہے. ان کے ذریعہ پنجاب کے دینی حالات کی خبریں دیوبند پہنچتی رہتی. دیوبند میں اس وقت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کا دور تھا.

مرزا غلام احمد کی دعوت جب رامپور پہنچی تو نواب رامپور نے وہاں ایک علمی مباحثے کا اہتمام کیا اور اہل اسلام کی طرف سے دیوبند کی طرف رجوع کیا. حضرت شیخ الہند حالات کے مد و جزر پر گہری عقابی نظر رکھتے تھے. آپ نے اپنے شاگردوں میں سے مولانا ثناء اللہ امرتسری کو وہاں بھیجا. ان کی سیاسی سوچ یہ کہتی تھی کہ قرآن و حدیث کی تشریح و تفسیر میں جتنی آزاد خیالی پھیلے گی اتنی ہی

---

[1] اشاعۃ السنہ جلد ۱۱ صفحہ ۵۳ طبع ۱۸۸۸ء [2] ایضاً

قادیانیوں کو قوت ملے گی. سو اس کی دینی حکمت یہ ہے کہ جماعت اہلحدیث کو ان کے خلاف اُٹھا دو. آپ کی یہ پیش بینی درست نکلی اور مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم نے پھر ساری عمر اس فتنہ کے خلاف لگا دی. بلکہ اپنے قریبی دوست حضرت مولانا محمد ابراہیم میر کو بھی اس پلیٹ فارم پر لا کھڑا کیا.

قادیانیت کے دورِ اوّل مولانا محمد حسین بٹالوی کا مرزا غلام احمد کے مخالف ہو جانا اور ان کے شاگردوں مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کا اس درجہ ان کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا گویا ضد ہو گئی ہو. اس سے قادیانیت کو بڑا دھچکا لگا. پنجاب کے سجادہ نشینوں میں جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قادیانیت پر برقِ سوزاں بن کر گرے. علماء لدھیانہ میں حضرت مولانا عبدالعزیز اور آگے بڑھے اور مرزا غلام احمد پر کھل کر کفر کا فتوے دیا. یہ قادیانیوں پر پہلا فتویٰ کفر تھا جس کی پھر دیوبند نے بھی تصدیق کر دی.

مرزا غلام احمد کی اپنے پیچ میں ناکامی

اس پس منظر میں ہم مرزا غلام احمد سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ تم جو کہتے ہو کہ علماء کو میں نے اپنے پیچ میں پھانس لیا. اب تم ہی کہو کہ جو پھنسے تھے وہ کامیابی سے اُڑے یا نہیں؟ ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کی مرزا غلام احمد سے علیحدگی کیا اس پیچ کی پوری ناکامی نہیں. جو تم نے لگایا تھا پھر مولانا محمد حسین بٹالوی اس پیچ سے نکلے یا نہیں؟

ے اب تم ہی کہو کس کی صدا دل کی صدا ہے

علماء اہلحدیث پر مسٹر پرویز کا طنز

اس دور کے قریب حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی نے اثبات الالہام والبیعہ لکھی. قادیانی غلط طور پر اسے اپنی حمایت میں پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت کے بعد الہام اور مکالمہ الٰہیہ کا سلسلہ جاری ہے ہم کہتے ہیں یہ کتاب اتفاقی طور پر اس دور میں لکھی گئی. اس سے مرزا غلام احمد کی کوئی تائید مقصود نہ تھی.

یہ ابہام مسٹر پرویز کا قائم کیا ہوا ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔

ختم نبوت کے بعد خدا سے مکالمہ اور مخاطبہ کا کوئی ثبوت قرآن سے نہیں ملتا۔ نہ ہی اس میں کشف والہام کا کوئی ذکر ہے۔ لہٰذا مرزا صاحب کا یہ دعویٰ (خدا سے مکالمہ کا) قرآن کے خلاف اور ختم نبوت کے منافی ہے بات یہیں ختم ہو جاتی لیکن ان سے بحث کرنے والے علماء کشف والہام اور مخاطبہ و مکالمہ خداوندی کے خود قائل تھے وہ ان کے دعویٰ کی تردید کیسے کر سکتے تھے[1]

مخاطبہ اور مکالمہ الٰہیہ ہرگز ختم نبوت کے منافی نہیں۔ کوئی غلط طور پہ الہام کا مدعی ہو تو یہ اور بات ہے۔ لیکن حضورؐ کے بعد خدا سے مکالمہ الٰہیہ کا شرف کوئی ایسی چیز نہیں جو کتاب و سنت کے خلاف ہو۔ ہاں یہ ضروری ہو گا کہ اسے کسی درجے میں حجت شرعی نہ سمجھا جائے۔ دین مکمل ہو چکا اور خدا کی حجت تمام ہو چکی۔

ان تفصیلات سے اس وقت صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ مرزا غلام احمد نے کس ہوشیاری سے علماء کو اس پیچ میں پھانسنے کی کوشش کی ہے اور وہ ذہنی طور پر کس درجے کا ذہین اور ہوشیار تھا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا مکر اسی پر لوٹا دیا اور علماء اس پیچ سے نکل آئے۔ ولا یحیق المکر السیئ الا باھلہ۔

مرزا غلام احمد کی کالے علم کی مشقتیں

مرزا غلام احمد کا گورداسپور کے ایک زمیندار گھرانے سے تھا۔ اس کے والد کو گورنر کے دربار میں کرسی ملتی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس معیار کے لوگ خاصے شستہ اور شائستہ ہوتے ہیں۔ اندر سے وہ جو ہوں مگر وہ اپنا ظاہری رکھ رکھاؤ قائم رکھتے ہیں۔ مرزا غلام احمد کے بارے میں توقع ہونی چاہیئے کہ وہ بداخلاق اور گندہ زبان نہ ہو — لیکن جب ہم اس کی اس قسم کی تحریرات دیکھتے ہیں جنہیں

---

[1] ختم نبوت اور تحریک احمدیت ص۲۴۔

پڑھ کر شرفاء خاص گھن محسوس کرتے ہیں اور لکھنے والے سے بکمال نفرت بیزار ہوں تو فوراً خیال میں آتا ہے کہ اس خاندان کا ہو کر اس قدر گندگی کیوں اور انتہائی نچلے درجے کے لوگوں کا یہ انداز تکلم کیوں؟ —

راقم الحروف اسی خیال میں گم تھا کہ مجھے کابل کے ایک پرانے عامل نے بتایا کہ کالے علم کے عاملوں کے لیے گندہ رہنا اور گندگی میں رہنا ضروری ہوتا ہے۔ شیطانی جنات انہیں بعض غیب کی خبریں اسی صورت میں دیتی ہیں کہ یہ ظاہری یا اعتقادی گندگی میں گھرے بیٹھے ہوں۔

مرزا غلام احمد کی تحریرات کا یہ گندہ انداز ملاحظہ فرمائیں:-

یعنی ایک شخص جو قوم کا چوہڑہ یعنی بھنگی ہے اور ایک گاؤں کے شریف مسلمانوں کی تیس چالیس سال سے یہ خدمت کرتا ہے کہ دو وقت ان کے گھروں کی گندی نالیوں کو صاف کرنے آتا ہے اور ان کے پاخانوں کی نجاست اٹھاتا ہے اور ایک دو دفعہ چوری میں بھی پکڑا گیا ہے اور چند دفعہ زنا میں بھی گرفتار ہو کر اس کی رسوائی ہو چکی ہے اور چند سال جیل میں بھی رہ چکا ہے اور چند دفعہ ایسے برے کاموں پر گاؤں کے نمبرداروں نے اس کے جوتے بھی مارے ہیں اور اس کی ماں اور دادیاں اور نانیاں ہمیشہ سے ایسے ہی نجس کام میں مشغول رہی ہیں اور سب مردار کھاتے اور گوہ اٹھاتے ہیں۔ اب خدا تعالیٰ کی قدرت پر خیال کر کے ممکن تو ہے کہ وہ اپنے کاموں سے تائب ہو کر مسلمان ہو جائے اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کا ایسا فضل اس پر ہو کہ وہ رسول اور نبی بھی ہو جائے۔[1]

پھر ایک اور جگہ لکھتے ہیں:-

صرف ان کی تقوٰے[2] دیکھی جاتی ہے گو وہ دراصل چوہڑوں میں سے ہوں یا

---

[1] تریاق القلوب ص۱۵۲ [2] مرزا صاحب تقویٰ کو اس لیے مؤنث سمجھتے ہیں کہ آخر میں ی ہے جیسے گڈی مچھلی وغیرہ۔

چماروں میں سے یا مثلاً ان میں کوئی ذات کا کنجر ہو جس نے اپنے پیشہ سے توبہ کرلی ہو یا ان قوموں میں سے ہو جو اسلام میں دوسری قوموں کے خادم اور نیچی قومیں سمجھی جاتی ہیں جیسے حجام. موچی. تیلی. ڈوم. مراسی. سقے. قصائی. جولاہے کنجرے. تنبولی. دھوبی. مچھوے. بھڑبھونجے. نانبائی وغیرہ یا مثلاً ایسا شخص ہو کہ اس کی ولادت میں ہی شک ہو کہ آیا حلال کا ہے حرام کا۔[1]

ایسی گندی زبان ہمیں نقل کرتے ہوئے بھی بہت گھن آ رہی ہے. مگر مجبور رہیں. اور مرزا صاحب بھی مجبور تھے کہ پھر اس گندگی کے کالے علم کی مشقیں جاری نہ رہ سکتی تھیں.

ایک سوال اور اس کا جواب

مرزا غلام احمد کو جب علم تھا کہ اس نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کرنا ہے اور لوگ اس سے اعلیٰ اخلاق نبوت کی توقع رکھیں گے. تو اس نے اپنے آپ کو محض شعبدہ بازی کی خاطر اس سفلی علم میں کیوں گھیرے رکھا. کیا اسے اندیشہ نہ تھا کہ لوگ اس کی اس بدزبانی پر انگلی اٹھائیں گے۔

جواب: ہاں مرزا غلام احمد کو اس الجھن کا سامنا کرنے کی فکر تھی لیکن اسے حل کرنے کے لیے اس نے اپنی زبان کی اصلاح کی بجائے حضرت مسیح پر بدزبانی کا الزام کھلے بندوں لگا دیا — یہ اس لیے کہ لوگ جب مجھے بدزبانی کرتے دیکھیں تو وہ کہیں کہ جب پہلا مسیح بدزبان تھا تو اب اگر اس کا مثیل بدزبانی کرے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے.

حضرت عیسیٰ کے خلاف غلط الزامات

مرزا غلام احمد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھتا ہے۔

ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی. ادنیٰ ادنیٰ بات میں

---

[1] تریاق القلوب ص ۱۴۹

غصہ آجاتا تھا اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے. مگر میرے نزدیک
آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں. کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور
یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے.[1]

یہاں لفظ میرے نزدیک غور طلب ہے. یہ بتلاتا ہے کہ مرزا صاحب یہ عبارت اپنے عقیدے کے طور پر نقل کر رہے ہیں. اگر یہ عبارت محض الزامی طور پر ہو تو پھر کوئی شخص اس کی تفسیر یہ کہہ کر نہیں کرتا کہ میرے نزدیک یہ یوں ہے.

مرزا صاحب نے اس سے ایک عوامی تاثر دینا تھا سو انہوں نے دے لیا. اب اگر کوئی شخص مرزا صاحب کو دس ہزار دفعہ لعنت لکھتا بھی دیکھے تو وہ کہے گا کہ مخالفین کو اس طرح طول و طویل گالیاں دینا کوئی ایسی بات نہیں جو حیران کن ہو. پہلے بزرگ بھی ایسا کیا کرتے تھے. چنانچہ مرزا صاحب نے کہا :- دیکھو کیا حضرت عیسیٰ بدزبانی نہ کرتے تھے؟ یعنی وہ یقیناً ایسا کرتے تھے

اسلام میں یہ مسئلہ طے شدہ ہے کہ پیغمبر کی توہین کفر ہے وہ پیغمبر کوئی ہو. مرزا غلام احمد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے اور یہ اس کے کفر کی ایک مستقل وجہ ہے اس کا دعویٰ نبوت اپنی جگہ ایک وجہ کفر ہے وہ اپنے دعوے نبوت سے پیشتر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بدکردار ثابت کرنے سے پورا کافر ہو چکا تھا اور یہ کہہ کر کہ میرے نزدیک ایسا ہے اس نے اسے اپنا عقیدہ کہا ہے. سو یہ کوئی الزامی بات نہ تھی.

پھر اس ترتیب کلام پر بھی غور کریں ___ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہل کرنے کا مجرم ٹھہرایا ہے. یہودیوں کی کاروائی محض جواب کے طور پر تھی.

مرزا غلام احمد لکھتا ہے :-

آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے. (استغفر اللہ)

پھر اپنے کفر کا اقرار یوں کرتا ہے :-

میرا یہی مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی مدح کے خلاف زبان چلانا میرے نزدیک کفر ہے.

---

[1] ضمیمہ انجام آتھم ص۵ [2] ملفوظات احمدیہ جلد ۱ ص ۱۸۴

نامناسب نہ ہوگا کہ اگر ہم یہاں چند وہ باتیں بھی درج کردیں جو منقصت انبیاء کا موجب ہیں اور ان کا مرتکب کفر سے نہیں بچتا۔

مرزا غلام احمد کو کسی نے مشورہ دیا کہ آپ کو ذیابطیس کی بیماری ہے افیون استعمال کریں یہ اس مرض میں مفید ہوتی ہے۔ مرزا صاحب نے کہا۔

آپ نے بڑی مہربانی کی کہ ہمدردی فرمائی لیکن میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کرکے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شرابی تھا اور دوسرا افیونی [1]

حضرت مسیح پر شراب نوشی کا الزام

پیش نظر رہے کہ مرزا غلام احمد یہ بات عیسائیوں کو نہیں کہہ رہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شراب پیتے تھے۔ یہ اپنے ساتھیوں کو کہہ رہا ہے جو اسے مسیح موعود مانتے ہیں، سو یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ بات عیسائیوں کو بطور الزام کہی گئی ہے نہ مرزا صاحب نے کتاب نسیم دعوت ان کے خلاف لکھی تھی۔ مسیح کو اس ماحول اور ان لوگوں میں جو شراب سے نفرت کرتے ہیں شرابی کہنا یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین ہے اور یہاں یہ بات بھی نہیں چل سکتی کہ اس شریعت میں شراب حرام نہ تھی۔ سوال اس ماحول کا ہے جہاں لوگ شراب کو حرام سمجھتے ہیں اور ان کے ذہن میں یہ بات غالب رہتی ہے کہ شریف لوگ شراب نہیں پیتے۔ اس میں کسی کو شرابی کہنا یقیناً اسے گالی دینے کے مترادف ہے اور مرزا غلام احمد نے واقعی حضرت عیسیٰ کو گالی دی ہے۔

مرزا صاحب چونکہ مثیل مسیح ہونے کے مدعی تھے۔ اس لیے انہیں افیونی اور شرابی ہونے میں تعارض محسوس ہوتا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ میں شرابی ہی رہوں افیونی نہ بنوں۔ تاکہ میرے مثیل مسیح ہونے کے دعوے پر کوئی اعتراض نہ کرسکے۔

افسوس مرزا صاحب نے اپنی شراب نوشی پر پردہ ڈالنے کے لیے حضرت مسیحؑ پر

---

[1] نسیم دعوت ص۶۹

محلی نفظوں میں شرابی ہونے کا آوازہ کسا اور یہ محض اس لیے کہ اپنے لیے شراب نوشی کی راہ ہموار کرلیں۔

مرزا بشیرالدین محمود نے مسٹر جے ڈی کھوسلہ سیشن جج ضلع گورداسپور کی عدالت میں مئی ۱۹۳۵ء کو بیان دیا تھا کہ واقعی اس کے والد نے "ٹانک وائن پی۔ اور اس کا یہ اقرار خود اُن کے آرگن الفضل میں ۱۹۳۵ء کو چھپا ہے۔ یہ فیصلہ ۶ جون ۱۹۳۵ء کو ہوا۔

اس وقت مرزا غلام احمد کی یہ بات زیر بحث نہیں کہ وہ شرابی کیوں تھا۔ ہم یہاں صرف یہ بتلا رہے ہیں کہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نہایت کریہہ انداز میں منقصت کی ہے اور اسلام میں یہ اسی طرح کفر ہے جس طرح عقیدہ ختم نبوت کا انکار یا اس کے اس معنی کا انکار جو امت چودہ سو سال سے مراد لیتی چلی آرہی ہے۔

قادیانیوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ مرزا صاحب نے یہ باتیں صرف عیسائیوں کو جھوٹا کرنے کے لیے کہیں۔ ان کا اپنا عقیدہ یہ نہ تھا — انہیں چاہیئے کہ مندرجہ ذیل عبارت میں لفظ "میرے نزدیک" پر غور کریں۔

> میرے نزدیک مسیح شراب سے پرہیز رکھنے والا نہیں تھا۔[1]

پھر کیا کبھی الزامی جوابات میں اس قسم کے دلائل بھی ہوتے ہیں جو مشاہدات پر مبنی ہوں، کچھ تو سوچیں۔

> یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت تھی۔[2]

کسی کے بارے میں بیماری کی وجہ سے شراب پینے کا اگر کوئی احتمال ہو سکتا تھا۔ تو دیکھئے مرزا صاحب نے کس پھرتی سے ختم کر دیا اسے تو شاید کہا اور پرانی عادت میں کوئی قید نہ آنے دی۔

مرزا غلام کی نئی نبوت کا مطالعہ کرنے سے پہلے کچھ اس کے فقہی موقف پر بھی ایک نظر کر لیں۔

---

[1] تحریر مرزا صاحب ۱۹۰۲ء ریویو آف ریلیجنز جلد ۱ صفحہ ۱۲۴ [2] کشتی نوح ص ۶۵ حاشیہ

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے فقہی موقف کے آئینہ میں

مرزا غلام احمد کے قریب کے دوست سب آزاد خیال تھے۔ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی نیچری تھا اور حکیم نورالدین اہلحدیث تھا۔ مندرجہ ذیل اعمال کی روشنی میں آپ خود دیکھ لیں کہ مرزا غلام احمد کا فقہی مسلک کیا تھا۔ اگر یہ غیر مقلد نہ ہوتا تو مولانا محمد حسین بٹالوی اس کے گمراہ ہونے کا آغاز ترک تقلید سے نہ کرتے۔

کچھ عرصہ سے ایک خاص طبقہ تعصب اور جہالت کی رو میں بہہ کر یہ شرانگیز شوشہ چھوڑ رہا ہے کہ مرزا غلام احمد غیر مقلد نہیں بلکہ حنفی المسلک تھا اور اس پر کئی ضخیم کتابیں شائع کر کے عوام کو غلط تاثر دیا جا رہا ہے۔ حالانکہ اس کا غیر مقلد ہونا اتنا ہی واضح اور یقینی ہے جتنا اس کا کفر اور ارتداد۔ ذیل میں قادیانی کی معتبر کتب سے مرزا اور نورالدین کے چند اعمال اور فتاوے درج کیے جاتے ہیں: ناظرین خود فیصلہ کر لیں کہ ان اعمال و اقوال والا شخص کون ہو سکتا ہے۔ حنفی یا غیر مقلد؟ ویسے بھی ان کی عبادت گاہوں میں جا کر دیکھا جائے تو یہ کھلے اہلحدیث نظر آئیں گے۔

(۱) جناب مرزا صاحب نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھتے تھے۔

(دیکھئے فتاویٰ احمدیہ جلد ۱ ص۹۸ و حقیقت نماز ص۸۸)

(۲) مقتدی امام کے پیچھے لازماً سورۃ فاتحہ پڑھیں یہ فرض ہے۔

(فتاویٰ احمدیہ جلد ۱ ص۲۸، ص۳۳، ص۸۱ حقیقت نماز ص۸۶)

(۳) امام کے لیے الحمد للہ سے پہلے بلند آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا۔ رفعیدین کرنا۔[1]

(۴) پگڑی پر مسح کرنا جائز ہے۔ (فتاویٰ احمدیہ جلد ۱ ص۸۹) سوتی جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے۔[2]

(۵) نماز کی حالت میں بعض آیات قرآنی کا جواب دینا۔

---

[1] فتاوے احمدیہ ص۳۴ [2] ایضاً ص۳۷

(۶) سجدہ سہو کے لیے سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرے۔[1]

(۷) حالتِ نماز میں چل کر کنڈی کھول دینے اور گھوڑا باندھ لینے سے نماز میں فرق نہیں آتا۔[2]

(۸) جس کی سنتِ فجر رہ جائیں وہ فرضوں کے بعد پڑھ لے۔ ہمارا یہی دستور ہے۔[3]

(۹) مغرب کی اذان کے بعد دو سنتِ غیر مؤکدہ پڑھ لے۔ (حقیقت نماز ص۵۹)

(۱۰) جماعتِ ثانیہ بلا حرج جائز ہے۔ (فتاویٰ احمدیہ جلد ا ص۱۰۴)

(۱۱) خارج از نماز آدمی بھی امام کو سبحان اللہ کہہ سکتا ہے۔ (حقیقتِ نماز ص۷۷)

(۱۲) بعد از فرائض دعا کرنا بدعت ہے۔ (فتاویٰ احمدیہ جلد ا ص۴۶)

(۱۳) جوتا سمیت نماز جائز ہے۔ (فتاویٰ احمدیہ جلد ا ص۲۹)

(۱۴) نماز تراویح مع وتر گیارہ رکعت ہے۔ (حقیقتِ نماز ص۱۴۴)

(۱۵) تین وتر دو پر سلام پھیر کر تیسرا الگ پڑھے۔ (فتاویٰ جلد ا ص۶۹)

(۱۶) نمازِ جمعہ کے لیے نہ مقتدیوں کی کوئی تعداد ثابت ہے اور نہ ہی مصر (شہر) کی شرط ثابت ہے۔ (فتاویٰ ص۱۵۰، ص۱۵۱)

(۱۷) جمعہ اور عصر جمع کیے جا سکتے ہیں۔ (حقیقتِ نماز ص۱۸۵)

(۱۸) دوران خطبہ جمعہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لینی چاہیئے۔ (حقیقتِ نماز ص۱۸۷)

(۱۹) عیدین کی نماز میں ۱۲ تکبیرات ہیں۔

(۲۰) قربانی تمام گھرانے کی طرف سے صرف ایک۔ یہ چوتھے روز بھی جائز ہے بلکہ سارا مہینہ ہو سکتی ہے۔ (حقیقتِ نماز ص۲۰۵)

(۲۱) نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا اور اس کے ساتھ سورۃ بھی ملانا چاہیئے۔ (حقیقتِ نماز ص۲۰۹)

(۲۲) غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے بلکہ متعدد غائبین کا جنازہ بھی ہو سکتا ہے۔ (حقیقتِ نماز ص۲۱۰)

---

[1] حقیقتِ نماز ص۹۳ [2] ایضاً ص۷۷ [3] ایضاً ص۵۵

(۲۳) سفر کی کوئی حد مقرر نہیں۔ (فتاویٰ جلد ا صلا حقیقتِ نماز صلا) مرزا صاحب دو اڑھائی میل پر بھی قصر کر لیتے تھے۔

(۲۴) مجلس واحد میں دی گئی تین طلاقیں ایک ہی ہوں گی۔ ؎

(فتاویٰ احمدیہ صفحات ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۴۰)

(۲۵) رکوع، سجود، تشہد، قیام اور جلسہ میں اپنی اپنی زبان میں دعائیں مانگنا چاہیئے ؎

(۲۶) جمعہ رہ جانے کی صورت میں ایک دینا یا ساڑھے تین روپے کفارہ دے یا ایک صاع غلہ دے۔

(حقیقت نماز از یعقوب علی تراب مرزائی ایڈیٹر اخبار الحکم مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

فرمایئے! کیا یہ اعمال و افعال حنفی کے ہیں یا غیر مقلد کے۔

؎ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں چاروں اماموں کے نزدیک چار ہی شمار ہوں گی صرف اس دور کے اہلحدیث اور قادیانی ان کے ایک ہونے کے قائل ہیں ؎ حقیقتِ نماز صلا قادیانیوں کے نزدیک نماز میں دوسری زبان میں بھی دعائیں کی جا سکتی ہیں۔ مرزا غلام احمد کے مرید سراج احمد نے ایک مغرب کی نماز میں جس میں غلام احمد بھی تھا دوسری رکعت میں رکوع کے بعد مرزا صاحب کی ایک فارسی نظم پڑھی سہ اے خدا! اے چارۂ آزار ما۔ دیکھئے سیرت المہدی حصہ سوم صلا مولوی محمد جونا گڑھی لکھتے ہیں "حضورؐ نے ایک مرتبہ سہو سے نماز ظہر پانچ رکعت پڑھا دی۔ آپ سے پوچھا گیا کیا نماز بڑھ گئی ہے؟ آپ نے کہا کیسے؟ انہوں نے کہا آپ نے پانچ رکعتیں پڑھائی ہیں۔ اس پر آپ نے سہو کے دو سجدے کیے (دیکھئے شمع محمدی صلا) اس سے پتہ چلا کہ اہلحدیث کے ہاں اب بھی امام اور مقتدیوں کے آپس میں بات کر لینے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

نوٹ: مرزا غلام احمد نے اپنے ان مسائل کو کسی اپنی وحی پر مبنی نہیں بتلایا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا پہلے سے ہی یہی مذہب چلا آتا تھا۔ اہلحدیث ہونے سے پہلے وہ کہیں مقلد رہا ہو تو یہ اور بات ہے۔ نئی نبوت کی دُھن میں یہ غیر مقلد ہو کر لگا ہے۔

مرزا غلام احمد کی نئی نبوت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے انبیاء آئے وہ تشریعی ہوں یا غیر تشریعی ان میں یا حکم ظلی تھا مرزا غلام احمد اپنے دعاوی کے اندھیرے میں ان میں کسی صف میں نظر نہیں آتے۔ نبوت کی اس نئی نوع کا قرآن و حدیث میں کہیں ذکر نہیں ملتا۔ معاملہ یہیں تک رہتا تو شاید شطحیات کی کوئی اور نوع سامنے آجاتے۔ لیکن افسوس صد افسوس قادیانی مبلغین ہر گروہ اس نئی نبوت کے اثبات کے لیے ان آیات و احادیث کے درپے ہوتے جن میں پچھلی نبوتوں کے حاملین کے تذکرے اور بیانات تھے۔ دعوے ایک بالکل جدید قسم کی نبوت کا اور دلائل ان نبوتوں کے جو قرون متطاولہ میں وقتاً فوقتاً ظاہر ہوئیں۔ یہاں تک کہ ان سب کے خاتم دنیا میں تشریف لائے اور نبوت کا سلسلہ جو حضرت آدم سے چلا تھا اپنی شان تکمیل کو پہنچ گیا۔ مرزا غلام احمد کی نبوت بالکل ایک جدید قسم کی نبوت ہے۔ جس طرح مرزا بشیر الدین محمود کی نبوت اس سے بھی آگے ایک اور قسم کی خدا سے ہمکلامی تھی۔

مرزا بشیر الدین محمود نے کہا تھا:-

> میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتادیا ہے کہ قادیان کی زمین بابرکت ہے یہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ والی برکات نازل ہوتی ہیں۔ ۱؎

یہاں میاں صاحب اپنے لیے وحی کے مدعی ہیں۔ ہمیں اس وقت میاں صاحب کی نبوت سے بحث نہیں۔ ہم یہاں صرف مرزا غلام احمد کی نبوت پر بحث کر رہے ہیں جس نبوت کے مرزا صاحب مدعی ہیں۔ اس کے امتیازی خطوط یہ ہیں:-

① تدریجی نبی

مرزا صاحب مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے یہاں تک کہ اپنی پہلی تصریحات کو منسوخ

۱؎ الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۳۲ء

کرتے ہوئے تدریجاً مقام نبوت پر آئے۔ پہلے نبیوں میں کوئی ایسا نہیں گزرا جس نے پہلے اور دعادی کیے ہوں اور پھر نبی بنا ہو۔

۲ مشتبہ نبی

پہلے کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے بارے میں اس کے پیرو اس مسئلہ پر دو پارٹیوں میں بٹ گئے ہوں کہ اس کا اصل دعوے کیا ہے اور یہ کہ وہ نبی تھا یا نہیں۔

۳ غلام نبی

پہلے نبیوں میں کوئی ایسا نبی نہیں گزرا جس نے خدا کے نام پر کسی کافر حکومت کی ماتحتی کو سایہ رحمت خیال کیا ہو اور اس کے احسانات سے اپنے کام کو آگے بڑھایا ہو اس کی ظلِ حمایت اپنی آسمانی کارروائی کی ہو۔

۴ جھوٹا نبی

اب تک کوئی ایسا نبی نہیں گزرا جس کی وہ پیش گوئیاں جو اس نے اپنے دعوی کے صدق کے لیے بطور دلیل پیش کی ہوں اور بار بار ان پر تحدی کی ہو جھوٹی نکلی ہوں اور پھر بھی وہ اپنے دعوے پر قائم رہے اور ساں پیش گوئیوں پر شرطیں لگاتا جائے۔

۵ انگریزی نبی

اب تک کوئی ایسا نبی نہیں گزرا جو لوگوں کو گورنمنٹ کے حکم سے اپنی نبوت کے نشان دکھلائے۔ معجزہ خدا کا فعل ہے اور خدا کسی گورنمنٹ کے حکم کے ماتحت نہیں ہے۔ پھر وہ ایک غیر مسلم گورنمنٹ کے ماتحت کیسے ہو سکتا ہے۔

یہ وہ پانچ وجوہ ہیں جو اب تک کسی پہلی نبوت میں وہ وحی تشریع کے ساتھ ہو یا وحی غیر تشریع کے ساتھ نہیں پائے گئے۔ سو مرزا غلام احمد کی نبوت بالکل ایک جدی قسم کی نبوت ہے جس کا پہلی نبوتوں سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ نبوت کی ایک بالکل نئی نوع ہے جو نہ کبھی پہلے پائی گئی اور نہ کبھی آئندہ پائی جائے گی۔ مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ اس نبوت کے لیے ایک

میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔

جب یہ نبوت ایک جدی نوع کی ہوئی اور اس نوع کا فرد بھی واقع میں ایک ہی ہو تو کیا یہ ہیولیٰ نہیں جس کی کوئی صورت سامنے نہ ہو؟ جب یہ دعوے کسی نئی نبوت کا ہے تو اس کے لیے پہلے نبیوں کی نبوت کی آیات پڑھنا اور اس کی نبوت کو باقی اور ساری قرار دینا کیا دعویٰ اور دلیل میں کھلا تصادم نہیں؟ قادیانی مبلغین اگر مرزا صاحب کی نبوت کے لیے ان آیات سے استدلال نہ کرتے جن میں پہلے نبیوں کی آمد کی خبر دی گئی تو شاید ان کے پرانے ساتھی مولوی محمد علی لاہوری ان سے جدا نہ ہوتے۔ وہ بار بار مرزا بشیر الدین محمود کو سمجھاتے رہے کہ جب ہم مرزا صاحب کے لیے ایک بالکل نئی نوعِ نبوت کے قائل ہیں تو پہلی نبوتوں سے وہ تشریعی ہوں یا غیر تشریعی کیوں مثالیں لائیں۔ وہ تمام نبوتیں جن کا قرآن ذکر کرتا ہے تشریعی ہوں یا غیر تشریعی حضرت خاتم النبیین پر ختم ہو چکی ہیں۔ مگر افسوس کہ مرزا محمود نے ان کی نہ مانی اور مرزا غلام احمد کو برابر نبی کہتا رہا۔

ہمیں اس کا بھی افسوس ہے کہ مولوی محمد علی لاہوری مرزا غلام احمد کے لیے اس جدی نوعِ نبوت کو جس کا نہ قرآن میں کہیں ذکر ہے نہ حدیث صحیح میں۔ پھر بھی مانتے رہے۔ اور انہیں وکیل ہونے کے باوجود کبھی یہ خیال نہ آیا کہ قرآن پاک جس نے کوئی اصولی بات جس کی مسلمانوں کو کبھی ضرورت پڑ سکتی تھی نہیں چھوڑی۔ آخر اس نوع نبوت کا کیوں کہیں ذکر نہیں کیا؟

اس سے زیادہ افسوس ہمیں اس پر ہے کہ قادیانی مبلغ جو مرزا غلام احمد کی اس نئی نبوت کو قرآن و حدیث میں کہیں دیکھ نہیں پائے اور مرزا غلام احمد کے ہر دعوے میں تردد و اشتباہ کا شکار ہیں۔ یونہی ایک گروہ بندی میں ہاں میں ہاں ملائے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کو اور فریب دینے کے لیے کچھ اس کے درپے ہوئے کہ مسلمانوں کے بعض بڑے بزرگ بھی صرف ختم نبوت مرتبی کے قائل تھے۔ زماناً وہ ممکن سمجھتے تھے کہ حضرت خاتم النبیین کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو سکتا ہے۔

(معاذ اللہ)

عقیدۃُ الامۃ فی معنی ختم النبوۃ

الحمدللّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصًا علیٰ سیّد الرسل وخاتم الانبیاء وعلیٰ آلہ الاتقیاء واصحابہ الاصفیاء

امابعد:

ختم نبوت کی اساسی حیثیت

ختم نبوت سے پہلے کچھ نبوت کے بارے میں جان لیجیے۔ اس سے ختم نبوت کو سمجھنے کے لیے بہت مدد ملے گی۔

(۱) اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے (انسان) سے باتیں کرے جن میں قطعیت ہو اور ان کا قانونی وزن ہو۔

(۲) وہ ان میں اس پر کوئی غیبی امور کھولے یا اسے کوئی نیا حکم بھی دے۔

(۳) اس کی ان باتوں کا ماننا دوسرے انسانوں کے لیے ضروری ہو اور وہ اس کے لیے دعوے کرے اور اُٹھے۔

(۴) اس کے اس دعویٰ سے انسانوں کی تقسیم ہو۔ ماننے والے ایک طرف اور نہ ماننے والے ایک طرف۔

نبوت کی تاثیر کیا ہے؟

یہاں ہر چیز کی کوئی نہ کوئی تاثیر ہے گلاب کی ایک تاثیر ہے۔ بنفشہ کی ایک تاثیر ہے۔ نماز کی ایک تاثیر ہے کہ یہ بے حیائی سے روکتی ہے ــــ نبوت کی تاثیر کیا ہے؟

جواب: نبوت اپنے ماننے والوں کو آخرت میں نجات کی ضمانت بخشتی ہے۔ نبی کی

پیروی کرنے والوں کی نجات جاتے ہی ہو جائے گی اور گنہگاروں کی کچھ سزا کے بعد تاہم نبوت کو ماننے کے لیے نجات یقینی ہے۔

سوال: نبوت اپنے ماننے والے کو نجات کی ضمانت کب تک دیتی ہے ضمانت کی آخری تاریخ کیا ہے؟

جواب: جب تک دوسرا نبی نہ آئے اس کے آنے پر یہ ضمانت اس دوسرے میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اب اس پہلے نبی کو ماننا تو ضروری ہوگا لیکن اس کے ماننے میں نجات کی ضمانت نہ ہوگی۔ یہ ضمانت اب اگلے نبی کی نبوت میں ملے گی۔

سوال: یہاں ضمانت کچی بھی ہوتی ہے جو کچھ وقت کے لیے ہو، اور پکی بھی ہوتی ہے جو دائمار ہے۔ کسی نبوت کے تسلیم کرنے میں نجات کی پکی ضمانت بھی ہے؟

جواب: جس نبوت میں نجات کی ضمانت پکی ہو، دائماً ہو، آگے کسی کو منتقل نہ ہو۔ وہ ختم نبوت ہے۔ اس میں نہ کسی نئے نبی کی آمد ہے نہ اس میں اس ضمانت کے کہیں آگے منتقل ہونے کا کھٹکا ہے۔ نجات کی یہ پکی ضمانت صرف حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں ہے اور اس نبوت کو تسلیم کرنا پہلی سب نبوتوں کی جامعیت ہے۔ اس کامل کے آنے کے بعد کوئی اور نہیں جس کا بعثت کا دعوے ہو، اس کا ماننا ضروری ہو اور آخرت میں نجات کی ضمانت اب اس میں منتقل ہو جائے۔

آسمانی دفتر کا الٰہی فیصلہ

سو علم الٰہی میں مقدر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو نبوت نہ ملے کیونکہ:۔

جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا اس دعوے میں ضرور ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے اور نیز خلق اللہ کو وہ کلام سنا دے جو اس پر اللہ تعالیٰ

کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ایک امت بنادے جو اس کو نبی سمجھتی ہو اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہو۔[1]

دعوائے نبوت کے لیے ضروری نہیں کہ وہ کوئی نئی شریعت بھی لائے محض اتنی بات سے بھی نبوت کا تحقق ہو جاتا ہے اور نجات کی ضمانت اگلے نبی میں منتقل ہو جاتی ہے ایسا نہ ہو تو ایک نئی جماعت بننے کی ضرورت نہیں رہتی اور اس نبی کا ماننا لازم نہیں ٹھہرتا جب اس نے نئی جماعت بنالی تو دوسرے سب نجات کی ضمانت سے نکل گئے۔

کیا مسیح ناصری نے اپنے پیروؤں کو یہود سے الگ نہیں کیا کیا وہ انبیاء جن کے سوانح کا علم ہم تک پہنچا ہے اور ہمیں ان کے ساتھ جماعتیں نظر آتی ہیں۔ انہوں نے اپنی جماعتوں کو غیروں سے الگ نہیں کر دیا ہر ایک شخص کو ماننا پڑے گا کہ بے شک کیا ہے۔ پس اگر حضرت مرزا صاحب نے بھی جو کہ نبی اور رسول ہیں اپنی جماعت کو منہاج نبوت کے مطابق غیروں سے الگ کر دیا تو نئی اور انوکھی بات کون سی کی ہے[2]

ہمیں اس وقت اس دعویٰ (دعویٰ نبوت) کے صدق و کذب سے بحث نہیں ہم یہاں صرف یہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ کسی نئے نبی کو ماننے سے (اس کا دعویٰ نئی شریعت کا ہو یا پچھلی شریعت کی بحالی)، نجات کی ضمانت خاتم النبیین کے ماننے میں نہیں رہتی اور یہ رسالت محمدی کی کاملیت کے اس عقیدے کے خلاف ہے جو ہر مسلمان کے دل میں گھر چکا ہے۔ حضورؐ کی رسالت اتنی کامل و مکمل ہے کہ اب اسے ماننے سے آخرت میں نجات کی ضمانت یقینی ہے۔ اب اس امت کے لیے اور کوئی بعثت نہیں نہ یہ نجات کی ضمانت اب اور کسی میں منتقل ہوگی۔ قیامت اسی امت پر آئے گی اس امت کے بعد اب کوئی امت نہیں۔

---

[1] آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۴ [2] الفضل قادیان ۲۶ فروری و ۲ مارچ ۱۹۱۸ء

ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے. سلف سے لے کر خلف تک جس نے اسے بیان کیا اسے اسلام کے بنیادی عقائد میں ذکر کیا ہے اور اس کے منکر کو کافر قرار دیا ہے. اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک عقیدہ عنواناً تو بنیادی درجے میں ہو مگر معنیً غیر واضح ہو اور اسے سُنتے اس کا کوئی قطعی مفہوم اور واضح حقیقت ذہن میں نہ آئے. حقیقت یہ ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ جس طرح اپنے ثبوت میں قطعی اور یقینی ہے اسی طرح اپنی دلالت میں بھی قطعی اور یقینی ہے ختم نبوت کا نام آتے ہی ذہن میں یہ بات آجاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص پیدا نہ ہوگا جسے شریعت کی رو سے نبی اللہ کہا جا سکے. پوری تیرہ صدیوں میں اس کے یہی معنی سمجھے گئے اور اس کے اس معنی ومفہوم سے کبھی کسی نے اختلاف نہیں کیا.

پیشتر اس کے کہ ہم عقیدہ ختم نبوت کے اس تاریخی تسلسل اور اس کے تواتر سے قبول کیے گئے معنی ومفہوم پر غور کریں. مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا معنی ومفہوم کتاب وسنّت سے ساتھ لے کر چلیں. قرآنی مرادات اور پیغمبرانہ تعلیمات کی صحیح اور واضح ترین صورت وہی ہے امت نے تیرہ صدیوں کے تاریخی تسلسل میں بالاتفاق قبول کیا ہے.

قرآن کریم اور ختم نبوت

قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلے الفاظ میں خاتم النبیین کہا گیا ہے اور اس میں سو کے قریب ایسے شواہد موجود ہیں جو حضورؐ کے آخری نبی ہونے کی شہادت دیتے ہیں. قرآن کریم آخری حصہ میں ورود قیامت کو کچھ ایسی تفصیل سے پیش کیا گیا ہے کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کے بعد اب صرف قیامت ہے. حضورؐ اور قیامت کے درمیان کوئی آسمانی بعثت نہیں ہے.

اس ڈر سے کہ یہ کتاب طویل نہ ہو جائے ہم بطور تبرک معنی ختم نبوت پر قرآن کریم کی نو شہادتیں پیش کرتے ہیں. واللہ ولی امرہ وبہ تتم الصالحات.

معنی ختم نبوت پر قرآن کی پہلی شہادت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی نرینہ اولاد زندہ نہ رہی۔ جاہلی عرب میں خاندانی رشتوں اور قبائلی حمیت سے تحریکیں آگے بڑھتی تھیں۔ ذہن جاہلیت نے سمجھا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تحریکِ اسلام دب جائے گی۔ کیونکہ پیغمبرِ اسلام کا کوئی بیٹا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یہ ٹھیک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن آپ اللہ کے رسول تو ہیں اور ظاہر ہے کہ رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے اور اس کی بیویاں امت کی مائیں ہیں[1]۔ پس جس کی روحانی اولاد موجود ہو وہ آپ کی دعوت اور عزیمت کو لے کر آگے کیوں نہ بڑھے گی اور اسلام کا پودا ہمیشہ کے لیے کیوں نہ لہلہائے گا؟ بلکہ آپ کی روحانی اولاد تو اس قدر ہے کہ کبھی ختم نہ ہوگی۔ کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں اور قیامت تک آنے والے انسان آپ کی شمعِ رسالت سے روشنی پائیں گے اور آپ کی روحانی اولاد ہوں گے۔ بھلا جس کی روحانی اولاد اتنی کثیر[2] ہو اور برابر چلتی آئے اس کی تحریک اس کی وفات پر کیسے ختم ہو جائے گی۔ جس چراغ کو خدا روشن رکھے اسے کوئی نہیں بجھا سکتا۔ قرآن کریم کہتا ہے:-

ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شیء علیما۔

ترجمہ۔ اور محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں (ایک بڑی امت کے روحانی باپ ہیں) اور نبیوں کے ختم پر ہیں (کہ اب قیامت تک آپکی امت ہی چلے گی) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز جانتے ہیں کہ آپ کی روحانی اولاد کتنی زیادہ ہوگی۔

ولکن رسول اللہ کے ساتھ وخاتم النبیین کا لفظ روحانی اولاد کی کثرت کے لیے ہے ولکن رسول اللہ کا استدراک آپ کے روحانی باپ ہونے کا اعلان اور وخاتم النبیین آپ

---

[1] وازواجہ امہاتھم (پ۲۱ الاحزاب ۶) [2] پ۳۰ انا اعطینٰک الکوثر

کی کثرت اولاد کا بیان ہے۔ آپ کے بعد کسی اور نبی کا پیدا ہونا اگر ممکن مانا جائے تو قرآنی الفاظ ولکن رسول اللہ کے ساتھ و خاتم النبیین کا کوئی جوڑ نہیں بیٹھتا۔ حضور بے شک سب سے اعلیٰ درجے کے پیغمبر ہیں اور ہمیں ختم نبوت مرتبی سے بھی انکار نہیں۔ ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کے کمالاتِ نبوت سے کاملینِ امت کو فیض ملتا ہے لیکن آیت مذکورہ میں جس سیاق وسباق سے آپ کے روحانی باپ ہونے کا اعلان ہے اس کے ساتھ خاتم النبیین کا لفظ آپ کی کثرتِ امت کا بیان ہے اور اس کی دلالت یہی ہے کہ اب قیامت تک پیدا ہونے والے انسان آپ ہی کی امت ہوں۔ آپ کے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہو نہ کوئی نئی امت بنے اور ختم نبوۃ کی اساس پر آپ کی روحانی اولاد قیامت تک جاری رہے۔ خاتم النبیین کے اس معنی کے سوا کوئی اور معنی و مراد اس آیت کے سیاق وسباق کے ساتھ چسپاں نہیں ہوتے

آپ کے بعد کوئی اور نبی پیدا ہو تو ضرور ہے کہ آگے اس کی امت کا دور شروع ہو پھر حضور خاتم النبیین کی روحانی اولاد کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے جو قرآنی بشارت کے خلاف ہے اور اگر کوئی ایسا نبی پیدا ہو جو نئی شریعت نہ لاتے اور اپنے آپ کو حضور کی شریعت کے تابع کہے مگر ایک نئی امت[1] بنائے اور اپنے پر ایمان نہ لانے والوں کو کافر اور

---

[1] مرزا غلام احمد لکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ایک جماعت تیار کرے پھر جان بوجھ کر ان لوگوں میں گھسنا جن سے وہ الگ کرنا چاہتا ہے منشاء الٰہی کی مخالفت ہے۔ (الحکم، فروری ۱۹۰۲ء) مرزا بشیرالدین محمود لکھتے ہیں، کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں (آئینہ صداقت ص۳۵) ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ وہ خدا تعالےٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں یہ دین کا معاملہ ہے اس میں کسی کا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔ (انوارِ خلافت مرزا بشیرالدین محمود ص۹۰) جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا . . . . ضرور ہے کہ وہ ایک امت بنا دے جو اس کو نبی سمجھتی ہو۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام ص۳۴۴)

جہنمی قرار دے اور انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی امت سے الگ کہے تو بھی حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے اور یہ مختصر سی اقلیت جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد کی بیان کردہ کثرت کو توڑ کر وجود میں آئے گی گو اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی امت کہے۔ اس کا وجود آیت خاتم النبیین کی کثرتِ امت بشارت کے قطعاً منافی ہو گا۔ پھر قرآنی اعلان وخاتم النبیین آپ کی روحانی ابوت اور آپ کی روحانی اولاد کی کثرت پر کیسے دلالت کرے گا؟

مرزا غلام احمد بھی اپنے دعوے نبوت سے پہلے اس آیت کی یہی مراد بیان کرتا رہا ہے:-

> محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں مگر وہ رسول اللہ ہے ختم کرنے والا نبیوں کا ..... یہ آیت صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔[1]

> قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیتِ کریمہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین سے اس کی تصدیق کرتا ہے کہ فی الحقیقت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔[2]

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام[3]

مرزا بشیر الدین محمود تسلیم کرتے ہیں:-

> نبوت اور حیاتِ مسیح کے متعلق آپ کا عقیدہ پہلے عام مسلمانوں کی طرح تھا مگر پھر دونوں میں تبدیلی فرمائی گئی۔[4]

---

[1] ازالہ اوہام ص ۶۱۴ [2] کتاب البریہ ص ۱۸۴ [3] سراج منیر ص ۳ [4] الفضل ۲ ستمبر ۱۹۴۱ء خطبہ جمعہ ص ۲ کالم ۳

ان تصریحات کے بعد قادیانیوں کا یہ اعلان کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور وہ مسلمانوں سے الگ نہیں ہیں ایک مغالطہ نہیں تو اور کیا ہے؟ قرآنی شہادت اس باب میں قطعی اور واضح ہے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہر طرح کی نبوت ختم ہے اور آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

آیت خاتم النبیین کے معنی دورِ اوّل میں کیا سمجھے گئے؟

آیت خاتم النبیین کے معنی دورِ اوّل میں کیا سمجھے گئے۔ اس کے لیے صحابہ کرامؓ کے ان شاگردوں کی شہادت لیجئے جو اس امت میں علم تفسیر کے امام سمجھے گئے ہیں۔ حضرت قتادہ (۱۱۸ھ) اور حضرت حسن بصری (۱۱۰ھ) کے علم و مرتبہ سے کون واقف نہیں۔ ابن جریر طبری (۳۱۰ھ) حضرت قتادہ سے نقل کرتے ہیں:۔

عن قتادہ ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین ای اٰخرھم[1]

محدث عبد بن حمید حضرت حسن سے روایت کرتے ہیں:۔

عن الحسن فی قولہ تعالیٰ وخاتم النبیین قال ختم اللہ النبیین بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم وکان اٰخر من بعث[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب نبیوں کا (وہ نئی شریعت والے ہوں یا پرانی شریعت پر چلنے والے) خاتم کہا گیا ہے۔ خاتم المرسلین نہ فرمایا تاکہ کوئی آپ کو صرف رسولوں کا خاتم نہ سمجھے۔ آپ سب نبیوں کے خاتم ہیں اور آخری فرد ہیں جس کی بعثت ہوئی۔

امام ابن جریر کی اپنی عبارت ملاحظہ ہو:۔

ولٰکنہ رسول اللہ وخاتم النبیین الذی ختم النبوۃ فطبع علیھا فلا تفتح لاحد بعدہ الیٰ قیام الساعۃ وبنحو الذی قلنا قال اھل التاویل[3]

---

[1] تفسیر ابن جریر جلد ۲۲ صلا [2] الدر المنثور جلد ۵ ص۲۰۴ [3] تفسیر ابن جریر جلد ۲۲ صلا

ترجمہ: لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین جنہوں نے سلسلہ نبوت ختم کیا۔ اس پہ مہر لگادی کہ یہ اب آپ کے بعد قیامت تک کسی کے لیئے نہ کھلے گا جو بات ہم نے کہی ہے پہلے مفسرین نے یہی کہا ہے۔

امام غزالیؒ (۵۰۵ھ) لکھتے ہیں:-

انه افهم عدم نبي بعده ابدًا وعدم رسول بعده ابد اوانه ليس فيه تاويل ولا تخصيص[1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھایا ہے کہ آپ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی رسول اور لفظ خاتم النبیین میں نہ کوئی تاویل راہ پاسکتی ہے اور نہ کوئی تخصیص (کہ فلاں قسم کا آسکتا ہے اور فلاں قسم کا نہیں)۔

قاضی عیاضؒ (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں:-

واخبر من الله تعالیٰ انه خاتم النبيين وانه ارسل الى كافة الناس واجمعت الامة على حمل هذا الكلام على ظاهره ان مفهومه المراد به دون تاويل ولا تخصيص[2]

ترجمہ: اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پاکر خبر دی کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کل انسانوں کی طرف بھیجے گئے ہیں (یہ ختم نبوت مکانی ہے) اور پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ الفاظ اپنے ظاہر پر رکھے جائیں اور یہی اس کا مفہوم مراد ہے بغیر کسی تاویل کے اور بغیر کسی تخصیص کے۔

علامہ نسفی (۷۰۱ھ) لکھتے ہیں:-

اى اٰخرهم يعني لا ينبّأ احد بعده وعيسیٰ عليه السلام ممن نبئ قبله[3]

---

[1] الاقتصاد ص۱۴۲ [2] شفاء ص۳۶۲ [3] تفسیر مدارک جلد ص

ترجمہ. نبیوں کا آخری اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو حکومت نہ دی جائے گی اور عیسیٰ علیہ السلام (کا آنا اس کے خلاف نہیں) وہ ان میں سے ہیں جن کو حضورؐ کی بعثت سے پہلے نبوت ملی.

حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:-

فھٰذہ الاٰیۃ نص فی انہ لا نبی بعدہ واذا کان لا نبی بعدہ فلا رسول بالطریق الاولیٰ ولان مقام الرسالۃ اخص من مقام النبوۃ فان کل رسول نبی ولا ینعکس وبذٰلک وردت الاحادیث المتواترۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حدیث جماعۃ من الصحابۃ.[1]

ترجمہ آیت خاتم النبیین اس پر نص ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور جب نبی کوئی نہ ہوگا تو ظاہر ہے کہ رسول بطریق اولیٰ کوئی نہ ہوگا کیونکہ رسالت نبوت سے خاص ہے ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں (وہ غیر تشریعی ہے) اس مضمون پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی ایک جماعت سے متواتر احادیث وارد ہیں.

یہ اسلام کی پہلی آٹھ صدیوں کی بے لاگ شہادت ہے. امت نے اپنے اس پہلے دور میں لفظ خاتم النبیین سے کبھی یہ نہیں سمجھا کہ اس سے صرف تشریعی نبوت کا ختم مراد ہے اور اس آیت میں یہ تخصیص ہے. سب نے بالاتفاق اس سے یہی مراد سمجھی کہ اس میں نبوت اور رسالت ہر دو کے ختم کا کھلا اعلان ہے اور ختم نبوت پر نص ہے.

کلیات ابی البقاء میں ہے:-

وتسمیۃ نبینا خاتم الانبیاء لان الخاتم اٰخر القوم قال اللہ تعالیٰ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ثم قال ونفی الاعم یستلزم نفی الاخص.[2]

---

[1] تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۸۹ [2] کلیات ابی البقاء صفحہ ۳۱۹

ترجمہ۔ ہمارے نبی کریمؐ کا نام اس لیے خاتم النبیین رکھا گیا کہ خاتم قوم آخر القوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا۔ آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔ صاحب سراج لبید کہتے ہیں عام کی نفی (آئندہ نبی ہونے کی نفی) خاص کی نفی کو لازم ہے کہ تشریعی نبوت کا بھی اس میں خاتمہ ہے۔

یہ دورِ اوّل کی شہادت آپ کے سامنے ہے ختم نبوت سے ہر شخص نے وہ عامی ہو یا عالم، محدث ہو یا مفسر، مجتہد ہو یا عام ولی صرف ایک اور ایک ہی مفہوم مراد لیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی وہ غیر تشریعی درجے کا ہو (صرف نبی) یا تشریعی درجے کا (کہ رسول بھی ہو) ہرگز مبعوث نہ ہوگا اور جو ختم نبوت کا اس تفصیل سے اقرار نہیں کرتا۔ اس میں تخصیص کا مدعی ہے وہ ختم نبوت کا منکر ہے ہرگز اس کا قائل نہیں۔ حضورؐ کا خاتم النبیین ہونا قرآن کی نص ہے اور وہ نص کا منکر ہے۔ الفاظ کا معنی کوئی بات نہیں۔ الفاظ اپنے معنی کے ساتھ چلتے ہیں اگر کوئی اس معنی کو مراد نہیں مانتا تو اسے کس طرح ان الفاظ کا قائل قرار دیا جا سکتا ہے۔

معنی خاتم النبیّین پر دورِ آخر کی شہادت

تیرہویں صدی کے مفسر جلیل علامہ آلوسیؒ (۱۲۹۱ھ) لکھتے ہیں:۔

المراد بالنبی ما ھو اعم من الرسول فیلزم من کونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کونہ خاتم المرسلین۔[۱]

ترجمہ۔ خاتم النبیین میں نبی سے مراد رسالت (تشریعی نبوت) سے اعم درجہ ہے اور آپ کے خاتم النبیین ہونے سے آپ کا خاتم المرسلین ہونا خود بخود لازم

---

[۱] روح المعانی جلد ۲۲

آرہا ہے۔

اسلام کی ان تیرہ صدیوں میں کوئی قابل ذکر محدث اور فقیہ اس بات کا قائل نہیں گزرا کہ قرآن کی اس آیت میں کوئی تخصیص ہے۔

معنی ختم نبوت پر قرآن کی دوسری شہادت

اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام انبیاء کرام کا ایک اجلاس بلایا۔ سب کی ارواح حاضر ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے میثاق لیا کہ جب تمہیں میری طرف سے نبوت اور احکام ملیں اور پھر میرا ایک خاص[1] رسول تمہارے ہاں آئے تم سب اس پر ایمان لانا یعنی اپنی اپنی امتوں میں اس آنے والے رسول کی خبر دیتے جانا اور اگر تم اس کا زمانہ پاؤ تو اس کی نصرت بھی کرنا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے اس کا اقرار لیا کہ سب نے اقرار کیا اور پھر رب العزت نے اس میثاق پر اپنی شہادت ثبت فرما دی۔ اس میثاق میں اس خاص رسول کی آمد سب سے آخر میں بتلائی گئی ہے اسے ثم کے لفظ سے ذکر کیا جو تراخی اور بعدیت پر دلالت کرتا ہے۔ اس میثاق سے نہایت واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب سے اونچا پیغمبر سب سے آخر میں آئے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت سے مراد آپ کا سب سے اخیر میں آنا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:۔

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین۔ (پ ۳، آل عمران، آیت ۸۱)

ترجمہ۔ اور جب لیا عہد اللہ نے سب نبیوں سے کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب و

---

[1] پہلی کتابوں میں بھی رسول کا لفظ اس طرح مطلق صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آیا ہے اور قاعدہ بھی یہی ہے کہ جب کوئی مطلقاً ذکر کی جائے تو اس کا فرد کامل مراد ہوتا ہے۔

حکمت سے دوں پھر آئے تمہارے ہاں اس شان کا رسول کہ وہ تمہارے پاس والی کتاب کی تصدیق کرے تو تم اس رسول پر ضرور ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے پوچھا کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا۔ انہوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا اب تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اس عہد کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

خدا نے تمام رسولوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں۔ پھر تمہارے پاس آخری زمانہ میں میرا رسول آئے گا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے گا۔ تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔[1]

یہ عہد تمام رسولوں سے لیا گیا تھا جن میں وہ بھی تھے جو نئی شریعت لائے اور وہ بھی تھے جو سابقہ شرائع کے مطابق فیصلے دیتے رہے[2]۔ اور وہ عہد کا رسول ان سب کے بعد آیا اور وہ سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والا تھا۔ قرآن کریم کی یہ آیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کو بڑی وضاحت سے بیان کر رہی ہے۔

سباق آیت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ رسول موعود سب نبیوں اور رسولوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ تبھی تو اس پر ایمان لانے اور اس کی نصرت کرنے کا ان سے وعدہ لیا جا رہا ہے اور آیت میں یہ بات بھی بہ درجہ نص مذکور ہے کہ وہ ان سب کے بعد آئے گی۔

لغت عرب میں ثم تراخی کے لیے آتا ہے اس کے بعد جو مذکور ہو اس میں اہمال ہوتا ہے اسے کچھ مہلت دی جاتی ہے۔ عرب جب کہتے ہیں جانی زید ثم عمر۔ تو اس کا مطلب یہ یہ ہوتا ہے کہ عمر زید کے بعد آیا۔

---

[1] حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۰ [2] انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدًی ونور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا۔ (پ۶ المائدہ ۴۴)

سوال. جب یہ عہد تمام رسولوں سے لیا گیا کہ تم اس پیغمبر آخر الزمان پر ایمان لانا اور اسکی نصرت کرنا تو کیا اس میثاق میں آنحضرتؐ بھی موجود تھے اور آپ سے بھی عہد لیا گیا کہ اپنے آپ پر ایمان لائیں؟

الجواب. سورۂ احزاب میں اس میثاق کا ذکر ان الفاظ میں ہے :۔

واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح وابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ابن مریم
واخذنا منھم میثاقاً غلیظاً. (پ ۲۱ الاحزاب)

ترجمہ. اور جب ہم نے سب نبیوں سے عہد لیا اور آپ سے بھی اور نوح سے بھی ابراہیم سے بھی
اور موسیٰ اور عیسیٰ سے بھی اور ہم نے ان سے پختہ عہد لیا تھا.

یہ عہد سب نبیوں سے لیا گیا تھا لیکن پانچ اولوالعزم پیغمبروں کو بخصوصیت سے ذکر کر دیا گیا سو اس عہد میں یہ سب شامل تھے. رہی یہ بات کہ حضورؐ سے اپنے اوپر ایمان لانے کا عہد کس لیے لیا گیا اس کی کیا ضرورت تھی؛ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی تصدیق خود قرآن کریم نے کر دی ہے :۔

اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون. کل اٰمن باللہ. (پ ۳ البقرہ ۲۸۵)

ترجمہ. یہ خاص رسول بھی اس پر ایمان لائے جو آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے
اُتارا گیا اور تمام مومنین بھی ایمان لائے ہر ایک ان میں سے اللہ پر ایمان لایا.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی کلمہ شہادت پڑھتے تھے اور اپنے رسول ہونے کی شہادت دیتے تھے یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے قادیانی اس پر اس لیے تعجب کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ اس رسول آخر الزمان سے حضورؐ کے علاوہ کسی اور رسول کی رسالت ثابت کرنے کے درپے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ مرزا غلام احمد نے یہاں رسول سے آنحضرت ہی مراد لیے ہیں :۔

اس آیت میں ثم جاءکم رسول سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں.[1]

یہ آیت بڑی وضاحت سے بتلا رہی ہے کہ آنحضرتؐ سب سے آخر آنیوالے پیغمبر ہیں. آپ کے بارے میں تمام پیغمبروں سے عہد لیا گیا کہ اپنے اپنے وقت میں آپ کی آمد کی خبر دے کر آپ کی نصرت کریں. ظاہر ہے کہ جس کی خبر سب پیغمبر دیتے چلے آئے وہی افضل النبیین ہو گا.

---

[1] حقیقۃ الوحی ص ۱۳۱

آیت عہد میثاق سے یہ بات واضح ہے کہ جو افضل النبیین ہوگا وہی خاتم النبیین ہے۔

اب یہ بات کہ حضورؐ افضل النبیین ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے کہ اس کا انکار شاید قادیانی بھی نہ کر سکیں سو اس کے بعد اس بات کے تسلیم کرنے میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب کے آخر میں تشریف لائے اور کیا تردد رہ جاتا ہے۔

حضرت علی مرتضیٰؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے یہی تفسیر منقول ہے۔

معنی ختم نبوت پر قرآن کی تیسری شہادت

انبیاء علیہم السلام خدا تعالیٰ سے خبریں پاتے ہیں اور اپنے مخاطبین کو بشارتیں بھی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ڈراتے بھی ہیں۔ انبیاء کرام خواہ نئی شریعت والے ہوں خواہ پہلی شریعت کے تابع بشارت و نذارت سب کی مشترک صفت ہے۔ ہر نبی بشیر و نذیر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غایت یہ بتلائی گئی ہے کہ آپ نہ صرف عرب کو بلکہ تمام دنیا کے لوگوں کو اور نہ صرف اس وقت کے لوگوں کو بلکہ قیامت تک آنے والے انسانوں کو ان کے نیک و بد سے آگاہ کریں۔ جس طرح آپ کی شریعت ان سب کے لیے کافی ہے آپ کی بشارت و نذارت بھی ان سب کو محیط ہے۔ ان کے لیے خدا کی طرف سے کوئی اور بشیر و نذیر آنے کا نہیں۔

قرآن کریم کہتا ہے :-

وما ارسلناك الا كافة للناس بشيرا و نذيرا۔ (پ ۲۲ : سبا۔ ع ۳)

ترجمہ۔ اور ہم نے آپ کو رسالت اسی لیے دی کہ اب آپ (آئندہ کے) تمام لوگوں کے لیے بشارت اور نذارت دینے والے ہیں۔

آپ کے بعد اگر کوئی اور نبی ہو گو آپ کی شریعت کے تابع تصور کیا جائے۔ سوال یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کے لیے بشیر و نذیر ہوگا یا نہ ؟ بصورت دیگر وہ نبی نہیں۔ بشارت و نذارت ہر پیغمبر کی ذمہ داری ہے اور بصورت اول اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام انسانوں کے

لیے بشیر ونذیر ہونا ناکافی ہو جاتا ہے اور ایک بشارت ونذارت کافی ہوتی ہے جو جائز نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ونذارت سب بنی نوعِ انسان کے لیے ہے۔ جیسے اب تک آپ کے نائبین العلماء ورثۃ الانبیاء آپ کی طرف سے نیابۃً ادا کر رہے ہیں حقیقت میں اب آپ ہی سب انسانوں کے لیے بشیر ونذیر ہیں۔ آپ کے بعد کوئی اور نبی تجویز کیا جائے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب انسانوں کے لیے بشیر ونذیر نہیں رہتے۔ پھر وہ نیا نبی اپنے وقت کا بشیر ونذیر ٹھہرتا ہے۔ جو خدا سے خبریں پاکر بشارت اور نذارت دے۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:۔

تمت بنبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حجتہ وبلغ المقطع عذرہ ونذرہ۔[۲]

ترجمہ۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ کی حجت اہل زمین پر پوری ہو گئی اور اللہ کی طرف سے عذر اور نذیر ہونا آپ پر ختم ہو گیا۔

جن ادوار میں آمد ورفت کے ذرائع اور ملکوں کا میل جول چنداں آسان نہ تھا تمدن نے ارتقاء کی یہ منزلیں طے نہ کی تھیں نہ قوموں کی باہمی آمیزش کے عام مواقع میسر تھے تو حکمت ایزدی ہر علاقے اور ملک میں علیحدہ علیحدہ پیغمبر بھیجتی رہی اور جب تمدن یوں ارتقا پذیر ہوا کہ ساری دنیا ایک وحدت میں منسلک ہو سکے تو پھر وہ پیغمبر آیا جو مکانی اعتبار سے بھی ساری دنیا کے لیے بشیر ونذیر ہوا اور زمانی اعتبار سے بھی ہمیشہ کے لیے بشیر ونذیر ٹھہرے آئندہ آنے والی تمام نسلوں اور قوموں کے لیے اسی کی بشارت اور نذارت پھیلے۔ وہ خدا کی طرف سے آخری بُرہان ہو اور نبوت کا آخری نشان ہوتا۔ اشارہ شناسانِ حقیقت کو معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون ومکان اور زمین وزمان کی تمام وسعتوں کو شامل ہے۔

---

[۱] کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین۔۔۔۔ الآیۃ (پ وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین۔ (پ۱۵ الکہف ع ۸) [۲] نہج البلاغۃ جلد صـ ۱۴۹

قرآن کریم کہتا ہے :-

قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا. (پ۹ : الاعراف آیت ۱۵۸)

ترجمہ. آپ کہہ دیں. اے لوگو ! میں رسول ہوں اللہ کا. تم سب لوگوں کی طرف.

اور یہ بھی فرمایا :-

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرًا (پ۱۸ الفرقان)

ترجمہ. بڑی برکت ہے اس کی جس نے اتاری فیصلہ کی کتاب اپنے بندہ پر تاکہ ہو سب جہان والوں کو ڈرانے والا.

آپ سب جہانوں کے لیے بشیر و نذیر تبھی ہو سکتے ہیں کہ آپ کی تشریف آوری کے بعد نہ کہیں کوئی اور نبی ہوا اور نہ کبھی کوئی اور نبی آئے —— ابتداء عالم میں جس طرح دنیا ایک قوم تھی آخر میں بھی دنیا آپ کی وحدتِ رسالت سے ایک قوم بن کر رہے.

مرزا غلام احمد لکھتے ہیں :-

جب دنیا نے اجتماع اور استحاد کے لیے پلٹا کھایا اور ایک ملک کو دوسرے ملک سے ملاقات کرنے کے سارے سامان پیدا ہو گئے تب وہ وقت آ گیا کہ قومی تفرقہ درمیان سے اٹھا دیا جائے اور ایک کتاب کے ماتحت سب کو کر دیا جائے تب خدا نے سب دنیا کے لیے ایک ہی نبی بھیجا. تاکہ وہ سب قوموں کو ایک ہی مذہب پر جمع کرے اور جیسا کہ ابتدا میں ایک قوم تھی آخر میں بھی ایک ہی قوم بنا دے.[1]

---

[1] چشمۂ معرفت ص۱۳۶ مرزا غلام احمد.

آنحضرتؐ کا نذارتِ عامہ کا اعلان

اللہ تعالیٰ نے آپ کو کل بنی آدم کے لیے بشیر و نذیر بنایا۔ آپ کی بعثت ہر اولادِ آدم کے یہاں جہاں تک پھیلی ہو سب کے لیے آپ ہی بشیر و نذیر ہیں۔ آپ نے خود بھی اس کا اعلان فرمایا:۔

واوحی الی ھٰذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ۔ (پ الانعام آیت ۱۹)

ترجمہ۔ مجھے یہ قرآن وحی کے ساتھ دیا گیا ہے کہ میں تمہیں اس کے ذریعہ ڈراؤں اور ان تمام کی نذارت کروں جن تک یہ پہنچے۔

اور آپ نے یہ بھی فرمایا:۔

انا رسول من ادرک حیاً ومن یولد بعدی۔[1]

ترجمہ۔ میں اس کے لیے بھی رسول ہوں جسے میں زندہ پاؤں اور اس کے لیے بھی جو میرے بعد پیدا ہوں۔

اور آپ نے یہ بھی فرمایا:۔

فضلت علی الانبیاء بست۔۔۔ وارسلت الخلق کافۃ وختم بی النبیون[2]

ترجمہ مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی۔۔۔ (ان میں ایک یہ کہ) میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا اور نبیوں کے آنے کا سلسلہ مجھ پر ختم ہوا۔

اور یہ بھی فرمایا کہ میں تمام کالی اور گوری قوموں کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ یہ رنگوں اور نسلوں کے جغرافیائی فاصلے میری نبوت کی تحدید نہیں کرتے۔ میں سب کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:۔

---

[1] رواہ ابن سعد عن ابی الحسن مرفوعاً جلد ۲ ص ۱۰۱ [2] صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۹۹

بعثت الیٰ کل احمر واسود۔[1]

ترجمہ: میں تمام اقوام عالم کی طرف بھیجا گیا ہوں وہ سُرخ ہوں یا سیاہ۔

یہ بات ماننی کہ آپ کل بنی آدم کے لیے رسول ہیں ضروریات دین میں سے ہے آپ کی بعثت کے بعد جو کوئی اپنے لیے کسی اور کو رسول بتاتے وہ ضروریات دین کا منکر ہوگا آپ سب کے لیے اللہ کے رسول ہیں۔ اور خدا کے اس قانون کے تحت آپ اس زمین پر خدا کی آواز ہیں:۔

اللہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلاً و من النّاس۔ (پ۱۷، الحج آیت ۷۵)

ترجمہ: اللہ چُن لیتا ہے فرشتوں میں پیغام پہنچانے والے اور انسانوں میں۔

انسانوں میں سے اس دور کے لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسُول چُنا ہوا ہے اور آپ کی نبوت کا دَور قیامت تک وسیع ہے

آپ کی کل بنی آدم کے لیے بعثت ماننا ضروریات دین میں سے ہے

قل یا ایھا النّاس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ (پ۹ الاعراف ع ۲۰)

ترجمہ: آپ کہیں اے لوگو! میں رسول ہوں اللہ کا تم سب لوگوں کی طرف۔

اس کے تحت حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:۔

ھذا من شرفہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ خاتم النبیین وانہ مبعوث الی الخلق کافۃ ... والاٰیات فی ھٰذا کثیرۃ کما ان الاحادیث فی ھذا اکثر من ان تحصر وھو معلوم فی دین الاسلام ضرورۃً انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول الی الناس کلھم۔[2]

---

[1] صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۹۹ [2] تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۵۳

معنی ختم نبوت پر قرآن کی چوتھی شہادت

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی سیدھی راہ اور آخرت کی فلاح دو قسم کی وحی پر ایمان لانے سے وابستہ کی ہے۔ ایک وہ وحی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آئی (خواہ متلو ہو خواہ غیر متلو) دوسری وہ جو آپ سے پہلے انبیاء کرام پر آتی رہی۔ وحی کا کوئی تیسرا فرد نہیں جس پر ایمان لانے کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کوئی اور وحی آنے والی ہوتی تو ہمیں اس پر بھی ایمان لانے کا مکلف کہا جاتا۔ قرآن کریم ہمیشہ کے لیے رہنما کتاب ہے اس میں وحی کی یہ دونوں قسمیں ذکر کی گئی ہیں۔

والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک ۔ وبالاخرۃ ھم یوقنون ۰

اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون ۰ (پ البقرہ ع ۱)

ترجمہ۔ اور جو لوگ اس پر ایمان لائے جو تیری طرف اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا اور آخرت کو وہ یقینی جانتے ہیں وہی لوگ ہیں اپنے پروردگار کی ہدایت پر اور وہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔

وحی ہر پیغمبر پر آتی ہے خواہ وہ نئی شریعت لانے والا ہو۔ خواہ وہ کسی پہلی شریعت کے تابع ہو۔ قرآن کریم نے وحی کو مذکورہ دو قسموں میں ذکر کر کے بتلا دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اصلاً وحی نہیں ہے۔ یعنی آپ کے بعد نہ کوئی نئی شریعت والا نہ کوئی تابع شریعت محمدیہ کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ نزول جبریل بہ پیرایہ وحی قیامت تک کے لیے مسدود ہے[۱]۔ قرآن پاک صرف دو قسم کی وحی پر ایمان لانے کا ہم سے مطالبہ کرتا ہے[۲]۔ حضور صلی اللہ

[۱] حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کے نزول کے بعد اگر کوئی وحی آئے تو اس کی قانونی حیثیت نہ ہوگی نہ اس پر ایمان لانے کا کسی سے مطالبہ ہوگا۔ اس کا تعلق صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات سے ہوگا اور اس کی حیثیت ایک تکوینی راہنمائی سے زائد نہ ہوگی۔ [۲] تفسیر ابن جریر جلد ۱ ص ۸۱

علیہ وسلم پہ کی گئی اور دوسری آپ سے پہلے کی ـــ وحی کا کوئی تیسرا فرد نہیں جس پہ ایمان لانے کے ہم مکلف کیے گئے ہوں.

یاد رکھیے آخرت سے مراد مرنے کے بعد پھر اُٹھنے پر ایمان لانا ہے اور یہ کہ حساب ومیزان برحق ہے اور جنت اور دوزخ برحق ہیں. ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ سے یہی معنی منقول ہے. امام ابن جریر (۳۱۰ھ) لکھتے ہیں:۔

عن ابن عباس (وبالآخرۃ) ای بالبعث والقیامۃ والجنۃ والنار [۱]

مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:۔

وبالآخرۃ ھم یوقنون اور طالب نجات وہ ہے جو پچھلی آنے والی گھڑی یعنی قیامت پہ یقین رکھے اور جزا سزا مانتا ہو [۲]

وہ ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر جو تجھ پر نازل کی گئی اور جو کچھ تجھ سے پہلے نازل ہوا اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں [۳]

مذکورہ آیت سے پتہ چلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئی شریعت ہی کا آنا بند نہیں مطلقاً وحی کا آنا بند ہے اور سلسلہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا ہے

مرزا بشیر الدین محمود کی تحریف قرآن

الآخرۃ میں اس وحی کا ذکر ہے جو پیچھے آنے والی ہے [۴]

جس طرح متقی آپ سے پہلی وحی پر ایمان رکھتا ہے وہ بعد میں آنیوالی وحی پر بھی ایمان رکھتا ہے [۵]

---

[۱] تفسیر ابن جریر جلد ۱ صفحہ ۸۱ [۲] ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۲۰۷ الحکم ۲ جلد ۱۰ جنوری ۱۹۰۶ء

[۳] الحکم ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۴ء حکیم نور الدین خلیفہ اول بھی یہی ترجمہ کرتے ہیں. اور آخرت کی گھڑی پر بھی یقین رکھتے ہیں. (ضمیمہ بدر ۴ فروری ۱۹۰۹ء)

[۴] حاشیہ ترجمہ قرآن مجید زیر نگرانی مرزا محمود صفحہ ۱۲ اسٹیم پریس لاہور ۲۱ دسمبر ۱۹۱۵ء [۵] تفسیر کبیر صفحہ ۱۴۴

ایمان بالآخرت قرآن کریم میں

قرآن کریم میں ویسے تو ایمان لانے کی دعوت اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ ہر اس بات کو شامل ہے جو حضورؐ خدا کی طرف سے لے کر آئے۔ کسی ایک بات پر بھی کلمہ انکار انسان کو کافر بنا کر رکھ دیتا ہے۔

قالوا کلمۃ الکفر و کفروا بعد اسلامھم۔ (پ۱۰ التوبہ ۷۴)

لیکن قرآن کریم میں ان تمام مومن بہ امور (ایمانیات) کو دو عنوانوں سے کل ایمان کی سرخی بنایا گیا ہے۔ ۱۔ ایمان باللہ اور ۲۔ ایمان بالیوم الآخر۔

منافقین جب حضورؐ کے پاس آکر اپنے مومن ہونے کو بیان کرتے تو اس سرخی سے کہ ہم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں:۔

ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر وماھم بمؤمنین۔

(پ۱ البقرہ آیت ۸)

ترجمہ۔ اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور وہ مومن نہیں ہیں۔

پورے ایمان کا یہ عنوان ایمان باللہ اور بالیوم الآخر پورے قرآن میں جگہ جگہ پھیلا ہوا ہے اور کئی مقامات پر الیوم الآخر کی جگہ الاٰخرۃ کے الفاظ ملتے ہیں۔

ان تمام آیات کی روشنی میں یہ بات بکمال واضح ہے کہ قرآن کریم کے مد وبالاٰخرۃ ھم یوقنون سے مراد وہی ہے جو سیدنا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بتائی کہ یہاں مرنے کے بعد پھر جی اٹھنا اور حساب و میزان اور جنت اور دوزخ مراد ہے ـــــ نہ کہ یہ وحی کی کوئی تیسری قسم ہے۔ آخرت کا لفظ قرآن کریم میں دنیا کے مقابل وارد ہوا ہے۔

ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ۔ (پ۲ البقرہ ۲۰۱)

واکتب لنا فی ھٰذہ الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ (پ۹ الاعراف آیت ۱۵۶)

اب ایک لفظ جو قرآن کریم میں بطور دعوئے ایمان ستر سے زائد جگہوں میں وارد ہے اور اس کا صریح طور پر کئی جگہ دُنیا سے تقابل رکھا گیا ہے اسے تاویل و تحریف سے ایسے معنی پر لانا جو قرآن کریم میں اور کہیں مذکور نہ ہوں جہاں صریح تحریف قرآن ہے، وہاں قرآن کریم کی اعجازی بلاغت (کتابًا متشابھًا پ۲۳ الزمر آیت ۲۳) کے بھی خلاف ہے کہ اس کے سب مضمون آپس میں ملا جُلا کر لائے گئے ہیں اور اس کے بعض مقامات بعض کی تفسیر کرتے ہیں۔ والقراٰن یفسر بعضہ بعضًا ایک مسلمہ قاعدہ ہے۔

اس تحریف میں سب سے بڑا نقصان

پھر تحریف قرآن کے اس شغل سے جو سب سے بڑا نقصان نظم قرآن پر وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں قرآن پاک میں ایک پُورا نصاب ہدایت بیان کیا جا رہا ہے۔ جو لوگ ان اُمور پر ایمان لائیں اور ان پر عمل پیرا ہوں۔ انہیں اس پہ اولٰئك علٰی ھدًی من ربھم واولٰئك ھم المفلحون کی خبر دی جا رہی ہے۔ اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ سارا نصاب ہدایت ایمان بالآخرۃ کے بغیر ہو ــــ جب ایمان بالیوم الآخر اتنا اہم عنوان ہے کہ قرآن اسے پُورے ایمان کی سُرخی قرار دیتا ہے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ قرآن کا یہ پہلا منشور ہدایت ایمان بالیوم الآخر سے یکسر خالی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قراء کرام کے درجات جنت میں بُلند فرمائے۔ جنہوں نے اس آیت کو پڑھتے ہوئے وما انزل من قبلك پر وقف کر کے وبالاٰخرۃ ھم یوقنون پڑھا۔

مومن بہ اُمور میں آخرت کیا ہے؟

وبالاٰخرۃ ھم یوقنون میں آخرت سے مراد اگلا جہان ہے جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ سے ڈرنے والے وہ لوگ ہیں جو قرآن کریم اس سے پہلے کی نازل

شدہ کتابوں پر ایمان لاتے ہیں اور یوم آخر پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ یوم آخر وہ ہے جس دن اللہ رب العزت کے حضور اپنے اعمال کے ساتھ پیش ہونا ہے۔ قرآن کریم میں یہ بات ایک دوسرے مقام پر بھی بیان کی گئی ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا آمنوا باللہ و رسولہ والکتب الذی نزل علی رسولہ والکتاب الذی انزل من قبل، ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ و رسلہ والیوم الآخر فقد ضل ضلالاً بعیداً۔ (پ النساء۔ آیت ۱۳۶ ع ۲۰)

ترجمہ۔ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کتاب پر جو اُتاری اس نے اپنے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی گئی اس سے پہلے اور جو کوئی ایمان نہ لائے اللہ پر اور فرشتوں پر اسکی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر تو وہ گمراہی میں دور جا پڑا۔

یہاں ایمانیات (مومن بہ امور) کا ذکر ہے۔ بسلسلہ وحی۔ ۱۔ قرآن کریم اور ۲۔ پہلی نازل شدہ کتابوں پر ایمان لانے کا حکم ہے کسی تیسری وحی کا ذکر نہیں ——— پھر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اس کے رسولوں اور یوم آخر پر ایمان لانے کی دعوت ہے ——— کتابوں کی تفصیل پہلے کردی گئی ہے۔ رسولوں کا بیان بھی دوسری جگہ ہو چکا کہ وہ سب پہلے ہو گزرے ہیں ——— وہ قصصناھم کے تحت ہوں یا لم نقصصھم کے تحت۔ قصص کا تعلق پچھلے ادوار سے ہے۔

و رسلاً قد قصصنٰھم علیک من قبل و رسلاً لم نقصصھم علیک (پ النساء ۱۶۵)

ترجمہ۔ اور بھیجے ایسے رسول کہ ان کے احوال ہم نے تجھ کو سنا دیئے اس سے پہلے اور ایسے رسول بھی بھیجے کہ ہم نے اُن کے حالات تجھے نہ سنائے۔

یہاں قرآن کریم اور پہلی کتابوں کے ساتھ یوم آخر پر ایمان لانا ضروری بتایا گیا ہے بلکہ سب مومن بہ امور پر ایمان لانے کا باعث یہی یوم آخر ہے جس میں اللہ کے حضور حساب کے لیے پیش ہونا ہے۔ اگر اس دن پر ایمان لانا نہ ہو تو پھر کسی چیز پہ ایمان لانے کی ضرورت نہیں رہتی نہ کسی سے کسی عمل کا مطالبہ ہے۔

ہے۔۔۔ سورۃ مومن میں آخرت کی تفسیر ان الفاظ میں بھی دی گئی ہے۔

ان الآخرۃ ھی دار القرار (پ۲۴ المؤمن آیت ۳۹ ع ۵)

ترجمہ بے شک آخرت کا گھر ہی ٹھہرنے کی جگہ ہے۔

① قادیانی وبالآخرۃ ھم یوقنون کو پہلی دو وحیوں کے ساتھ جوڑ کر ایک تیسری وحی کا تصور پیدا کرتے ہیں، حالانکہ تمام قادیانیوں نے یہاں وقف کیا ہے اور یہاں ٹھہرنے کو بہتر بتلایا ہے۔۔۔ یہ کیوں ؟ تاکہ اگلا مضمون (آخرت پر یقین ہونا) الگ رہے۔

② پھر قرآن نے یہ بات بالآخرۃ ھم یوقنون (وہ آخرت پر یقین لاتے ہیں) وحی کے سباق کے بغیر بھی کہی ہے جہاں پہلے وحی کا کوئی ذکر نہیں۔ اس سے اس جملے کا معنی معین ہو جاتا ہے۔

الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم بالآخرۃ ھم یوقنون۔

(پ۱۹ النمل آیت ۳، لقمان آیت ۴)

ترجمہ۔ جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

کیا یہ وہی الفاظ نہیں جو سورۃ البقرہ کے پہلے رکوع میں دیئے گئے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ آخرت سے مراد آخرت ہی ہے۔ پھر قرآن کی شانِ اعجاز دیکھیئے کہ اس سے اگلی آیت میں اسے اور واضح کر دیا گیا ہے۔

ان الذین لا یومنون بالآخرۃ زینا لھم اعمالھم فھم یعمھون (پ۱۹ النمل ۴)

ترجمہ۔ بے شک جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ہم نے ان کے لیے ان کے لیے ان کے دنیا کے اعمال زینت بنا رکھے ہیں۔

سورۃ البقرہ میں دو وحیوں ۱۔ قرآن کریم اور ۲۔ پہلی کتابوں کے ساتھ وبالآخرۃ ھم یوقنون میں اسی یوم آخر پر ایمان لانے کی خبر دی گئی ہے۔ یہاں اسے لفظ آخرت سے بیان کیا گیا ہے اور سورۃ نساء میں اسے یوم الآخر کے الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن کریم اپنی تفسیر خود کرتا

(۳) سورۃ البقرہ کی زیرِ بحث آیت میں دو فعل علیحدہ علیحدہ لائے گئے ہیں۔ ۱۔ ایمان اور ۲۔ ایقان ـــــ دو طرح کی وحی (۱۔ قرآن اور ۲۔ پہلے سے نازل شدہ وحی) کو ایمان کے تحت بیان کیا ہے اور آخرت کو ایقان کے تحت ذکر کیا ہے۔

یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاٰخرۃ ھم یوقنون آیت نمبر ۴

(پ۱ البقرہ آیت ۴)

ترجمہ۔ وہ ایمان لاتے ہیں آپ پر نازل کی گئی وحی پر اور اُس پر جو اُتاری گئی آپ سے پہلے اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ قرآن کریم یہاں تین طرح کی وحی کی خبر نہیں دے رہا ـــــ آخرت کا بیان وحی کے علاوہ ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ایقان ایمان کے معنی میں بھی آتا ہے۔ لیکن ایک ہی آیت میں جب یہ دو لفظ ایک دوسرے کے ساتھ آئیں تو فرق کرنا ضرور ہے۔

(۴) پھر یہ بات بھی لائق غور ہے کہ سورۃ البقرہ کی ان آیات میں ذٰلک الکتاب لا ریب فیہ سے لے کر وبالاٰخرۃ ھم یوقنون تک ایک نصابِ ہدایت کا بیان ہے جس پہ چلنے والا آخرت میں فلاح کا مستحق ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے معاً بعد فرمایا :-

اولئک علی ھدًی من ربھم واولئک ھم المفلحون۔ (آیت ۵)

ترجمہ۔ وہی لوگ ہیں اپنے رب کی طرف سے صحیح رستے پر اور وہی ہیں (آخرت میں) کامیاب ہونے والے۔

اس سے ایک اگلی آیت میں پھر فرمایا :-

اولئک الذین لھم سوء العذاب وھم فی الاٰخرۃ ھم الاخسرون پ۱۹ النمل: ۵

ترجمہ وہی لوگ ہیں جن کے لیے بُرا عذاب ہے، اور وہی ہیں جو آخرت میں گھاٹے میں ہوں گے۔

اب اگر یہاں (وھم بالاٰخرۃ ھم یوقنون میں) آخرت سے وحی مراد ہو تو اس پورے نصابِ ہدایت میں ایمان بالآخرۃ کا کہیں ذکر نہ ملے گا ـــــ اب یہ کیسے باور کر لیا جائے

کہ اتنے اہم موضوع کو نصاب ہدایت میں ذکر ہی نہ کیا گیا ہو ـــــ ایمان بالآخرت تو اتنا اہم موضوع ایمان ہے کہ اسے ایمان باللہ والیوم الآخر کا عنوان دیا گیا ہے:۔

من اٰمن منھم باللہ والیوم الاٰخر۔	(البقرہ ۶۲، ۱۲۸، ۱۷۷، ۲۳۲)
ان کنّ یؤمن باللہ والیوم الاٰخر۔	(البقرہ ۔ ۲۲۸)
ولا یؤمن باللہ والیوم الاٰخر۔	(البقرہ ۔ ۲۶۴)
یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر۔	(آل عمران ۔ ۱۱۴)
لو اٰمنوا باللہ والیوم الاٰخر۔	(النساء ۔ ۳۹)
والمؤمنون باللہ والیوم الاٰخر۔	(النساء ۔ ۱۶۲)
من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر۔	(المائدہ ۶۹، التوبہ ۱۸)
لا یؤمنون باللہ وھم بالاٰخرۃ ھم کافرون۔	(یوسف ۳۷)
من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر۔	(پ۲۸، الطلاق ۲)
لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الاٰخر۔	(پ۱۰، التوبہ ۲۹)
یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر۔	(پ۱۰، التوبہ ۴۵)
من یؤمن باللہ والیوم الاٰخر۔	(پ۱۱، توبہ ۹۹)
ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر۔	(پ۱۸، النور ۲)
یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر۔	(پ۲۸، المجادلہ ۲۲)
من کان یرجوا اللہ والیوم الاٰخر۔	(پ۲۸، الممتحنہ ۲)

اب اتنے اہم رکن ایمان کے بغیر ہم کیسے تسلیم کریں کہ قرآن کا نصاب ہدایت مکمل ہو گیا اور انہیں اولٰئک علیٰ ھدیً من ربھم واولٰئک ھم المفلحون کی بشارت دے دی گئی ہے

⑤ نصاب ایمان کے اس بیان میں (جو سورۃ البقرہ کے شروع میں ہے) یقین آخرت سے مراد اگر ایمان بالیوم الآخر نہ ہو تو منافقوں کو کیسے پتہ چل گیا کہ مسلمانوں کے ہاں ایمان کا عنوان

ایمان باللہ والیوم الآخر ہے، منافق وہ لوگ تھے جو مسلمانوں کے ظاہر کو اپنے مسلمان ہونے کی سند کے طور پر اختیار کرتے تھے ــــ انہوں نے جب اپنے آپ کو دھوکا دینے کے لیے، مسلمانوں میں ملانا چاہا تو کہا: آمنا باللہ وبالیوم الآخر معلوم ہوا اس سے پہلے مسلمانوں کا ایمان بالآخرۃ ان کے سامنے پوری طرح واضح ہو چکا تھا. تبھی تو وہ اسے ایمان باللہ کے ساتھ جوڑ کر سامنے لائے.

قرآن کریم میں یہاں (سورۃ البقرہ کی ابتداء میں) پہلے ایمان کا نصاب ہدایت ہے جو وبالآخرۃ ھم یوقنون پر ختم ہوتا ہے. پھر آگے کافروں کا بیان ہے پھر ان کے بعد منافقوں (چھپے کافروں) کا بیان ہے. اس میں وہ اپنے (ظاہر) ایمان کو ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الآخر سے ذکر کر رہے ہیں.

ومن الناس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الآخر وما ھم بمؤمنین ۝

یخادعون اللہ والذین آمنوا. (پ البقرہ ۸)

ترجمہ. اور ایسے لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائے اور وہ مومن نہیں ہیں. وہ دھوکہ کر رہے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سے

یہ آیات بتلا رہی ہیں کہ اس سے ایمان بالآخرت ایک جلی عنوان ایمان کے طور پر بیان ہو چکا ہے. تبھی تو منافق اس کے سائے میں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے تھے. یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے پہلے مسلمانوں کے نصاب ایمان میں وبالآخرۃ ھم یوقنون سے مراد ایمان بالیوم الآخر ہی ہو.

(۶) ایمان بالآخرۃ اس درجے کا اہم عنوان ہے کہ قرآن کریم اس کے انکار کو پورے اسلام کا انکار شمار کرتا ہے:

الذین لا یؤمنون بالآخرۃ. (پ الانعام ۱۱۳)

وھم بالآخرۃ ھم کافرون. (پ الاعراف ۴۵ ھود ۱۹)

لایؤمنون بالاٰخرۃ ۔ (مومنون ۷۴، النمل ۲۲، اسراء ۴۵، النجم ۲۷، زمر ۴۵)

لایؤمنون باللہ وھم بالاٰخرۃ ھم کافرون ۔ (یوسف ۳۷)

لایؤتون الزکوٰۃ وھم بالاٰخرۃ ھم کافرون ۔ (حم سجدہ ۷)

لایؤمنون بالاٰخرۃ فی العذاب والضلال البعید ۔ (سبا ۸)

⑦ قرآن کریم میں لفظ آخرت دنیا کے مقابلے میں تیس کے قریب مقامات میں وارد ہے سورۃ البقرہ میں (وبالاٰخرۃ ھم یوقنون میں) بھی آخرت اسی معنی میں ہے یعنی وہ زندگی جو اس دنیا کے بعد اگلے جہاں میں ہوگی۔ قرآن کریم آخرت، دار القرار کو کہتا ہے۔

ان الاٰخرۃ ھی دار القرار ۔ (المومن ۳۹)

قادیانیوں کا یہ اصرار کہ آخرت سے یہاں مراد آخری دور میں آنے والی وحی ہے اور البقرہ کی اس آیت میں آخرت کا لفظ وحی اولیٰ کے مقابلہ میں ہے اگر کھلی تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟ قرآن کریم میں کیا کہیں یہ لفظ وحی آخرت کے لیے آیا ہے؟ — نہیں اور ہرگز نہیں —— اور قرآن کریم میں یہ لفظ یوم الآخر کے معنی میں ستر سے زیادہ مقامات میں وارد ہے تو اب قرآن کی اس اپنی اصطلاح کو چھوڑ کر اپنی ایک خاص غرض کے لیے اسے ایک خود ساختہ معنوں پر لانا قرآن کے مقابلے میں ایک بڑی جرأت ہے —— معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں یہاں آخرت کا لفظ قادیانیوں کے لیے ایک عذاب بنا ہوا ہے جس میں دجل کیے بغیر وہ اپنی دجالی نبوت کو کچھ آگے نہیں لا سکتے —— ہم اس کے جواب میں یہ کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ یہاں تو یہ لفظ تمہارے لیے عذاب بنا ہوا ہے لیکن جب تم آخرت میں پہنچو گے تو اس کا عذاب اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔

ولعذاب الاٰخرۃ اشدّ وابقیٰ ۔ پ۱۶ (طٰہٰ ۱۲۷)

ولعذاب الاٰخرۃ اکبر ۔ پ۲۹ (القلم ۳۳)

اور جو لوگ آخرت سے اس کے معنی صحیح مراد لیتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرتے

ہیں اور ایمان لاتے ہیں تو ان کی سعی اللہ تعالیٰ کے ہاں سعی مشکور ہوگی۔

ومن اراد الاٰخرۃ وسعیٰ لہا سعیہا وھو مؤمن فاولئک کان سعیھم مشکورًا ۝ کلاً نمد ھٰؤلاء وھٰؤلاء من عطاء ربک۔ (پ۱۵ الاسراء ۱۹)

ترجمہ۔ اور جس نے چاہا آخرت کو اور دوڑ کی اس کے واسطے جو اس کی دوڑ ہے۔ سو ایسوں کی دوڑ ٹھکانے لگی اور ہر ایک کو تیرے پروردگار کی عطا سے کچھ نہ کچھ پہنچ رہا ہے۔

⑧ قرآن کریم میں لفظ آخرت اس جہان کے مقابل

اولئک الذین اشتروا الحیوٰۃ الدنیا بالاٰخرۃ۔ (البقرہ ۸۶)

الذین یشرون الحیوٰۃ الدنیا بالاٰخرۃ۔ (النساء ۷۴)

یعلمون ظاھرًا من الحیوٰۃ الدنیا وھم عن الاٰخرۃ غافلون۔ (الروم ۷)

ان کنتن تردن الحیوٰۃ الدنیا... وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الاٰخرۃ۔ (احزاب ۲۹)

من کان یرید العاجلۃ عجلنا لہ فیہا... ومن اراد الاٰخرۃ۔ (الاسراء ۱۹)

لعنہم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ۔ (الاحزاب ۵۷)

لنذیقہم عذاب الخزی فی الحیوٰۃ الدنیا ولعذاب الاٰخرۃ اخزی۔ (حم سجدہ ۱۶)

فاذاقہم اللہ الخزی فی الحیوٰۃ الدنیا ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لوکانوا یعلمون۔ (الزمر ۲۶)

انما ھٰذہ الحیوٰۃ الدنیا متاع وان الاٰخرۃ ھی دار القرار۔ (المومن ۳۹)

لیس لہ دعوۃ فی الدنیا ولا فی الاٰخرۃ۔ (المومن ۴۳)

نحن اولیاء کم فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ۔ (حم سجدہ ۳۱)

من کان یرید حرث الاٰخرۃ نزد لہ فی حرثہ ومن کان یرید حرث الدنیا۔ (الشوریٰ ۲۰)

وان کل ذٰلک لما متاع الحیوٰۃ الدنیا والاٰخرۃ عند ربک للمتقین۔ (الزخرف ۳۵)

يعذبهم في الدنيا ولهم في الاخرة عذاب النار۔ (الحشر ۳)

بل تؤثرون الحيوٰة الدنيا والاخرة خير وابقىٰ۔ (الاعلیٰ ۱۷)

بل تحبون العاجلة وتذرون الاخرة۔ (القیمہ ۲۱)

قرآن کریم کا بار بار آخرت کا یہ بیان اسے ایک اصطلاح بنا چکا ہے۔ اب اسے اس کے ظاہر معنی سے پھیرنا اگر کھلی تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی جب ایمان کے معنی پوچھے گئے تو آپ نے مومن بہ امور میں صریح لفظوں میں بعثت کا ذکر کیا۔ یہ بعثت کیا ہے؟ پھر جی اٹھنا اور اپنے اعمال کا حساب دینا ــــ آخرت پر ایمان نہ ہو تو پھر سارا دین بے کار ہے۔

قادیانیوں کا ایک بے بنیاد چیلنج

قادیانی مبلغ جلال الدین شمس نے ایک دفعہ چیلنج دیا کہ آیاتِ الٰہیہ پر ایمان کی بحث ہو اور پھر اس میں آخرت کا ذکر ہو تو اس سے یومِ آخرت مراد نہیں ہوتا۔ ہم نے اسی وقت یہ آیت پڑھ دی:۔

واما الذين كفروا وكذبوا بآياتنا ولقاء الاخرة فاولئك في العذاب محضرون۔ (پ۲۱ الروم آیت ۱۶)

ترجمہ۔ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیات کو اور آخرت کے دن کو وہ عذاب میں اُتارے جائیں گے۔

آیاتِ الٰہیہ سے صرف قرآنی آیات مراد نہیں پہلی وحی الٰہی بھی اس میں داخل ہے اس کی تکذیب بھی کفر ہے۔ اس کے ساتھ یہاں آخرت کی تکذیب کا تذکرہ ہے۔ یہاں آخرت سے مراد آخری وحی نہیں۔ پھر یہاں صرف آخرت نہیں فرمایا لقاء الآخرۃ فرمایا۔ تاکہ کوئی شخص یہاں آخرت کے کوئی اور معنی نہ کرسکے۔ اس سے یقیناً یومِ آخرت کی حاضری مراد ہے۔ فبهت الذي كفر

وہ ششدر رہ گیا۔

پھر ہم نے جواب آں غزل کے طور پر چیلنج دیا کہ قرآن کریم میں کہیں متقین کا ذکر ہو اور ان کے ضمن میں آخرت کا لفظ آیا ہو اور آخرت کے معنی اگلا جہان نہ ہو۔ اس ضابطے کو تم توڑ دو اور اس پر آیت پیش کرو جب وہ اس کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ تو ہم نے یہ آیت پڑھ دی۔

وان کل ذٰلك لما متاع الحیٰوۃ الدنیا والاٰخرۃ عند ربك للمتقین ۔

(پ ۲۵ ، الزخرف ۳۵)

ترجمہ۔ اور یہ سب کچھ نہیں مگر سامان دُنیا کی زندگی کا اور آخرت تیرے رب کے ہاں انہی کی ہے جو اُس سے ڈرتے ہیں۔

یہاں متقین کی بحث ہے اور اس میں لفظ آخرت وارد ہے اور وہ بھی صریح طور پہ حیاتِ دنیوی کے متابل وارد ہے ___ کیا اب بھی اس ملحدانہ تاویل کو کوئی راہ ہے کہ یہاں آخرت سے مراد یومِ آخر نہیں۔ یاقوم الیس منکم رجلٌ رشید۔

کسی کے کلام کی شرح کرنے کے لیے اس کی مراد سے واقفیت ضروری ہے قرآن میں آخرت کا لفظ ایک جگہ نہیں۔ یہ متعدد پیرایوں میں مختلف مقامات میں ملتا ہے۔ ان تمام مواقع کو ملحوظ رکھے بغیر اسے اپنے کسی پسند کے قالب میں اُتارنا ہی وہ تفسیر بالرای ہے جس کے بارے میں حضور خاتم النبیین نے فرمایا۔ جو اس طرح کرے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

معنی ختم نبوت پر قرآن کی پانچویں شہادت

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ صرف ایک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ایمان والوں پر فرض کی ہے اور یہ قرآنی حکم قیامت تک کے لیے ہے۔ اس امت کے لیے اگر کوئی اور پیغمبر بھی مقدر ہوتا تو وہ نئی شریعت والا ہو یا شریعتِ محمدیہ کے تابع۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی اطاعت ایمان والوں پر فرض ہوگی یا نہ؟ پہلی صورت میں یہ اطاعتِ قرآنی اس فیصلے پر ایک اضافہ ہوگی۔ کیونکہ قرآن پاک صرف ایک پیغمبر کی اطاعت فرض قرار دیتا ہے۔ اور دوسری صورت میں وہ پیغمبر ہی نہ ہوا۔ کیونکہ ہر پیغمبر آتا ہی اس لیے ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ سو اب اس عہد کے رسول کے بعد آئندہ اطاعت اولی الامر کی ہوگی اور وہ بھی بایں شرط کہ اولی الامر کے فیصلے کا خدا اور اس کے رسول پاک کے فیصلے سے کہیں تصادم نہ ہو — اولی الامر کے فیصلے کے خلاف اپیل بھی ہو سکتی ہے مگر پیغمبر کا فیصلہ ہر حال میں اٹل شمار ہوگا۔

آیت اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم میں تین مطاع ٹھہرائے گئے ہیں۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ۔ ۲۔ اس کے رسول برحق۔ ۳۔ اولی الامر جو مسلمانوں میں سے ہوں۔

لیکن لفظ اطیعوا صرف دو دفعہ ہے۔ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت مستقل ہے۔ یہ کسی شرط سے مشروط نہیں، لیکن اولی الامر کی اطاعت مستقل نہیں یہ اس شرط سے مشروط ہے کہ ان کی بات اللہ کے رسول کے خلاف نہ ہو۔ اس لیے انہیں اسی اطیعوا کے ماتحت رکھا گیا جو الرسول کے لیے وارد ہوا۔

ؐ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (پ۵: النساء، ع ۸)

منطوق قرآنی نہایت واضح ہے کہ اس امت کے لیے ہمیشہ تک کے لیے ایک ہی پیغمبر واجب الاطاعت ہے۔ اس کے بعد اولی الامر اس مقام پر آتے ہیں۔ لیکن اس امت کے لیے کسی اور نبی کی آمد ہرگز نہیں نہ اس کا انتظار ہے۔ ورنہ یہاں اس کا تذکرہ ضرور ہوتا۔ مقام ذکر میں کسی بات کا ذکر نہ ہونا اس کی نفی کا نشان ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

یاایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والی الرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذٰلک خیر واحسن تأویلاً ○ (پ النساء آیت ۵۹)

ترجمہ۔ اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا ــــ اور حکم مانو رسول کا ــــ اور ان حاکموں کا جو تم میں سے ہوں ــــ پھر اگر تمہارا (ان حاکموں سے) کسی بات میں اختلاف ہو جائے تو تم اسے لوٹاؤ اللہ اور اس کے رسول کی طرف۔ اگر حقیقی یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ــــ یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام۔

اس آیت میں حکمرانوں سے مراد انتظامی حکمران بھی ہیں اور وہ بھی جن کی حکومت علم میں چلتی ہے اور عام مسلمان اجتہادی مسائل میں ان کے تابع ہوتے ہیں ــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کسی اور نبی کی بعثت مقدر ہوتی تو آپ کے بعد امت میں مجتہدین اور ائمہ فقہ اس مرتبے پر نہ آتے کہ حضورؐ کے بعد امت میں ان کی پیروی جاری ہو ــــ اور انتظامی امور میں بھی حضورؐ کے بعد حکمرانوں کی اطاعت لازم ہونا اسے ختم نبوت کی دلیل ٹھہراتا ہے حضورؐ کے بعد اب خلفاء ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں، ہاں خلفاء ہوں گے ــــ تم کیے بعد دیگرے ان سے وفا کرنا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کسی تابع شریعت محمدیہ نبی کی گنجائش ہوتی تو یہاں پر الرسول اور اولی الامر منکم کے درمیان اس کا ذکر ضرور ہوتا اور اسے خلفاء سے مقدم رکھا جاتا۔

مرزا غلام احمد کو اولی الامر میں داخل کرنے کی کوشش

نادان قادیانی مرزا غلام احمد کو لائق اطاعت بنانے کیلئے اسے اولی الامر میں لانے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اس آیت میں اولوالامر کے ساتھ اختلاف کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور سمجھایا گیا ہے کہ اگر تمہارا اولی الامر کے ساتھ کوئی تنازعہ ہو جائے تو پھر اپنے اس اختلاف کو اللہ (قرآن کریم) اور اس کے رسول (سنّت) کی طرف لوٹاؤ۔ یہاں اب کوئی تیسری اطاعت نہیں۔ تین اطاعتیں صرف اوّل درجے میں تھیں۔ جب خود اولی الامر سے ہی اختلاف ہو تو پھر صرف دو اطاعتیں ہیں اور یہی طریق ہے جس کا انجام بہتر ہو سکتا ہے۔

نبی غیر تشریعی بھی ہو تو اس کے ماننے والوں پہ اس کی اطاعت لازم ہو گی نبی سے تنازع تو درکنار اس کے پاس آپس میں بھی بحث و اختلاف بھی جائز نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اہلبیت کو آپس میں جھگڑتے سُنا تو فرمایا:۔

وما ینبغی عند نبی تنازع [1]

ترجمہ۔ نبی کے پاس تنازع نہ چاہیئے۔

سو اولی الامر کو کسی طرح غیر تشریعی نبوت کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ اولی الامر دنیا میں کب تک ہوں گے جب تک دُنیا رہے گی ۔ معلوم ہوا کہ اب قیامت تک حضور کے بعد صرف اولی الامر لائق اتباع ہوں گے۔ کسی اور نبی کی آمد اس امت میں متوقع نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی گنجائش ہے۔

مرزا غلام احمد تو انگریزوں کو اپنے اولی الامر میں داخل کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ نادان قادیانی کیسے ہیں جو خود مرزا غلام احمد کو اس صف میں لانے کے مدعی ہیں ۔ اور وہ کس لیے ایسا کہتے ہیں محض اس لیے کہ کسی طرح مرزا غلام احمد کو وہ اپنے لیے لائق اتباع ٹھہرا سکیں۔

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۳۸ جلد ۱ صفحہ ۴۴۹ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۲

معنیٔ ختم نبوت پر قرآن کی چھٹی شہادت

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولیٰ ونصله جهنم وساءت مصیراً. (پ النساء ۱۱۵)

ترجمہ۔ اور جو کوئی خلاف کرے اس رسول کا۔ بعد اس کے کہ ظاہر ہو گئی اس کے لیے ہدایت اور پیروی کرے ان مسلمانوں کے علاوہ کسی اور راہ کی۔ تو ہم اسے لگا دیں گے اسی راہ پہ جدھر وہ پھرا اور اسے پہنچائیں گے جہنم میں، جو بُرا ٹھکانہ ہے۔

یہاں الرسول سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے اور آپ کے تابع ہو کر چلنا فرض بتایا گیا ہے۔ آپ کے بعد اگر کوئی پیروی ہے تو وہ سبیل المؤمنین کی ہے جو اس وقت ایمان لائے ہوئے تھے اور حضورؐ کے ساتھ تھے۔ اس آیت نے بتلایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بعد آئندہ مسلمانوں پہ اگر کوئی لازم اتباع ہے تو وہ صحابہ کرامؓ کی ہے۔ راہ حق ہے تو وہ ما انا علیه واصحابی ہے۔

قرآن کریم کا یہ حکم قیامت تک کے لیے ہے۔ حضورؐ کے بعد کسی اور نبی کی بعثت ممکن ہوتی تو یہاں اس کی اتباع کا بھی ذکر ہوتا۔ کیونکہ انبیاء تو آتے ہی اتباع کے لیے ہیں۔ یہ کیسا نبی ہے جس کی اطاعت کا پورے قرآن میں کہیں اشارہ تک نہیں ملتا۔ حضورؐ کے بعد اگر کوئی اطاعت ہے تو وہ سبیل المؤمنین کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کوئی نیا نبی تجویز کیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ کا اتباع کرے گا یا نہیں ــ اگر کرے گا تو وہ نبی کا ہے کا ہوا ــ نبی تو اتباع کرانے آتے ہیں ــ نہ کہ غیر انبیاء کی اتباع کرنے کے لیے ــ اور اگر وہ ان کی اتباع نہ کرے گا تو اس آیت کی رُو سے وہ جہنمی قرار پائے گا۔ کیونکہ یہ آیت ہر اس شخص کو جہنم میں

پہنچا رہی ہے جو صحابہؓ کے طریق کے سوا کسی اور راہ پر چلا۔

اگر خدا کا پیغمبر (گو وہ غیر تشریعی نبوت کا مدعی کیوں نہ ہو) بھی دنیا میں آکر صحابہؓ کی پیروی کا ہی مکلف ٹھہرے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس کے آنے کی کیا ضرورت ہوگی؟ ہم بصد ادب عرض کریں گے جناب پیچھے ہی رہیں۔ آپ کے لیے یہاں کوئی جگہ نہیں ہے۔

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول صحابہؓ کی پیروی کریں گے اور اس امت کے ایک فرد (حضرت مہدی) کے پیچھے نماز پڑھیں گے تو یہ امت کا شرف اور اعزاز ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس میں کوئی توہین نہیں۔ آپ اپنے کسی گروہ کی قیادت کے لیے نہ آئیں گے اس امت کے ساتھ رہنے کے لیے آئیں گے۔

اُمّت ہمیشہ حق پر رہے گی

قرآن کریم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور امت کی مخالفت دونوں کو ایک لڑی میں پرو دیا گیا ہے اور اس پر جہنم کی وعید سنائی گئی ہے:۔

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبیّن له الهدیٰ ویتّبع غیر سبیل المؤمنین نولّه ما تولّیٰ ونصله جهنم وساءت مصیرًا۔ (پ۵ النساء ع ۱۴)

ترجمہ۔ اور جو مخالفت کرے اس رسول کی بعد اس کے کہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے مسلمانوں کے رستہ کے خلاف۔ ہم پھیر دیں گے اسے اسی طرف جدھر وہ پھرا اور اسے جہنم رسید کریں گے اور وہ بہت بُری جگہ ہے

سو یہ امت جس بات پر جمع ہو جائے اور اس پر صدیاں گزر جائیں اور ہر دور میں اہل حق اسی ایک بات کی منادی کرتے آئے ہوں وہ بات کیسے غلط ہو سکتی ہے؟ — اور اگر یہ کوئی علمی غلطی تھی تو پھر مجددین وقت نے کیوں اس کی اصلاح نہ کی بلکہ وہ بھی وہی بات کہتے رہے جو اس بات میں امّت کا اجماعی موقف رہا۔

معنی ختم نبوت پر قرآن کی ساتویں شہادت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اُمیین میں ہوئی. آپ نے انہیں اللہ کی کتاب دی انہیں تزکیہ کی دولت دی اور انہیں کتاب و سنت کی تعلیم دی. اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں پڑے تھے.

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کی بعثت صرف انہی لوگوں کے لیے تھی یا کچھ اور لوگوں کے لیے بھی؟ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ آپ پچھلے لوگوں کے لیے بھی نبی ہیں اور آپ کی بعثت امیین اور آخرین دونوں کے لیے ہے.

یہ آخرین کون ہیں؟ قرآن کریم میں یہ لفظ اولین کے مقابلہ میں آیا ہے:-

ثلة من الاوّلين وقليل من الاخرين. (پ ۲۷، الواقعہ)

الم نهلك الاوّلين ثم نتبعهم الاٰخرين. (پ ۲۹، المرسلات)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دعوت میں اوّلین امیین تھے اور پھر آخرین — آخرین کا لفظ مکانی طور پر تمام اطراف عرب اور اعاجم کو شامل ہے. چنانچہ آپ نے تمام معروف ممالک کو اپنی دعوت کے خطوط لکھے اور زمانی طور پر یہ ان تمام لوگوں کو شامل ہے جو قیامت تک آئندہ ہوتے رہیں گے. آپ یقیناً ان سب پچھلوں کے لیے بھی نبی ہیں اور آپ کی بعثت عامہ ہے.

امام تفسیر حضرت مجاہدؒ (۱۰۰ھ) آخرین کے بارے میں لکھتے ہیں:-

هم الاعاجم كل من صدق النبى صلى الله عليه وسلم من غير العرب[1]

ترجمہ. اس سے عجمی لوگ مراد ہیں. عربوں کے سوا جس نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی وہ سب اس میں آتے ہیں.

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:-

---

[1] تفسیر مجاہد ص

حدیث میں ہے کہ جب آپ سے واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے سلمان فارسیؓ کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر علم یا دین ثریا پر جا پہنچے گا تو اس کی قوم فارس کا مرد وہاں سے بھی اُسے لے آئے گا۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی وضاحت سے اپنا عموم بعثت بتلایا اور بتلایا کہ آئندہ آنے والے لوگوں کے لیے بھی میں ہی پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یہ ابنائے فارس نبوت کے ماننے والوں میں سے ہوں گے حاملین نبوت نہ ہوں گے۔ ان کی انتہائے پرواز ثریا ستاروں تک ہو سکے گی آگے عرش اور ذوالعرش تک نہیں۔ عرش والے سے دین لانے والا اُمیین اور آخرین دونوں کے لیے میں ہی ہوں ــــ اور آخرین کا عموم بھی مکان و زمان کی دونوں وسعتوں کو شامل ہے ارشاد ہوتا ہے۔

ھو الذی بعث فی الامیین رسولًا منھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین ۝ و اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم ۝ (پ ۲۸: الجمعہ)

ترجمہ۔ وہ ہے جس نے اپنا ایک رسول اُمیین میں بھیجا، پڑھتا ہے ان کے پاس ان کی آیتیں اور ان کے دل سنوارتا ہے اور سکھاتا ہے کتاب و سنت اور اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں تھے اور وہ مبعوث ہے ان پچھلوں کے لیے بھی جو ابھی ان سے نہیں ملے اور وہ ہے غالب حکمت والا۔

آخرین سے مراد مکاناً سب عجمی ہیں اور زماناً آخری دور کے سب انسان جن کے بعد دُنیا کی صف لپیٹ دی جائے گی حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ کی ایک روایت آخرین کے

---

[1] تفسیر عثمانی صـ۷۱۱ پ ۲۸

عموم زمانی کو (کہ سب پچھلے آنے والے اس میں شامل ہیں) بکمال واضح کرتی ہے۔ حضرت سہلؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان فی اصلاب اصلاب اصلاب رجال ونساء من امتی یدخلون الجنۃ بغیر حساب (ثم قرأ) واخرین منھم لما یلحقوا بھم۔

ترجمہ۔ بے شک میری امت کے مردوں اور عورتوں کی پشت در پشت در پشت ایسے لوگ ہوں گے جو بے حساب جنت میں جائیں گے۔

(حضرت سہلؓ کہتے ہیں حضورؐ نے اس پر یہ آیت پڑھی) واخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ اس سے پتہ چلا کہ وہ آخرین سب حضورؐ کی امت میں سے ہوں گے۔ حافظ ابن کثیرؒ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

یعنی من بقی من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔[1]

اور ابناء فارس والی حدیث جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے اسے اس آیت کی تفسیر میں لاکر لکھتے ہیں۔

ففی ھذا الحدیث دلیل علی ان ھذہ السورۃ مدنیۃ وعلی عموم بعثتہ صلی اللہ علیہ وسلم الی جمیع الناس لانہ خبر قولہ تعالیٰ واخرین منھم بفارس ولھذا کتب کتبہ الی فارس والروم وغیرھم من الامم۔[2]

ترجمہ۔ اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ سورۃ جمعہ مدنی ہے اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت (آئندہ آنے والے) تمام لوگوں کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان واخرین منھم میں ان لوگوں کی نشاندہی ہے جو فارس میں ہوں گے۔ آپ نے اسی لیے فارس، روم اور دوسرے ممالک کو اپنی رسالت کے خطوط بھیجے۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر جلد ۹ ص ۲۴۹ [2] ایضاً

آپ نے حسب تصریح محدثین ثریا تک پہنچنے والے حضرات میں امام ابو حنیفہؒ وغیرہ مراد لیے ہیں کوئی غیر تشریعی نبی نہیں۔ نبی تشریعی ہو یا غیر تشریعی اس کی روحانی پرواز عرش والے تک ہوتی ہے صرف ثریا تک نہیں۔ محدثین اور مفسرین کی ان وضاحتوں سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اس آیت سے یہی سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی غیر تشریعی نبی نہ ہو گا۔ صرف یہ ہے کہ آپ کی امت میں حضرت امام ابو حنیفہؒ جیسے اہل کمال پیدا ہوں گے اور امت ان کی راہنمائی میں ان کے نقش قدم پر چلے گی۔

معنی ختم نبوت پر قرآن کی آٹھویں شہادت

قل امنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علیٰ ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ والنبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون۔ (پ۳ آل عمران آیت ۸۴)

ترجمہ۔ آپ کہہ دیں ہم اللہ پر ایمان لائے۔ اس پر ایمان لائے جو ہم پر اترا۔ اور اس پر جو حضرت ابراہیم، حضرت، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب پر اتارا گیا اور اس پر بھی جو حضرت موسےٰ اور حضرت عیسیٰ اور سب نبی دیئے گئے ہم ان میں سے کسی کو الگ نہیں کرتے اور ہم اس کے (سب پیغمبروں کو) ماننے والے ہیں۔

اس صف انبیاء میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے نبیوں کا ذکر کہاں ہے؟ یہ آخری الفاظ والنبیون من ربھم میں ہے کہ جو کچھ تمام نبیوں کو دیا گیا ہم سب پر ایمان لاتے ہیں اور صف انبیاء میں سے کسی کو نہیں نکالتے — سب پر اور ان پر اترے کلام پر ایمان لاتے ہیں۔

یہ بات کہ ہم اس کے نبیوں میں سے کسی کا انکار نہیں کرتے۔ یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ سب نبی

اس دُنیا میں آچکے ہوں اور ہمارا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ان تمام نبیوں کی تصدیق ہو ــــ اگر کچھ اور نبی ابھی آنے باقی ہوں تو قرآن کا یہ اعلان لانفرق بین احد منھم اعجازی بلاغت سے گرتا ہے. حساب میں تفریق ہمیشہ جمع کے بعد آتی ہے. اگرچہ خدا کے تمام انبیاء ورسل بعثت میں اس زمین پہ جمع نہیں ہو چکے تو یہ تفریق کرنے کا اعلان کیسا. تفریق تبھی ہو سکتی ہے جب پہلے سب جمع ہو چکے ہوں.

سوال: یہ تمام انبیاء اپنے اپنے وقت میں آتے اور جاتے رہے. یہ کبھی یک جا نہیں ہوئے. جب یہ کبھی یک جا نہیں ہوئے تو پھر تفریق کا سوال کیسا؟

جواب:

یہ سب انبیاء معراج کی رات بیت المقدس میں جمع ہوئے تھے. یہ جمع ہونے کی منزل گزر چکی تھی. یہ تفریق نہ کرنے کا اعلان اس کے مدتوں بعد ہوا.

سوال: اگر حضورؐ کے بعد بھی کچھ نبیوں نے آنا ہوتا گو غیر تشریعی درجے میں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اس رات بیت المقدس میں لائے ہوں گے یا نہ؟ اور اگر ایسا کوئی منظر حضورؐ نے وہاں دیکھا تو کیا آپ نے اس اہم بات کا اپنے صحابہؓ سے ذکر کیا؟

جواب: حضورؐ کے بعد اگر غیر تشریعی نبیوں کی بعثت مقدر ہوتی تو اس رات پر حضورؐ کو ضرور دکھائے جاتے. کیونکہ یہ صرف ملاقاتِ انبیاء و رسل کا موقع نہ تھا. حضور خاتم النبیین کی امامتِ کبریٰ کا موقع نہ تھا جو اس رات حضورؐ کی امامت میں نہ آئے. وہ دُنیا میں آکر حضورؐ کی ماتحتی میں کیسے چل سکیں گے. اس رات تو تمام پچھلی شریعتوں والے بھی حضورؐ کے مقتدی ہو گئے تھے. اس امت میں آنے والے یہ غیر تشریعی نبی کتنے آوارہ نکلے کہ اس رات حضورؐ کی امامت میں جگہ نہ پا سکے ــــ حق یہ ہے کہ دُنیا میں سب صفِ انبیاء پوری ہو چکی تھی. جب یہ واقعہ اسراء پیش آیا اور حضورؐ کے بعد کسی غیر تشریعی نبی کا آنا مقدر نہ تھا اور نہ وہاں کسی ایسے لوگوں کی حاضری تھی ــــ اگر ایسا ہوتا تو حضورؐ ضرور اپنے صحابہؓ کو ضرور

اس دلچسپ منظر کی خبر دیتے۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ بالا میں تمام نبیوں کا ذکر وما اوتی موسیٰ و عیسیٰ والنبیّون من ربھم کے بعد کیا ہے۔ کیا موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے بعد بھی کوئی نبی آئے تھے؟

جواب: ہاں حضرت موسیٰ کے بعد کئی نبی آئے جو تورات کے مطابق فیصلے کرتے رہے وہ غیر تشریعی انبیاء تھے ماسوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔

انا انزلنا التوراۃ فیہا ھدًی ونورٌ یحکم بہا النبیّون۔ (پ۶ المائدہ ۴۴)

ترجمہ: بیشک ہم نے تورات اتاری اس میں ہدایت تھی اور نور تھا ان کے نبی اسی کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔

ہمارا ان تمام نبیوں پر بھی ایمان ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آتے رہے ان نبیوں کو اسی صف انبیاء میں شمار کرنے کے لیے ان کا ذکر وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ کے بعد کیا تاکہ صفِ انبیاء ان غیر تشریعی انبیاء کو بھی شامل ہو جائے۔ اب یہ صف پوری ہو چکی ہے اور ہم اس صف انبیاء میں کسی کا انتظار نہیں کرتے۔ اب حضورؐ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ نہ تشریعی اور نہ غیر تشریعی ۔۔۔ اس آیت سے ختم نبوت کے یہی معنی سمجھ میں آتے ہیں۔

معنی ختم نبوت پر قرآن کی نویں شہادت

قرآن کریم میں اس امت کا نام آخرین ہے یعنی آخری امت۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نہ آئندہ کوئی نبی ہوگا نہ کوئی اور امت۔ قرآن کریم میں ہے:۔

ثلّۃ من الاوّلین وثلّۃ من الاخرین۔ (پ۲۷، الواقعہ)

ترجمہ: جنّتوں میں بہت سے لوگ پہلوں میں ہوں گے اور بہت سے آخرین میں سے

اوّلین سے مراد یا تو امم سابقہ ہیں اور یا اس امت کے دورِ اوّل کے لوگ ۔۔۔ جو کثرت

سے جنتی ہوئے۔ لیکن آخرین سے مراد بالاتفاق امتِ محمدیہ ہے خاص طور پر اس کا ایک زمانے کا طبقہ ـــــ انہیں آخرین اسی لیے کہا گیا کہ یہ اس دنیا کے آخری دور کے لوگ ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آخرین اسی پیغمبر آخر الزمان کی امت ہوں اور آپ کے کوئی اور نبی نہ ہو۔

طبرانی نے حضرت ابوبکرہؓ کی ایک حدیث بسند حسن نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت پر فرمایا۔ هما جميعًا من هٰذه الامة. یہ دونوں اسی امت کے حصے ہیں پہلوں سے بھی گروہ کے گروہ جنت میں ہوں گے اور پچھلوں سے بھی گروہ کے گروہ ـــــ لیکن امام تفسیر حسن بصریؒ کہتے ہیں:-

ثلة من الاولين (من الامم) وثلة من الآخرين (امة محمد) صلى الله عليه وسلم[1]

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:-

پہلے کہا پہلی امتوں کو اور پچھلے اس امت کو یا پہلے پچھلے اسی امت کے مراد ہوں[2]

جو صورت بھی ہو آخرین سے بالاتفاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مراد ہے۔ حضورؐ کی امت کا نام آخرین ہونا اس بات کی قوی شہادت ہے کہ آپ آخری نبی ہیں اور آپ کی بعد کوئی نبی تشریعی ہو یا غیر تشریعی نہ ہوگا۔ اگر آپ کے بعد کسی غیر تشریعی نبی کا ہونا مان لیا جائے تو ظاہر ہے کہ پھر اس کی امت آخری امت ہوگی نہ کہ یہ امت آخرین کا نام پائے:-

جو شخص نبوت کا دعوے کرے گا..... ضرور ہے کہ وہ ایک امت بنا بنا دے جو اس کو نبی سمجھتی ہو[3]

---

[1] تفسیر ابن جریر جلد ۲۷ صفحہ ۹۸ [2] موضح القرآن صہ [3] آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۴

احادیث اور ختمِ نبوّت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ختم نبوت کا اعلان ایک عنوان سے نہیں کئی عنوانوں سے فرمایا ہے۔ اور پھر ایک عنوان بھی صرف ایک موقع پر نہیں اس کے کئی پیرایہ بیان ہیں۔ احادیث میں اس کی اس قدر وضاحت اور صریح دلالت ملتی ہے کہ ختم نبوت کا کوئی پہلو معرضِ خفا میں نہیں رہتا۔

حقیقت و مجاز کا استعمال ہر زبان اور ہر تخاطب میں ہوتا ہے۔ ملحدین کی عادت رہی ہے کہ جہاں کسی بات سے انکار کرنا ہوا اسے مجازی معنی پہنا دیئے اور حقیقت سے جان چھڑا لی لیکن ایک حقیقت جب مختلف پیرائیوں میں بیان ہو اور بعض پیرائیوں میں کسی مجازی معنی کی بالکل گنجائش نہ ہو تو یہ صورتِ حال اس یقین کے لیے کافی ہے کہ یہ سب دلالتیں ایک معنی کے گرد گھوم رہی ہیں۔ تکرار خود دلالت کرتا ہے کہ بات بہت اہم ہے۔ اہم امور قانونی فیصلے وصیتیں اور سرکاری احکام مجازی پیرایۂ بیان میں پیش نہیں ہوتے اور پھر یہ اہمیت بعض اوقات یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ بات قسم سے کہنی پڑتی ہے تو ایسی صورتوں میں مجازی معنی مراد لینا کسی طرح درست نہیں ہوتا۔

ہمیں اطلاع ملتی ہے کہ شیر آیا۔ ہو سکتا ہے کہ لفظ شیر یہاں حقیقی معنوں میں نہیں کسی بہادر انسان کے لیے استعمال ہوا ہو اور اپنے مجازی معنی میں ہو۔ لیکن اس کے بعد جب کوئی یہ بھی کہہ دے کہ اسے جنگل کا بادشاہ کہتے ہیں۔ اور یہ بھی پتہ چل جائے کہ وہ افریقہ سے لایا گیا ہے اور اس کی گردن پر لمبے لمبے بال ہیں تو ان سب صراحتوں کے بعد ہر ایک بات کو کھینچ کھینچ کر مجاز کے قالب میں ڈھالنا اور حقیقت الامر کا انکار کرتے چلے جانا یہ ایک شرارت نہیں تو اور کیا ہے؟

اس حقیقت سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہاں لفظ شیر سے اصل درندہ مراد تھا نہ کہ بہادر آدمی۔ اور یہ وہ حقیقت ہے جو یہاں مختلف پیرایوں میں بیان کی گئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت واضح طور پہ فرمایا اور بار بار فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ـــ بعد کے حقیقی معنی بعد کے ہیں۔ جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے آخری وقت میں اپنے بیٹوں سے پوچھا۔ ما تعبدون من بعدی۔ تم کس کی عبادت کرو گے میرے بعد (پ البقرہ ع ۱۶) یا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طُور سے واپسی پر بچھڑا پوجنے والوں سے کہا۔ بئسما خلفتمونی من بعدی۔ تم نے میری بُری نیابت کی میرے بعد (پ۹ الاعراف ع ۱۸) یا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کو کہا تھا۔ ان سألتك عن شیٔ بعدھا فلا تصٰحبنی قد بلغت من لدنی عذرًا۔ اگر اب اس کے بعد کوئی چیز آپ سے پوچھوں تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا۔ آپ نے میری طرف سے عذر پُورا کر دیا۔ (پ۱۶ الکھف ع ۱۰)

ہاں جہاں یہ لفظ بعدیت زمانی کے لیے نہ لیا جا سکے۔ مثلاً یہ کہ اللہ کی طرف مضاف ہو جس کے لیے کوئی بعدیت زمانی نہیں تو اس صورت میں اس کے معنی مجازی لیے جائیں گے۔ جیسے فبای حدیث بعد اللہ وٰ اٰیاتہ یؤمنون۔ پھر کون سی بات اللہ اور اس کی باتوں کو چھوڑ کر وہ مانیں گے۔ (پ۲۵ الجاثیہ) یہاں لفظ بعد اللہ کی طرف مضاف ہے جس کے لیے کوئی زمانی اولیت اور بعدیت نہیں۔ ھوالاوّل والاٰخر اب اس آیت کو مثال بنا کر لفظ بعد کے ایک معنی چھوڑنے اور خلاف کرنے کے مستقل طور پہ وضع کر لینا اور پھر اسے حدیث لانبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں) میں چسپاں کرنا علم و دیانت سے کھیلنا نہیں تو اور کیا ہے۔

جو شخص لفظ بعد کو اس کے اصلی حقیقی اور عام معنوں سے جس کے شواہد قرآن کریم اور ارشاداتِ نبی رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت کثرت سے پھیلے ہوئے ہیں یکسر ہٹا کر حدیث لا نبی بعدی میں اسے ایک نادر اور مجازی معنی میں لیتا ہے۔ اسے یہ بھی دیکھنا ہوگا

کہ یہاں لفظ بعد کو اس کے حقیقی معنوں سے پھیرنے کے لیے ہمیں کیا مجبوری ہے؟ جب تک حقیقی معنی مراد لینے میں کوئی اصولی دقت نہ ہو مجازی معنی مراد لینے کی کیا گنجائش ہے؟ حدیث لا نبی بعدی جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف موقعوں پر کئی پیرائیوں میں بیان فرمایا کیا اسلام کا ایک قطعی عنوان نہیں؟ اور کیا اس قسم کی قطعیات میں مجازی تعبیرات چل سکتی ہیں؟ کیا اسلام کے دوسرے اساسی عقائد میں اس کی مثال ملتی ہے؟ عقائد کی کتابوں میں جہاں افضل الناس بعد الانبیاء کا ذکر آتا ہے اور اس کے بعد یہ الفاظ ملتے ہیں۔ ثم من بعدہ عمر کیا لفظ بعد میں یہاں یہی معنی مراد ہوں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لا نبی بعدی فرمایا تھا تو صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد پوری امت نے اس لفظ بعد کے کیا معنی سمجھے تھے؟ یہ وہ سوالات ہیں جنہیں پیش نظر رکھنے کے بعد کوئی شخص لفظ بعد سے یہ مجازی کھیل نہ کھیل سکے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ ختم نبوت لا نبی بعدی کو مختلف پیرایوں میں لا کر ہی نہیں سمجھایا بلکہ آپ نے اسلام کے اس قطعی مسئلہ کے لیے اور بھی کئی عنوان اختیار فرمائے۔ کبھی ایسی نفی فرمائی کہ کسی دوسرے معنوں کا احتمال تک رہے۔ جیسے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات (نبوت کا کوئی جزو باقی نہیں رہا سوائے سچے خوابوں کے) یا جیسے انقطعت النبوۃ والرسالۃ (نبوت اور رسالت دونوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے) کبھی آپ نے اپنے خاتم النبیین ہونے کو قصر نبوت کی آخری اینٹ کہا۔ کبھی آپ نے اپنے آپ کو العاقب (سب سے پچھلا) بتلایا۔ کبھی یوں کہا کہ پیغمبروں کا سلسلہ مجھ پر ختم کیا گیا۔ کبھی یہ کہا کہ سب لوگوں کے لیے میں ہی بھیجا گیا ہوں۔ کبھی آپ نے اپنے آخر الانبیاء ہونے اور اس امت کے آخر الامم ہونے کو ایک سیاق میں ذکر فرمایا۔ کبھی فرمایا کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے۔ کبھی کہا کہ میرے بعد انبیاء نہیں اب خلفاء کا سلسلہ چلے گا وغیر ذلک من التعبیرات۔

حاصل کلام اینکہ مسئلہ ختم نبوت حدیث میں اتنے متعدد عنوانات اور بیسیوں تعبیرات سے وارد ہوا ہے کہ ان تمام موارد کو پیش نظر رکھ کر لفظ بعد کے کوئی نادر اور مجازی معنی مراد لینا ایک سعی ناکام ہے. علمی طور پر اس کا کوئی وزن نہیں اور شرعی طور پر یہ ایک کھلا زندقہ و الحاد ہے۔

اس پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے آپ حضور ختمی مرتبت کے ارشادات پر غور فرمائیں اور دیکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لا نبی بعدی کے کیا معنی سمجھائے اور عقیدہ ختم نبوۃ امت کو کن معنوں میں دیا. ان احادیث کے امت نے اب تک کیا معنی سمجھے اور اس معنی ومفہوم پر احادیث کی دلالت کتنی صریح اور صحیح ہے.

قد انقطعت کے معنی سمجھئے انقطاع کا تعلق ماقبل سے ہوتا ہے حضور کی بعثت پر اب نبوتوں کا کوئی تسلسل نہیں انقطاع ہو گیا. یہ رسالت جامع اور تاقیامت رہنے والی ہے اس پر سوال وارد ہوتا ہے کہ اگر کوئی پہلا نبی آجائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اب وہ حضور کی شریعت کے تابع ہو کر رہے گا اسکی اپنی شریعت نہ چلے گی سو اس عبارت کا تعلق ماقبل سے ہے

اب دیکھیئے کہ حضورؐ ختمی مرتبت جناب تاجدار ختم نبوت نے آیت خاتم النبیین کے کیا معنی سمجھائے ہیں۔

معنی ختم نبوّت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی شہادت

(۱) ——— حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

انّہ سیکون فی امّتی ثلاثون کذابون کلھم یزعم انّہ نبیّ وانا خاتم النّبیّین لانبی بعدی۔[1]

ترجمہ۔ تحقیق میری امت میں تین بڑے کذاب ظاہر ہوں گے۔ ہر ایک کا گمان ہوگا کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النّبیّین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث میں حضورؐ نے تصریح فرمائی کہ جھوٹے مدعیانِ نبوت میری امت میں سے ہوں گے اور امتی اور محمدی ہونے کے مدعی ہوں گے۔ چنانچہ لفظ فی امتی ظاہر ہے اور ان کے جھوٹا ہونے کی دلیل یہ بیان فرمائی کہ "حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں"

اس سے واضح ہوا کہ امتی نبی ہونے کا دعویٰ بھی آیت خاتم النّبیّین کے خلاف ہے اور حضورؐ کے بعد کوئی غیر تشریعی نبی بھی پیدا نہ ہوگا۔

(۲) ——— آپ نے جھوٹے مدعیانِ نبوت کے جھوٹا ہونے کی دلیل یوں بیان فرمائی کہ وہ اپنے آپ کو نبی گمان کرے گا حالانکہ میں خاتم النّبیّین ہوں۔ معلوم ہوا کہ ان کے دجال اور کذاب ہونے کی سب سے بڑی دلیل خود ان کا مدعی نبوت ہونا ہے۔ کسی اور دلیل کی حاجت نہیں۔ یہاں صرف یہی نہیں فرمایا کہ ان کا دعوے نبوت غلط ہوگا۔ بلکہ فرمایا کہ ان کا دعوے نبوت میری ختم نبوت سے متصادم ہوتا ہے۔ اس سے ختم نبوت کے معنی اور واضح ہو گئے۔

یہ ختم نبوت کا اعجاز تھا کہ خوابِ غفلت میں سوئی قوم پھر سے بیدار ہوگئی۔

---

[1] ہذا حدیث صحیح جامع ترمذی جلد ۲ ص ۱۱۲

(۳) — آپ نے آیت خاتم النبیین کے معنی یہی بیان فرمائے کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا کیونکہ لفظ خاتم النبیین جس سیاق و سباق میں وارد ہے اس کے معنی "آخری نبی" کے سوا ہو ہی نہیں سکتے۔ اگر یہ معنی کیا جائے کہ :-

"میرے بعد تیس دجال و کذاب امتی نبی ہونے کا دعویٰ کریں گے۔ حالانکہ میں نبیوں کی مہر ہوں جس سے میری امت میں نبی بنیں گے"

تو کلام بالکل غلط اور مہمل ہو جائے گا کہ اس میں اسی چیز کو ثابت کیا جا رہا ہے جسے کہ رد کیا جا رہا ہے۔ یہ چہ جائیکہ اسے افصح العرب والعجم کی طرف منسوب کیا جا سکے۔ پس واضح ہوا کہ حضور کے نزدیک خاتم النبیین کا معنیٰ یہ ہے کہ کوئی امتی نبی بھی نہیں بنے گا۔

(۴) — بخاری کی روایت میں یہاں کذابون کے ساتھ دجالون کا لفظ[1] بھی موجود ہے۔ اور دجال کی تشریح مرزا غلام احمد خود ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :-

دجال کے لیے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا تابع ہو کر پھر سچ کے ساتھ باطل ملا دے۔[2]

دجّال کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ جو شخص دھوکہ دینے والا اور خدا کے کلام میں تحریف کرنے والا ہو اس کو دجال کہتے ہیں۔[4]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن تیس جھوٹے مدعیانِ نبوت کی خبر دی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو مانتے اور اپنے آپ کو حضور کی امت قرار دیتے ہوں گے اور اس سچ کے ساتھ وہ اپنے غلط دعوے نبوت کو ملا کر حق و باطل خلط ملط کر کے حقیقی معنوں میں دجل کا حق ادا کریں گے۔ اگر وہ تیس مدعیانِ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل ہو کر دعوے نبوت کرنے والے ہوتے اور ان کا ختم نبوت سے تصادم کرنے والا دعویٰ نبوت

---

[1] بخاری کتاب الفتن جلد ۲ صفحہ ۱۰۵۴ [2] تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۲۰ [3] دجالون ای مخلاطون بین الحق والباطل مموھون۔ (کرمانی شرح بخاری) [4] تتمہ حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۲۷

آنحضرتؐ کی ملت کو منسوخ کرنے والا اور نئی شریعت لانے والا دعویٰ ہوتا تو حضورؐ انہیں "دجالون" کے لفظ سے ہرگز ذکر نہ فرماتے۔ کیونکہ مرزا صاحب کی اپنی تصریح کے مطابق ضروری ہے کہ دجال کسی نبی برحق کا تابع ہوکر پھر باطل کو سچ کے ساتھ ملا دے۔

• پس جب کہ حضور ایسے تیس مدعیانِ نبوت کے غلط دعووں کو اپنی ختم نبوت سے متصادم قرار دے رہے ہیں تو واضح ہو گیا کہ حضورؐ کے خاتم النبیین ہونے کا مطلب یہی ہے کہ آپ کے بعد کوئی تابع شریعتِ محمدیہ نبی بھی ہرگز پیدا نہ ہوگا اور جو اس طرح امتی نبی ہونے کا دعوےٰ کرے گا وہ خبر صادق کی رُو سے دجال اور کذاب قرار دیا جائے گا۔

(۵) ــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت خاتم النبیین کی تفسیر جملہ "لا نبی بعدی" کے ساتھ بیان فرمائی پس "لا نبی بعدی" کے معنی بھی متعین ہو گئے۔ اب یہ کہنا صحیح نہیں کہ "لا نبی بعدی" میں صرف اس سلسلہ ختم نبوت کا اختتام ہے جو تشریعی ہو۔ اس لیے کہ حضور کے اس ارشاد کا سیاق وسباق تو اپنی نبیوں کی آمد پر مہر لگا رہا ہے جو غیر تشریعی ہونے اور امتی ہونے کا دعویٰ کریں گے۔ اور حق و باطل کو ملا کر دجل والحاد کے مظہر ہوں گے۔ یاد رکھیے مرزا صاحب خود لکھتے ہیں :-

لا نبی بعدی میں نفی عام ہے۔[1]

نوٹ : اس حدیث میں حضورؐ کا ارشاد "لا نبی بعدی" قرآنی ارشاد "خاتم النبیین" کی تفسیر ہے اور اس کا خود مرزا صاحب نے اقرار کیا ہے :-

نبینا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء بغیر استثناء وفسرہ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ لا نبی بعدی۔[2]

معنی "لا نبی بعدی" پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری شہادت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تو سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ

---

[1] ایام الصلح صد ۱۴۶ [2] حمامۃ البشریٰ صد ۲۰

کو اہلبیت کی نگرانی کے لیے چھوڑ دیا۔ اس پر حضرت علیؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ چلے ہیں۔ تو آپ نے انہیں یوں مطمئن فرمایا۔

اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبوۃ۔[1]

ترجمہ۔ اے علیؓ! کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی لیکن میرے بعد کوئی نبوت نہیں۔

الا انہ لیس نبی بعدی۔[2]

ترجمہ۔ بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اب یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام شریعتِ جدیدہ والے نبی نہ تھے بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے ماتحت تھے۔ ان کے ذکر کے بعد آپ کا "لا نبی بعدی" فرمانا اس بات کی بین دلیل ہے کہ حدیث "لا نبی بعدی" کے معنی یہی ہیں کہ "میرے بعد کوئی امتی نبی بھی نہیں آئے گا۔"

معنی "لا نبی بعدی" پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری شہادت

حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث نقل فرماتے ہیں:۔

کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی و انہ لا نبی بعدی و سیکون خلفاء فیکثرون قالوا اما تأمرنا قال فوا ببیعۃ الاول فالاول الحدیث۔[3]

ترجمہ۔ بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء کیا کرتے تھے جب کسی نبی کی وفات ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو اس کے بعد بھیج دیتے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے صحابہؓ نے عرض کیا

---

[1] صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ [2] صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۳۳ [3] صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۹۱ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۶ مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۲۹۷

کہ آپ اُن کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ خلیفہ اوّل سے وفا کرو اور یکے بعد دیگرے ہر ایک سے وفا کرنا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اس امت میں ایسے نبی نہیں ہوں گے جیسے بنی اسرائیل کی سیاست کے لیے آتے تھے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کس قسم کے انبیاء تھے۔ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں :۔

انّا انزلنا التوراۃ فیھا ھدیً و نور یحکم بھا النّبیّون۔ (پ۶ المائدہ ۴۴)

ترجمہ: ہم نے توریت نازل فرمائی جس میں ہدایت اور نور تھا۔ بعد کے انبیاء اس کے مطابق حکم کیا کرتے تھے۔

یعنی وہ انبیاء شریعتِ جدیدہ لے کر نہ آتے تھے۔ بلکہ شریعتِ توریت ہی کو اپناتے تھے اور اس کے حکم کے مطابق اس کے حکم کی تعمیل کراتے تھے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رح لکھتے ہیں :۔

قولہ توسوسھم الانبیاء ای انھم کانوا اذا ظھر فیھم الفساد بعث اللہ لھم نبیًا یقدم لھم امرھم و یزیل ما غیّروا من احکام التوراۃ۔[1]

ترجمہ: جب بنی اسرائیل میں کوئی فساد ظاہر ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح کے لیے کوئی نہ کوئی نبی بھیج دیتے تھے جو اُن کے معاملے کو درست کرے اور ان تحریفات کو دُور کرے جو انہوں نے تورات میں کی ہوتی تھیں۔

(الف) اس سے ثابت ہوا کہ یہ انبیاء بنی اسرائیل شریعت جدیدہ لے کر نہ آتے تھے۔ بلکہ وہ شریعتِ موسویہ کی اتباع میں تورات ہی کو نافذ کرتے تھے۔ پس ان کے ذکر کے بعد "لا نبی بعدی" اس بات کی دلیل ہے کہ حضور کی مراد اس حدیث سے یہی تھی کہ میرے بعد کوئی امتی نبی بھی نہیں آئے گا۔

---

[1] فتح الباری جلد ۶ ص ۲۶

(ب) یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف انقطاعِ نبوت کا اعلان نہیں فرمایا۔ بلکہ اس چیز کو بھی بیان فرما دیا کہ جو بنی اسرائیل کی اس غیر تشریعی نبوت کے قائم مقام ہوگی یعنی خلافت جس سے مراد یہ ہے کہ اب غیر تشریعی انبیاء کے بجائے خلفاء کے ان نبیوں کا ذکر فرماتے۔ آپ صرف منصب خلافت کو باقی رکھنا خود اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کے بعد کوئی تشریعی نبی بھی نہیں آئے گا۔

معنیٰ ختمِ نبوّت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی شہادت

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:۔

مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنیٰ بنانًا فاحسنه واجمله الا موضع لبنةٍ من زاویةٍ من زوایاه فجعل الناس یطوفون به ویعجبون منه ویقولون هلّا وضعت هٰذه اللبنة قال فانا اللبنة وانا خاتم النبیین[1]

ترجمہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اس کو بہت آراستہ پیراستہ کیا۔ مگر اس کے گوشوں میں سے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ پس لوگ اسے دیکھنے آتے اور خوش ہوتے۔ اور کہتے کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی پس میں نے اس خالی جگہ کو پُر کر دیا اور میں خاتم النبیین ہوں۔

اس تمثیل کا حاصل یہ ہے کہ نبوت ایک عالی شان محل کی طرح ہے جس کے ارکان انبیاء ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو قصرِ نبوت کی تکمیل فرما دی۔

(الف) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "مثل الانبیاء من قبلی" (جس میں انبیاء کا عموم بتلایا گیا

---

[1] صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۴۸ صحیح بخاری جلد ۱ ص ۵۰۱ مسند احمد جلد ۱ ص ۹۸۳ جامع ترمذی جلد ۲ ص ۱۴۳

ہے اور جس میں سب شامل ہیں ، ارشاد فرما کر آخر میں اپنے خاتم النبیین ہونے کا اعلان فرمایا۔ پس واضح ہوگیا کہ جس طرح آپ شریعت جدیدہ لانے والے نبیوں کے خاتم ہیں امتی نبیوں کے بھی خاتم ہیں اور آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

(ب) مکان کی آخری اینٹ سے تشبیہ دے کر آپ نے خاتم النبیین کے معنی آخری نبی متعین فرمادیئے۔

(ج) قصرِ نبوت میں وہ انبیاء بھی شامل ہیں جن پر شرائع کا دارومدار ہے اور وہ بھی دوسرے انبیاء کی شرائع کی رونق ہیں یعنی امتی نبی کیونکہ حضورؐ نے اسے جس محل سے تشبیہ دی اس کی بھی دونوں چیزوں کا ذکر فرمایا۔ مکان کی بنا (بنیٰ بنیانًا) اور اس کی تزئین (فاحسنہ واجملہ) اور حضورؐ اس ساری تعمیر کی آخری اینٹ ہیں اور اس معنی کے لیے آپ نے آخر میں فرمایا "میں خاتم النبیین ہوں"

(د) حضورؐ نے قصرِ نبوت کی آخری اینٹ ہونے کی دلیل یہ فرمائی کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ پس واضح ہوگیا کہ حضورؐ کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا نہ شریعتِ جدیدہ والا اور نہ کوئی نیا نبی۔ ۶

معنی ختم نبوت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچویں شہادت

حضرت ابوہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:۔

فضلت علی الانبیاء بست۔ اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب و احلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجدًا وطھورًا وارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون[1]

ترجمہ۔ مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں پر فضیلت دی گئی ہے اور مجھے جوامع الکلم

---

[1] صحیح مسلم جلد ۱ صہ ۱۹۹

عطا ہوئے۔ میری مدد مجھے رعب عطا کر کے کی گئی۔ مالِ غنیمت میری شریعت میں حلال کیا گیا۔ میرے لیے ساری زمین مسجد اور سامان تیمم بنائی گئی ہیں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور انبیاء مجھ پر ختم کر دیئے گئے۔

اب یہ تو ظاہر ہے کہ پچھلی پانچ فضیلتیں جس طرح آپ کو شریعت جدیدہ والے نبیوں پر حاصل ہیں بطریقِ اولیٰ شریعتِ سابقہ کے امتی نبیوں پر بھی حاصل ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان فضائل میں افضل علی الاطلاق ہیں جن میں انبیاء کے تشریعی اور غیر تشریعی ہونے کی کوئی تفریق نہیں پس لازم آیا کہ چھٹی فضیلت بھی ایسی نوع کی ہو۔ یعنی آپ پر ان سب انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے جن پر آپ کو پہلی خاص فضیلتیں حاصل تھیں۔ یعنی آپ کی ختمِ نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ آپ پر شریعتِ جدیدہ والے اور شریعتِ سابقہ کے ماتحت رہنے والے سب نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ اس سیاق میں اگر ختم بی النبیون کا یہ معنیٰ کیا جائے کہ مجھ پر شریعت جدیدہ والے نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے تو حدیث کے پہلے حصہ کے ساتھ یہ کلام بالکل بے معنی ہو جائے گا۔ نہ کوئی ربط رہے گا اور نہ کوئی مناسبت، چہ جائیکہ اسے صاحبِ جوامع الکلم کی طرف منسوب کر سکیں۔ (معاذ اللہ)

معنی ختم نبوت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چھٹی شہادت

عن ابی ھریرۃؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لم یبق من النبوۃ الا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرؤیاء الصالحۃ۔[۱]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃؓ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا حضورؐ نے فرمایا: نبوت کا کوئی فرد مبشرات کے سوا باقی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ مبشرات سے کیا مراد ہے۔ آپؐ فرمایا، سچے خواب۔

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۳۵ مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۹۱ ابوداؤد ۔ الدعاء فی الرکوع ج ۱ جلد نسائی افتتاح تعظیم الرب فی الرکوع ص ۱۱۹

اور رؤیائے صالحہ کیا نبوت ہے یا محض اس کا ایک جزو؟ اس کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

الرؤیا الصالحۃ جزء من ستۃ واربعین جزءاً من النبوۃ۔[۱]

ترجمہ۔ سچے خواب نبوت کا چالیسواں حصہ ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:۔

ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت ولا نبی ولا رسول بعدی ولکن بقیت المبشرات قال رؤیا المسلمین جزء من اجزاء النبوۃ۔[۲]

ترجمہ۔ نبوت اور رسالت دونوں منقطع ہو چکیں۔ اب میرے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہوگا اور نہ رسول۔ ہاں مبشرات باقی ہیں۔ اور مبشرات مسلمانوں کے وہ سچے خواب ہیں جو نبوت کے مختلف اجزاء میں سے محض ایک جزو ہیں۔

پس جس طرح چینی کو جو کہ سکنجبین کا ایک جزو ہے سکنجبین نہیں کہا جا سکتا چینی کی بوریاں جارہی ہوں اور ہم کہیں کہ سکنجبین جارہی ہے یا جس طرح محض دانت کو انسان نہیں کہا جا سکتا یا جس طرح ایک اینٹ سے مکان مراد نہیں لیا جا سکتا اور فقط آکسیجن گیس کو جو پانی کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے ہم پانی نہیں کہہ سکتے اور ایسے تمام اطلاقات باعتبار حقیقت درست نہ ہوں گے تو فقط سچے خوابوں کو نبوت سے تعبیر کرنا بھی قطعاً درست نہیں ہو سکتا۔ نبوت یا پانی کے اطلاق صرف وہی ہو سکیں گے جہاں ان کا وہ مفہوم پایا جائے جو شریعت نے مراد رکھا ہے۔ شیخ اکبر لکھتے ہیں:۔

مع ھذا لایطلق اسم النبوۃ ولا النبی الا علی المشرع خاصۃ فحجر ھذا الاسم لخصوص وصف معین فی النبوۃ۔[۳]

---

[۱] بخاری کتاب التعبیر [۲] فتح الباری جلد ۱۲ ص ۳۳۲ عــہ قلت رواہ الترمذی جلد ۲ ص ۱۲۹

[۳] فتوحات مکیہ جلد ۲ ص ۳۷۶، ص ۴۹۵

ترجمہ: سچے خوابوں پر نبوت کا جزو ہونے کے باوجود نبوت کا اطلاق نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ الفاظ تو صرف اسی پر آسکتے ہیں جسے شریعت نبی قرار دے پس نبوت میں ایک خاص صفت معین ہونے کی وجہ سے اس نام کے استعمال کی بندش کر دی گئی ہے۔

تشریحی نوٹ

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا یہ پہلو ملحوظ رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انقطاع نبوت کے اعلان کے ساتھ صرف سچے خوابوں کا باقی رہنا ذکر فرمایا ہے اور درمیان میں کسی اور منزل کا بقاء ذکر نہیں فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کسی قسم کی غیر تشریعی اور ظلی یا بروزی نبوت باقی ہوتی تو یہ اس کا موقع بیان تھا۔ مقام ذکر میں عدم ذکر میں یقینی طور پر ذکر عدم کو مستلزم ہوتا ہے۔ اس تفصیل سے یہ بات اور کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت اور رسالت کے منقطع ہونے کے بعد کسی قسم کی کوئی نبوت خواہ غیر تشریعی ہو خواہ ظلی اور بروزی قطعاً باقی نہیں۔ یہ محال ہے کہ اب کسی اور کو کسی قسم کی نبوت مل سکے۔ پس کسی امتی نبی کا پیدا ہونا بھی شرعاً ممکن نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے تمام پہلوؤں اور اس کے تمام اجزاء کے کلی انقطاع کی خبر دے دی ہے صرف سچے خوابوں کا باقی رہنا آپ نے ذکر فرمایا ہے جو یقیناً اور قطعاً نبوت نہیں۔ بالخصوص جب کہ سچے خواب بعض اوقات فاسق قسم کے لوگ بھی دیکھ لیتے ہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ:۔

> بعض طوائف یعنی کنجریاں بھی جو سخت ناپاک فرقہ دنیا میں ہیں، سچی خوابیں دیکھا کرتی ہیں [1]

---

[1] تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴۸

مرزا صاحب تو یہ بھی لکھتے ہیں کہ:۔

راقم کو اس بات کا تجربہ ہے کہ اکثر پلید طبع اور سخت گندے اور ناپاک اور بے شرم اور خدا سے نہ ڈرنے والے اور حرام کھانے والے فاسق و فاجر بھی سچی خوابیں دیکھ لیتے ہیں[1]

یہ وجہ ہمیں سمجھ میں نہیں آئی کہ اس حقیقت کو مرزا صاحب اپنا تجربہ کیسے بتا رہے ہیں

معنی ختم نبوت پر آنحضرتؐ کی ساتویں شہادت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

بعثت انا والساعة کھاتین۔ وجمع بین اصبعیه۔[2]

ترجمہ: میری بعثت قیامت کے ساتھ متصل ہے جس طرح یہ دو انگلیاں ساتھ ساتھ ہیں۔

اس سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضورؐ کے عہد نبوت کے ساتھ قیامت متصل ہے نہ کہ کوئی اور نبوت۔

حضرت بریدہؓ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

بعثت انا والساعة جمیعًا ان کادت تسبقنی[3]

ترجمہ: میں اور قیامت دونوں ساتھ ساتھ ہیں وہ تو قریب تھی کہ مجھ سے بھی سبقت کرے۔

اس حدیث میں معنی ختم نبوت بکمال واضح ہے۔ آپ کا عہد نبوت بالکل قیامت سے متصل ہے۔ آپ کے بعد صرف قیامت ہے کوئی اور نبوت نہیں۔

معنی ختم نبوت پر آنحضرتؐ کی آٹھویں شہادت

---

[1] تحفہ گولڑویہ صـ۴۸ [2] رواہ ابن ماجہ صـ۳۰۲ [3] اخرجہ احمد و ابن جریر۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۶ صـ۱۵۲

حضرت جبیر بن مطعمؓ (۵۴ھ) کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

انا محمد انا احمد وانا الماحی الذی محی اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی عقبی وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی۔[1]

ترجمہ: میں محمد ہوں میں احمد ہوں میں ماحی ہوں اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ سے کفر کو مٹائے گا۔ میں حاشر ہوں میرے پیچھے لوگوں پر حشر کی گھڑی آجائے گی (یعنی قیامت واقع ہو جائے گی) اور میں پیچھے آنے والا ہوں اور پیچھے آنے والا وہ ہے جس کے بعد کوئی اور نبی نہ آئے۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں علی عقبی کی بجائے علی قدمی کے الفاظ ہیں جس کے معنی ہیں میرے قدموں پر۔ اس کا مفہوم بھی یہ ہے کہ میرے پیچھے پیچھے ۔۔۔ کسی کے قدموں پر چلنے کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس کے آثار و اقدام پر چلنا۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:۔

یمکن ان یکون المراد بالقدم الزمان ای وقت قیامی علی قدمی لظہور علامات الحشر اشارۃ الی انہ لا نبی بعدہ ولا شریعۃ۔[2]

ترجمہ: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قدم سے مراد زمانہ ہو میں علاماتِ قیامت کے ظہور پر اپنے عہدِ نبوت میں ہوں گا۔ اس میں اشارہ ہے کہ آپ کے بعد نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ کوئی شریعت اُترے گی۔

حدیث کے آخر کے الفاظ میں عاقب ہوں وہ اس حدیث میں ایک دوسری دلیل ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہو سکے گا۔ لفظ عاقبت میں وہ پہلو نہیں رہا کہ شاید اس سے مہر لگانے والا مراد ہو۔ اب خاتم کے وہی معنی لیے جائیں گے جو اسے لفظ عاقبت کے ساتھ جمع کر کے ملیں۔

---

[1] صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۶۱ [2] فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۴۰۶

معنیٔ ختمِ نبوت پر حضورؐ کی نویں شہادت

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

فی امتی کذابون دجالون سبعة و عشرون منهم اربع نسوة و انی خاتم النبیین لا نبی بعدی.

ترجمہ: میری امت میں ۲۷ کذاب ہوں گے جن میں سے چار عورتیں ہوں گی حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا.

اس حدیث میں ان مدعیان نبوت کو دجال تبلایا گیا ہے ____ دجال وہ ہوتا ہے جو حق اور باطل کو ملا کر چیے. وہ کسی نبی برحق کا تابع کہلا کر نبی ہونے کا دعوے کرے.

مرزا غلام احمد لکھتا ہے:۔

دجال کے لیے ضروری ہے کہ کسی نبیِ برحق کا تابع ہو کر پھر سچ کے ساتھ باطل ملا دے [1]

اس حدیث میں اس قسم کا دعوے کہ (وہ جھوٹا امتی نبی بن کر سامنے آئے) بھی آیت خاتم النبیین کے خلاف کہا گیا ہے. حدیث لا نبی بعدی کے معارض سمجھا گیا ہے ___ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور خاتم النبیینؐ نے ختم نبوت کے یہی معنی سمجھائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی امتی نبی بھی نہ ہوگا. نبوت اپنے ہر پیرایہ میں حضورؐ کی ذاتِ گرامی پر ختم ہو چکی.

حدیث لا نبی بعدی کی مزید شرح

پیشتر اس کے کہ ہم معنی ختم نبوت پر کچھ صحابہ کرامؓ کی شہادت پیش کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان احادیث نبویہ کی مزید کچھ شرح کریں.

---

[1] تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۲

ہماری پیش کردہ ان آٹھ احادیث میں پہلی تین لا نبی بعدی کے عنوان سے ہیں۔ اگلی دو ختم نبوت کے عنوان سے چھٹی انقطاعِ نبوت کے عنوان سے اور ساتویں اتصال بہ قیامت کے عنوان سے اور آٹھویں لفظ عاقبت کے عنوان سے ــــ آیئے اب پہلے لا نبی بعدی کے الفاظ پر کچھ اور غور کریں۔

(۱) یہاں نبی کے نہ آنے سے مراد نبوت کی نفی ہے کہ وہ آپ کے بعد کسی کو نہ ملے گی نبی کی آمد منتفی نہیں ــــ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اسراء کی رات تمام انبیاء بیت المقدس میں آئے تھے آپ کی حضرت موسیٰ سے جو ملاقات ہوئی اس کے متعلق قرآن کریم میں ہے:۔

فلا تکن فی مریۃ من لقائہ۔ (پ۲۱ السجدہ ۲۳)

ترجمہ آپ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات میں شک نہ کریں۔

سو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس رات آنا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کی علامت کے طور پر آنا حدیث لا نبی بعدی کے ہرگز خلاف نہیں۔ ہم نے جو اس کا معنی لا نبوۃ بعدی کیا ہے۔ اس پر احادیثِ صحیحہ وارد ہیں:۔

(۱) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا:۔

لا نبوۃ بعدی [۱]

(۲) اسی مضمون کو آپ نے ان الفاظ میں بھی بیان فرمایا:۔

لم یبق من النبوۃ الا المبشرات [۲]

(۳) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں:۔

لا یبقی بعدہ من النبوۃ شئ الا المبشرات [۳]

حضرت ابوالطفیل واثلہ بن اسقعؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:۔

لا نبوۃ بعدی الا المبشرات [۴]

---

[۱] صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ [۲] صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ [۳] رواہ احمد جلد ۶ صفحہ ۱۲۹ کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۳۳ [۴] رواہ احمد جلد صفحہ

بعض صحابہؓ نے اس مضمون میں اتنی احتیاط کی کہ آپ کو خاتم الانبیاء کہنا کافی سمجھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنے والے ہیں وہ آپ سے پہلے بھی ہوتے اور بعد میں بھی ہوں گے۔ قبلہ و بعدہ تو ہو سکتا ہے صرف بعدہ آپ کے بعد کوئی نہ ہو سکے گا حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کہتے ہیں۔

حسبك اذا قلت خاتم الانبیاء فانا کنا نحدث ان عیسیٰ علیہ السلام خارج فان ھو خرج فقد کان قبلہ و بعدہ۔[۱]

ترجمہ: تمہیں آپ کو صرف خاتم النبیین کہنا کافی ہے (آگے لا نبی بعدی کہنے کی ضرورت نہیں)، کیونکہ ہمارے ہاں یہ حدیث عام بیان کی جاتی تھی کہ حضرت عیسیٰ نکلنے والے ہیں۔ پس جب وہ نکلے تو وہ آپ سے پہلے بھی ہوتے اور بعد میں بھی۔

یہاں لا نبی بعدی کے معنی کا انکار نہیں عنوان ختم نبوت کی وضاحت پر اتنا یقین ہے کہ اب ان الفاظ کا کوئی احتیاج نہیں۔ محدثین کے لیے لا نبی بعدی کے ساتھ لا نبوۃ بعدی کے الفاظ روایت صحیح سے ثابت ہیں۔ سو وہ اس کا معنی یہ کرتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

فالمعنی انہ لا یحدث بعدہ نبی لانہ خاتم النبیین السابقین۔[۲]

ترجمہ: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ کے بعد نئے سرے سے کوئی نبی نہ ہوگا یہ اس لیے کہ حضورؐ سب پہلے نبیوں کے خاتم ہیں۔

(۲) لا نبی بعدی کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس پر لفظ نبی بولا جاتے اور وہ اس نام سے لوگوں کے سامنے آتے اور اس نام سے اسے ماننا ضروری ہو وہ آپ کے بعد پیدا نہیں ہو سکتا۔ لا کا لفظ جب نکرہ پر داخل ہو جیسے لا الٰہ الا اللہ میں تو وہ عموم اور استغراق کا فائدہ

---

[۱] المصنف جلد ۵ ص [۲] مرقات جلد ۵ ص ۵۶۴ طبع قدیم

دیتا ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی تشریعی یا غیر تشریعی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔

جب نکرہ نفی کے تحت آئے تو اس میں نفی عام ہوتی ہے۔ لیکن اس عام کا پھیلاؤ محاورات عرب کے مطابق ہوگا۔ اگر کوئی کسی کو نصیحت کرتے ہوئے کہے کہ یہیں جتنے عمل کر سکتے ہو کر لو موت پر سب عمل ختم ہو جائیں گے اور عربی میں کہے لا عمل بعد الموت تو اس میں لا نفی عام کی دلالت یہ ہوگی کہ موت کے بعد کوئی کسی قسم کا عمل نہ ہو سکے گا۔ یہ نہیں کہ پچھلے کیے اعمال بھی سب ختم ہو گئے۔ من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ۔ پچھلے اعمال سب باقی ہوں گے۔ اور آخرت میں سب آگے آئیں گے — جس طرح لا عمل بعد الموت میں پچھلے اعمال کی نفی نہیں۔ لا نبی بعدی میں پچھلے انبیاء میں کسی کی حیات کی نفی نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرمایا۔ لا ھجرۃ بعد فتح مکۃ۔ کہ اب آئندہ مکہ سے ہجرت نہ ہو سکے گی۔ اب مکہ فتح ہو گیا ہے۔ تو اس سے کسی نے یہ نہ سمجھا کہ اب پہلا عمل ہجرت سب کا ختم ہو گیا اور کوئی پہلا مہاجر (جو مکہ حج کے لیے گیا ہو) مہاجر نہیں رہا اور اب کوئی شخص بھی مکہ سے مدینہ نہیں آ سکتا۔

معنی ختم نبوت پر صحابہؓ کی نو شہادتیں

حضرت صدیق اکبرؓ کی شہادت:۔

آپ کے خلافت سنبھالتے ہی ارتداد کی دو لہریں اٹھیں۔ آپ نے منکرین زکوۃ اور منکرین نبوت دونوں سے جہاد فرمایا اور کہا:۔

قد انقطع الوحی وتم الدین — اوینقص وانا حیّ[1]

ترجمہ۔ وحی کا آنا منقطع ہو چکا ہے اور دین تمام ہو چکا — کیا یہ ہو سکتا ہے کہ دین کٹے اور میں زندہ رہوں۔

---

[1] رواہ النسائی ورا جع لہ الریاض النضرۃ جلد ۱ ص ۹۸ تاریخ الخلفاء ص ۹۴

وحی صرف احکام کے لیے نہیں اخبار کے لیے بھی ہوتی ہے۔ اس میں نبی پر غیبی خبریں کھولی جاتی ہیں گو وہ تشریعی نبی نہ ہو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہاں انقطاعِ وحی کا اعلان فرمایا ہے۔۔۔ ختم نبوت میں جو لوگ مہر نبوت کی تاویل کرتے ہیں وہ یہاں اسے انقطاع وحی سے ہم آہنگ نہیں کر سکتے۔ یہ انقطاع وحی کا اعلان تشریعی اور غیر تشریعی اور غیبی خبروں کی کسی اطلاع قطعی ہر ایک کو شامل ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کی کسی انسان سے ہمکلامی ہو اسے دین میں قانونی حیثیت حاصل نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر عقیدہ ختم نبوت کا ان لفظوں میں اظہار فرمایا:۔

الیوم فقدنا الوحی ومن عند اللہ عزوجل الکلام۔[1]

ترجمہ۔ آج ہم نے وحی کو کھو دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کسی انسان سے کلام کرنا (جسے قطعی درجہ حاصل ہو) اب یہاں نہیں رہا۔

مسیلمہ کذاب جس سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جہاد فرمایا۔ اس نے شریعت محمدیہ میں کسی ترمیم کا اظہار نہ کیا تھا۔ اس کی اذانوں میں صرف حضورؐ کی رسالت کی آواز تھی۔[2] وہ اپنے آپ کو تابع شریعتِ محمدی سمجھتا تھا۔ بایں ہمہ حضرت صدیق اکبرؓ نے اس سے جہاد فرمایا اور وہ بایں دعویٰ نہیں کہ مسیلمہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے وہ نبی نہیں۔ بلکہ بایں دعویٰ کہ اب سلسلہ وحی منقطع ہو چکا ہے اور دین مکمل ہو چکا ہے۔ اب کسی اور کے مبعوث ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلے دین میں کوئی کمی رہ گئی تھی جو اب پوری ہو رہی ہے ۔۔۔۔ میری زندگی میں یہ بات ہو کہ دین تمام ہونے کے بعد بھی اس میں کوئی کمی رہ گئی تھی۔ ایسا ہرگز نہ ہو سکے گا۔

---

[1] کنز العمال جلد ۴ ص ۵۰ رواہ ابو اسمٰعیل الہروی فی دلائل التوحید [2] دیکھئے تاریخ طبری جلد ۳ ص ۲۴۴

معنی ختم نبوت پر حضرت فاروق اعظمؓ کی شہادت

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

انا ساکانوا یوخذون بالوحی فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان الوحی قد انقطعت عـــہ وانما ناخذکم الاٰن بماظھرلنا من اعمالکم فمن اظھرلنا خیرًا امناہ وقربناہ ولیس الینا من سریرتہ شیٔ اللہ محاسبہ فی سریرتہ۔[۱]

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کئی لوگوں پر وحی کی اطلاع پر بھی مؤاخذہ ہوجاتا تھا اور اب چونکہ وحی منقطع ہوچکی ہے ہم تم پر مواخذہ تمہارے انہی اعمال کی بنا پر کرسکتے ہیں جو ہمارے سامنے ہوں جو ہمارے سامنے اچھائی ظاہر کرے گا ہم اس سے بے خوف رہیں گے اور اسے اپنا مقرب بنالیں گے اس کے باطن کی تہ سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ اس کا محاسبہ کرنے والا صرف اللہ ہے۔

مقام غور حدیث میں مدارِ کلام "اخبارِ غیبیہ" ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بعض ایسے لوگ بھی آتے تھے جن کا ظاہر خلاف حقیقت ہوتا تھا اور اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک کو بذریعہ وحی اس حقیقت پر مطلع فرمادیتے تھے۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ اخبار غیبیہ یا اطلاع علی الغیب جس طرح اس صاحبِ وحی کے لیے ہوتے ہیں جو مستقل نبوت کا مدعی ہو اور نئی شریعت لائے۔ اسی طرح بعض غیبی خبروں کا اظہار اس صاحب وحی کے لیے بھی ہوسکتا ہے جو غیر تشریعی یا انعکاسی نبوت کا دعوےٰ کرے اور کسی شرع جدیدہ کا مدعی نہ ہو۔ اخبارِ غیبیہ کے باب میں

عـــہ ان الوحی قد انقطع من السماء (ابن ماجہ صـ۱۱۹) قد انقطع الوحی و تم الدین۔ (مشکوٰۃ صـ۵۵۶)

[۱] بخاری جلد ۱ صـ۳۶۵ باب الشہداء العدول۔

تشریعی نبوت اور غیر تشریعی نبوت میں کوئی فرق نہیں اور رب العزت کا اپنے پیغمبروں کو بعض امورِ غیبیہ کی اطلاع دینا یہ کوئی شریعت نہیں کہ تشریعی نبوت کے لیے ہی ہو اور غیر تشریعی نبوت کے لیے نہ ہو سکے۔

اب سوچنے کا مقام ہے کہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضؓ نے ختم نبوت اور انقطاعِ وحی کا جو اعلان فرمایا اس کا سیاق و سباق کیا تھا۔ آپ کا انقطاع وحی کا یہ اعلان اخبارِ غیبیہ کے سلسلے میں تھا جو تشریعی اور غیر تشریعی نبوت دونوں کو شامل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی وحی کا انقطاع ہو چکا ہے۔ اور نبوت کا ہر دروازہ قطعی طور پر بند ہے۔ یہ محال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریعی یا غیر تشریعی کسی قسم کا کوئی مدعی نبوت پیدا ہو اور وہ سچا ہو۔ اگر حضور ختمی مرتبت کے بعد غیر تشریعی نبوت جاری ہوتی جس کے ذریعہ امورِ غیبیہ ہر قسم کی قطعی[1] اطلاع ممکن تھی تو حضرت فاروق اعظمؓ اس سیاق و سباق کے ساتھ ختم نبوت کا ہرگز اعلان نہ فرماتے۔

حاصل اینکہ حضرت عمرؓ کے نزدیک ختم نبوت کے معنی یہی تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

---

[1] قطعی کی دلیل اس لیے ہے کہ اخبارِ غیبیہ اور کشوف و الہامات تو بعض غیر انبیاء کو بھی کرامت فرمائے جاتے ہیں۔ اور اولیاء اللہ کو بھی بعض غیبی خبروں کی اطلاع دے دی جاتی ہے اور حضرت عمر فاروقؓ تو خود مقام محدثیت پر فائز تھے جس مقام پر کہ بنجوائے حدیث خود رب العزت اپنی ہمکلامی سے سے نوازتے ہیں بغیر اس کے کہ صاحبِ مقام نبی ہو جائے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اخبارِ غیبیہ کے اس طرح باقی رہنے سے انقطاع وحی کے مذکورہ بالا اعلان کا کیا ربط ہوگا۔ جواب یہ ہے۔ کہ نبوت پر جس غیب کا اظہار ہو اس میں قطعیت ہوتی ہے۔ اور وہ اخبارِ غیبیہ یقینی طور پر معصوم ہوتی ہیں جن میں شک وسوسے یا شیطان کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہو سکتا۔ اور نبوت کے علاوہ جتنے بھی مقامات ہیں جن میں کہ بعض امورِ غیبیہ کا اظہار ہوتا ہو۔ ان میں وہ قطعیت نہیں ہوتی کہ ان پر احکام شرع یا احکام عدالت کی بنا رکھی جا سکے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اہلسنت کے نزدیک کشف ولی حجت نہیں۔

وسلم کے بعد اب کوئی غیر تشریعی نبی بھی نہیں آئے گا اور ہر قسم کی وحی اب منقطع ہے۔ امورِ غیبیہ کی کسی قطعی اطلاع اور نزول جبریل بہ پیرایہ وحی ہرگز ممکن نہیں۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے اور قیامت کی علاماتِ کبریٰ اپنا ظہور دکھلانے لگیں۔

معنی ختم نبوت پر حضرت عمرؓ کی دوسری شہادت

حضرت عمرؓ نے حضورؐ کی وفات پر (جب آپ کو اس کا یقین ہو چکا) آپ کو مخاطب کر کے کہا:۔

بابی انت وامی یارسول اللہ قد بلغ من فضیلتك عنده ان بعثك اٰخر الانبیاء وذکرك فی اولهم فقال تعالٰی اذا اخذنا من النبیین میثاقهم ومنك ومن نوح [1]

ترجمہ: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ اللہ کے ہاں اس بلند مرتبہ پر پہنچے ہیں کہ آپ کی بعثت تو سب سے آخر میں ہوئی مگر صف انبیاء میں آیت میثاق میں آپ کا ذکر سب سے پہلے کیا گیا۔ من النبیین میثاقهم ومنك ومن نوح۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی مشترکہ شہادت

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ایک روز یہ حضرات ام ایمنؓ کے پاس گئے میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک یاد باقی رکھنے کے لیے تھا ___ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام ایمنؓ کی زیارت کو جایا کرتے تھے ___ یہ تینوں حضرات ان کے ہاں پہنچے تو حضرت ام ایمنؓ انہیں دیکھ کر رونے لگیں۔ حضرت ابوبکرؓ اور

[1] مواہب للقسطلانی جلد ۲ صفحہ ۱۹۶

حضرت عمرؓ نے سمجھا کہ ام ایمنؓ حضورؐ کی جدائی پہ رو رہی ہیں۔ انہوں نے انہیں دلاسہ دیا۔
حضرت ام ایمنؓ نے فرمایا:۔

قد علمت انما عند اللہ خیر لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن ابکی علیٰ خبر السماء قد انقطع عنا[1]

ترجمہ۔ یہ تو میں جانتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے ہاں جو منزلت ملی وہ یہاں سے بہتر ہے میں اس پہ رو رہی ہوں کہ اب آسمانی خبروں کا یہاں آنا منقطع ہو چکا (یعنی اس درجہ کی وحی بھی اب آئے نہیں)۔

ان تینوں حضرات کا اس بات کو تسلیم کرنا کہ (وحی تشریح کیا) اب زمین پر آسمانی خبروں کا کسی قطعی پیرایہ میں آنا بھی کلی طور پر منقطع ہو چکا ہے اس بات پہ دلالت کرتا ہے کہ ان کے عقیدہ میں حضور خاتم النبیین کے بعد کسی غیر تشریعی نبوت اور غیبی خبریں اترنے کی کوئی صورت باقی نہیں اس عقیدہ پہ چار پختہ شہادتیں شہادت کا نصاب کامل ہیں۔ یہ کسی ایک واقعہ کی شہادت نہیں، ایک عقیدے کی شہادت ہے۔

معنی ختم نبوت پر صحابہؓ کی تیسری شہادت — حضرت عثمان غنیؓ

ایک شخص نے راستے میں کسی عورت کے محاسن کو دیکھا اور وہ حضرت عثمانؓ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا:۔

یدخل علی احدکم واثر الزنا ظاھر علیٰ عینیہ اما علمت ان زنا العینین النظر[2]

ترجمہ میرے پاس ایسا آدمی بھی آجاتا ہے کہ زنا اس کی دونوں آنکھوں سے ٹپکتا دکھائی دیتا ہے کیا تم نہیں جانتے کہ آنکھوں کا زنا بدنظری ہے۔

---

[1] کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۴۸ [2] احیاء العلوم جلد ۳ صفحہ ۲۴

حضرت انسؓ کہتے ہیں میں نے کہا. أوحی بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پھر وحی شروع ہوگئی. اب نے فرمایا یہ بصیرت، برہان اور فراستِ صادقہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا فرماتے ہیں.

حضرت عثمانؓ کو اگر یہ پتہ لگ گیا کہ اس آنے والے کی نظر پاکیزہ نہیں رہی تو یہ ایک کشف تھا یا ایک غیبی خبر تھی. اس خبرِ صادق سے یہ سوال اُٹھنا کہ "کیا وحی پھر سے شروع ہو گئی ہے" بتلایا ہے کہ صحابہؓ نے ان دونوں ختم نبوت اور انقطاع وحی انہی معنوں میں لے رکھا تھا کہ کسی طرح کی وحی غیر تشریعی بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی نہیں.

معنی ختمِ نبوت پر صحابہؓ کی چوتھی شہادت

آپ جب آنحضرتؐ کو غسل دے رہے تھے تو آپ نے چہرۂ نبوت کی طرف رُخ کر کے کہا.

بابی انت وامی قد انقطع بموتک مالم ینقطع بموت غیرک من النبوۃ من الانباء واخبار السماء[1]

ترجمہ: میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کی وفات سے وہ سلسلہ منقطع ہوا جو کسی اور کی وفات پر نہ ہوا تھا. نبوت اب آسمانی خبروں کا سلسلہ منقطع ہوا نبوت اسی معنی سے ختم ہے.

اگر آپ کی وفات سے صرف تشریعی سلسلہ نبوت ختم ہوا تھا تو اس پر حضرت علیؓ کے غم کی کیا وجہ تھی. ہارونِ امت تو غیر تشریعی نبوت پر بھی قانع ہو سکتے تھے. یہ انقطاع وحی کا وہی بیان ہے جو حضرت ام ایمنؓ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے سامنے ذکر کیا تھا. حضور سے پہلے جتنے انبیاء بھی فوت ہوئے کسی کی وفات انقطاع وحی نہ ہوا تھا. اب حضورؐ کی وفات سے یہ سلسلہ ختم ہوا اور یہی ختم نبوت کا تقاضا ہے. جبریلؑ کی جب آخری دفعہ زمین پر حاضری ہوئی (اور اس کے بعد حضورؐ کی وفات ہو گئی) تو وہ کہہ کر گئے کہ یہ میری بہ پیرایہ وحی زمین پر

---

[1] نہج البلاغۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۸

آخری حاضری تھی۔

حضرت علی المرتضیٰؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ کے دو شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھا۔ یہ نشان تھا کہ آپ نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا:۔

بین کتفیہ ختم النبوۃ وھو خاتم النبیین۔[1] (رواہ الترمذی فی الشمائل)

علامہ طاہر گجراتی لکھتے ہیں کہ آپ کی پشت پر مہرِ نبوت ہونا آپ کے آخر الانبیاء ہونے کی دلیل ہے[2]

حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ امام بیہقی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں ـــ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر وقت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہہ دیا:۔

ھذا اخر موطئ فی الارض ـ ـ یعنی یہ میرا آخری آنا ہے زمین پر یعنی وحی لے کر اس کے سیاق سے تاسف ظاہر ہے اور ابو نعیم نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کی روح قبض ہوئی تو ملک الموت روتے ہوئے آسمان کو چڑھے اور میں نے آسمان سے آواز سُنی:۔

وامحمداہ[3] ـــ (ہائے اب آپ کے پاس آنا نہیں ہوگا)۔

جبرئیل کا نزول بہ پیرایہ وحی اب قیامت تک کے لیے مسدود ہے۔ کیا جبرئیل صرف وحی تشریعی لے کر آتے تھے؟ اگر غیر تشریعی انبیاء کی طرف بھی انہی کا جانا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کا زمین پر نہ آنا اسی صورت میں متصور ہوتا ہے کہ اب بغیر تشریع بھی کسی پر نبوت نہ اُترے۔ یعنی ختم نبوت پر یہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی یہ دوسری شہادت ہے اور یہ صرف آپ کی شہادت نہیں حضرت جبرئیل امین کی امانت ہے جسے اہلِ خیانت کے سوا کوئی شخص بھی ضائع نہیں کر سکتا۔

---

[1] مجمع البحار جلد ۔ [2] شرح شمائل ملا علی قاری ۔ [3] وعظ المورد الفرسخی مجموعہ مواعظ ص ۲۷۰

معنی ختم نبوت پر صحابہؓ کی پانچویں شہادت

حضرت ابن ابی اوفیٰؓ (ھ) فرماتے ہیں :-

لو قدر ان یکون بعدہ نبی لعاش ابنہ ابراھیم۔[1]

ترجمہ: اگر یہ مقدر ہوتا کہ حضورؐ کے بعد بھی کوئی نبی ہو تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا اور نبی ہوتا۔

اس سے پتہ چلا کہ حضورؐ کے بعد کوئی غیر تشریعی نبی بھی نہیں آسکتا۔ آپ کے بیٹے ابراہیمؑ زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے۔ تو ظاہر ہے کہ وہ غیر تشریعی نبی ہوتے۔ جب ان کا ایسا نبی ہونا بھی ختم نبوت کے خلاف تھا تو یہ بات اس کی واضح دلیل ہے کہ صحابہؓ کے ہاں ختم نبوت کا معنی سمجھا گیا تھا۔

معنی ختم نبوت پر صحابہؓ کی چھٹی شہادت

حضرت انسؓ نے حضورؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں فرمایا :-

ما ملأ مھدہ ولو بقی لکان نبیاً لکن لم یبق لان نبیکم اخر الانبیاء۔[2]

ترجمہ: ابھی تو اس نے اپنے گہوارے کو بھی نہ بھرا تھا۔ اور اگر یہ زندہ رہتا تو نبی ہوتا لیکن آنحضرتؐ جب آخر الانبیاء ہیں تو وہ کیسے زندہ رہتا۔

معنی ختم نبوت پر صحابہؓ کی ساتویں دلیل

شاہِ روم کے گورنر ہامان نے جو شام میں رہتا تھا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے پوچھا :-

---

[1] صحیح بخاری جلد ص   [2] التاریخ الکبیر لابن عساکر جلد ا ص۲۹۴ تلخیص

هل کان رسولکم اخبرکم انه یأتی بعدہ رسول۔[1]

ترجمہ۔ کیا تمہیں تمہارے رسول نے کوئی خبر دی ہے کہ ان کے بعد کوئی اور رسول آئے گا۔

آپ نے کیا جواب دیا؟ یہ ختم نبوت پر حضرت خالد بن ولیدؓ کی گواہی ہے۔

قال لا ولکن اخبرانه لانبی بعده واخبران عیسی ابن مریم قد بشر به قومه۔

ترجمہ۔ اس رومی نے کہا میں بھی اس بات کا گواہ ہوں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نے اپنے بعد کے لیے آپ کی گواہی دی ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے جنگ یرموک میں حضرت خالد بن الولیدؓ کو شام کے گورنر ماہان سے بات کرنے کے لیے بھیجا تھا۔

معنی ختم نبوت پر صحابہؓ کی آٹھویں شہادت

حضرت بلال بن حارثؓ (ھ) کی شام میں ایک مسیحی سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پوچھا تمہارے ہاں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ وہ مجھے گھر لے گیا اور اس نے مجھے ایک تصویر دکھائی وہ آنحضرت کی تصویر تھی میں نے اس عیسائی سے پوچھا۔ یہ کون ہیں؟ اس نے اپنے مطالعہ صحائف کی بناء پر بتایا۔

انه لم یکن نبی الا کان بعده نبی الا هذا فانه لانبی بعده۔[2]

ترجمہ۔ پہلے کوئی نبی ایسا نہیں گزرا مگر یہ کہ اس کے بعد کوئی نبی آیا سوائے اس کے۔ یہ وہ ہیں جن کے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس تصویر میں آپ کے پیچھے ایک شخص کھڑا تھا میں نے غور سے دیکھا تو وہ حضرت

---

[1] رواہ ابونعیم خصائص کبریٰ جلد ۲ صـ ۲۸۴ [2] رواہ الطبرانی کذا فی الکنز جلد ۶ صـ ۲۸۱

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تصویر تھی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا اس واقعہ کو نقل کرنا اس واقعہ کی تصدیق ہے جو امت اب تک ختم نبوت کے نام سے اختیار کیے ہوئے ہے۔

معنی ختم نبوت پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی نویں شہادت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کے سوا اور کوئی وحی نہیں یعنی اس امت کے لیے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کہلاتی ہے اب قرآن کے سوا کوئی وحی نہیں جس کے الفاظ خدا کی طرف سے نازل شدہ ہوں۔ قرآن کا لفظ لفظ خدا کی طرف سے آیا ہے۔ یہ وحی متلو ہے اور کلام الٰہی ہے۔

تورات کے الفاظ بے شک خدا کی طرف سے تھے جو الواح پر کندہ ملے۔ مگر وہ امم سابقہ کے لیے تھے۔ اس امت کے لیے صرف قرآن ہے۔ احادیث وحی غیر متلو ہے۔ اس میں معانی قلب پیغمبر پر اتارے جاتے تھے۔ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ہوتے تھے۔ یہ وحی امت میں یکجا جمع نہیں ہوئی نہ اس کی تلاوت امت میں جاری ہوئی — اسی لیے اسے وحی غیر متلو کہتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ وحی جس میں الفاظ خدا کی طرف سے ہوں اب قرآن کے سوا اور کوئی نہیں۔

حضرت امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:-

لا وحی الا القرآن [1] ترجمہ۔ اب خدائی وحی قرآن کے سوا کوئی نہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب

قادیانی کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد پر جو وحی آئی وہ وحی غیر متلو کے درجے میں ہے اس میں حقائق و معانی آپ پر ڈالے جاتے تھے لفظ لفظ خدا کی طرف سے نہ ہوتا تھا؟

جواب: یہ سراسر جھوٹ ہے۔ اگر مرزا غلام احمد پر اتری وحی صرف وحی غیر متلو ہوتی

---

[1] کذا فی المعتصر من مشکل الآثار للطحاوی صد۲۵۱

تو پھر بعض الفاظِ وحی کے بارے میں مرزا صاحب یہ کیوں کہتے کہ اس کے معنی مجھے معلوم نہیں ہو سکے اور یہ وحی ان زبانوں میں کیوں آتی جو مرزا صاحب کو نہ آتی تھیں ـــــ اور پھر مرزا صاحب کی امت مرزا صاحب پر اُتری وحی کو ان کی مختلف کتابوں سے لے کر ایک کتابی شکل میں جمع کیوں کرتی ـــــ قادیانیوں کے اس قرآن کا نام تذکرہ ہے. جو انہوں نے بڑی محنت سے جمع کر کے چار سو بیس[420] ورقوں میں اسے شائع کیا ہے. اس کے کل صفحات ۸۴۰ ہیں. پہلی اشاعت میں اس کا ۴۲۰ اوراق میں ہونا مرزا بشیرالدین محمود کو اس کے شائع کرنے کے وقت علم نہ تھا. یہ وحی ۴۲۰ نکلی.

نوٹ ، مرزا غلام احمد کے پیرو بعض اوقات کہہ دیتے ہیں کہ مرزا صاحب کی نبوت ظلی نبوت تھی اور ان کی وحی ظلی قرآن ـــ ہم حضرت ابن عباسؓ کی اس بات کو صحیح تسلیم کرتے ہیں کہ اس امت کے لیے قرآن کے سوا کوئی وحی نہیں. وحی غیر متلو بھی وہی تھی جو حضورؐ پہ آئی.

ہم جواباً کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی وحی کسی طرح ظلی قرآن نہیں سمجھی جا سکتی:۔

(۱) قرآن کریم ایک زبان میں ہے ـــ عربی میں ـــــ اور مرزا صاحب کی وحی کئی زبانوں میں ہے اور ان زبانوں میں بھی جو مرزا صاحب کو نہ آتی تھیں.

(۲) قرآن کریم لانے والا فرشتہ جبریل امین ہے اور مرزا صاحب کے پاس آنے والا فرشتہ ٹیچی ٹیچی ہے[1]

(۳) قرآن کریم حضورؐ پر اُترتا تو آپ اسی وقت اسے لکھوا دیتے. غلام احمد نے اپنی وحی کو نہ کہیں علیحدہ جمع کیا نہ لکھوایا. نہ مرزا صاحب کے کوئی کاتبین وحی تھے.

(۴) قرآن کریم فصاحت و بلاغت اور ادبیت میں حدِ اعجاز تک پہنچا ہوا ہے. مرزا غلام احمد کی وحی میں علمی. ادبی اور عربی کی غلطیاں ہیں.

(۵) جس پہ قرآن اُترا اس نے دعویٰ کیا کہ اگر یہ انسانی کلام ہے تو تم بھی ایک ایسی آیت بنا لاؤ. مرزا غلام احمد نے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا.

---

[1] حقیقت الوحی صہ ۳۳۲

ازالۂ تعجب

اس پر تعجب نہ کیا جائے کہ باوجود ایسی واضح احادیث اور ایسی روشن شہادتوں کے مرزا غلام احمد نے اپنے دعوئے نبوت کی کیا گنجائش دیکھی، اس کی وجہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں :-

اور جو شخص حکم ہو کر آیا ہو اس کو اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پاکر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پاکر رد کر دے۔[1]

میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔[2]

مرزا صاحب کی یہ وحی کس قسم کی تھی۔ جس نے انہیں ان صحیح احادیث اور غیر تشریعی نبوت جاری نہ ہونے کی قطعی شہادتوں کو ردی کی ٹوکری میں پھینکنے پر مجبور کیا۔ اس پر مرزا صاحب کے مندرجہ ذیل بیانات کافی روشنی ڈالتے ہیں :-

(۱) ــــــ میں انگریزی حکومت کے ماتحت مبعوث کیا گیا۔

(اشتہار ص۳ شائع شدہ بآخر تریاق القلوب ص۳۴۸ از طبع سوم)

(۲) ــــــ یہ مدعی یعنی یہ عاجز گورنمنٹ کے حکم سے ایک سال کے اندر ایک ایسا آسمانی نشان دکھلا دے۔ ایسا نشان جس کا مقابلہ کوئی قوم اور کوئی فرقہ جو زمین پر رہتے ہیں نہ کر سکے۔

(حضور گورنمنٹ عالیہ میں عاجزانہ درخواست شائع شدہ بآخر تریاق القلوب)

---

[1] ضمیمہ نزول مسیح ص۳۰ [2] حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص۱۰

انگریز حکومت کے حکم سے آسمانی وحی اُترے یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ آسمان پر بھی انگریزوں کا ہی حکم چلتا ہو۔ قضا و قدر کے فیصلے اور ملکہ وکٹوریہ کے ارادے ساتھ ساتھ چلتے ہوں اب کون ہے جو اس آسمانی حکم کا مقابلہ کر سکے۔

مرزا غلام احمد کو کھٹکا تھا کہ کہیں گورنمنٹ اس کی اس مدح کو خوشامد نہ سمجھے۔ سو وہ اپنے اخلاص کی حمایت میں اپنے خاندان کی پچاس سالہ تاریخ کو لے آیا۔

(۳) ــــــ صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جانثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں۔ اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت نہایت حزم و احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے۔[1]

حکومتیں اپنے وفاداروں کو وفا کا صلہ دیتی ہیں۔ مرزا غلام احمد یہاں انگریز حکومت سے اپنی وفاداریوں کا صلہ نہیں مانگ رہا بلکہ وہ حکومت کو یاد کرا رہا ہے کہ یہ پودا انہی کے ہاتھوں کا تولگایا ہوا ہے۔ اب چاہیئے کہ گورنمنٹ برطانیہ اس کی پوری طرح آبیاری بھی کرے۔

پھر نبوت ایک زمینی کارروائی ہے یا آسمانی، اس پر غور کیجئے۔ انبیاء زمین پر خدا کے نائب ہوتے ہیں آسمانوں میں نہیں۔ وہاں فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکموں کے امین ہیں۔ مگر مرزا غلام احمد نے بقول خویش یہ فرشتوں کا کام بھی اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔ اس کا دعوے تھا کہ آسمانوں پر بھی اس انگریزی گورنمنٹ ہی کی بات چلتی ہے۔

(۴) ــــــ گورنمنٹ انگریزی ہے جس کے زیر سایہ امن کے ساتھ یہ آسمانی کارروائی کر رہا ہوں۔[2]

---

[1] تبلیغ رسالت جلد ۷، صہ ۱۹ [2] تبلیغ رسالت جلد ۶ صہ ۱۱۲

انگریز حکومت کے حکم سے کارروائی ہو۔ یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ آسمان پر بھی انہی کا حکم چلتا ہو۔ قضاء و قدر کے ایک طرف خدا ہو اور دوسری طرف ملکہ وکٹوریہ ہو اب کون ہے جو اس آسمانی حکم کا مقابلہ کر سکے۔

واضح ہو کہ شیطانی الہامات ہونا حق ہے۔

(ضرورۃ الامام ص۱۲)

مرزا غلام احمد کا شیطانی الہام کو حق کہنا ہمیں سمجھ میں نہیں آتا یہ درست ہے کہ شیاطین بھی اپنے دوستوں کو وحی کرتے ہیں۔

وان الشیاطین لیوحون الی اولیاءھم لیجادلوکم۔ (پ۸ الانعام)

ترجمہ اور بے شک شیاطین اپنے دوستوں کو وحی کرتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں۔

لیکن یہ بات درست نہیں کہ وہ الہامات حق ہوتے ہیں انہیں کتاب و سنت کے میزان میں رکھنا چاہیے کتاب و سنت تو نبوت کو آنحضرتؐ پر ختم بتلائیں اور شیطانی الہامات کہیں کہ سچا خدا وہ ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا اور یہ کہ جدھر ملکہ وکٹوریہ کا منہ اُدھر ہے خدا کا منہ — تو کیا ایسے الہامات سے کتاب و سنت کو چھوڑا جا سکتا ہے؟ — نہیں عقائد قطعی دلائل سے ثابت ہوتے ہیں وہمات اور خیالات سے نہیں۔ قرآن صاف کہتا ہے۔

وہ ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر جو تجھ پر نازل کی ہے اور جو کچھ تجھ سے پہلے نازل ہوا اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

مرزا بشیر الدین محمود کی تحریف قرآن

ما انزل الیک میں اس وحی کا ذکر کیا گیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اور ما انزل من قبلک میں اس وحی کا ذکر ہے جو گذشتہ انبیاء پر نازل ہوئی الآخرۃ میں اس وحی کا ذکر ہے جو پیچھے نازل ہونے والی ہے گویا یہاں تین وحیوں کا ذکر ہے۔[1، 2]

---

[1] حاشیہ ترجمہ قرآن مجید زیر نگرانی بشیر الدین محمود ص۱۲ اسٹیم پریس لاہور اشاعت ۱۸ دسمبر ۱۹۱۵ء [2] تفسیر کبیر ص۱۴۵ یعنی محمد رسول اللہ کی وحی پر ایمان رکھتا ہے پہلی وحی پر ایمان رکھتا ہے وہ بعد میں آنیوالی وحی پر بھی یقین رکھتا ہے۔ (استغفر اللہ)

احادیث کی تائید میں فقہا اور متکلّمین کی تصریحات

معنی ختم نبوت پر قرآن کریم کی نو کھلی شہادتیں. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نو واضح شہادتیں اور صحابہ کرامؓ کی نو صحیح شہادتیں آپ کے سامنے آچکی ہیں. کتاب و سنت میں جہاں کہیں اس مسئلے کا ذکر ہے وہاں ہر جگہ ایک ہی آواز سُنی جارہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی تشریع ہو یا غیر تشریع بہر اعتبار سے نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور اس میں چور دروازے نکالنے کی صرف انہی لوگوں نے کوشش کی جنہوں نے خود نبوت کے دعوے کیے. کوئی غیر جانبدارانہ شہادت آپ کو ان کی تائید میں نہ ملے گی.

نامناسب نہ ہوگا کہ اگر ہم معنی ختم نبوت پر فقہاء کرام اور متکلمین اسلام کی بھی نو شہادتیں پیش کر دیں. وھو المستعان وعلیہ التکلان

محدثین کے اقوال لانے کی ضرورت اس لیے نہیں کہ سردا حادیث میں خود ان کا موقف بھی ساتھ ساتھ نکل چکا ہے.

(۱) حضرت امام طحاویؒ کی شہادت

حضرت امام محمدؒ کے بعد یہ فقہ حنفی کے سب سے بڑے امام سمجھے جاتے ہیں. صف محدثین کی بھی آپ نمایاں شخصیت ہیں اور آپ کی کتاب شرح معانی الآثار دورہ حدیث میں پڑھائی جاتی ہے. مگر عقائد میں (علم کلام میں) آپ عالم اسلام کے مسلم امام ہیں. سعودی عرب میں شرح عقیدہ طحاویہ علم عقائد میں سند کا درجہ رکھتی ہے اور بیشتر مدارس میں پڑھائی جاتی ہے. عقیدہ طحاوی کے متن کا یہ جزئیہ طلبہ زبانی یاد کرتے ہیں:-

کل دعوۃ بعدہ علیہ السلام بغی وھوی وھوالمبعوث الی الجن وکافۃ الوریٰ۔[1]

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دعوے نبوت اسلام سے بغاوت اور ایک شیطانی خواہش ہے اور آپ جنات اور سب انسانوں کے لیے مبعوث ہیں۔

یہاں یہ لفظ کل دعوۃ لائق غور ہیں۔ اگر حضورؐ کے بعد صرف تشریعی نبوت کا دعویٰ ہی غلط ہوتا اور تشریعی نبی آسکتا تو کیا یہاں کل دعوۃ کہہ کر ہر دعوئے نبوت کو اسلام سے خارج کہا جاتا؟ قارئین کرام انصاف سے کام کریں۔

(۲) آیئے اب آپ کو مالکی مکتبِ فکر میں لے چلیں۔ حضرت علامہ قرطبی اندلسیؒ لکھتے ہیں:۔

لان بموت النبی صلی اللہ علیہ وسلم انقطع الوحی۔[2]

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر سلسلہ وحی منقطع ہو چکا ہے۔

یہاں ختم نبوت کو انقطاع وحی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جب وحی کا پورا سلسلہ منقطع ہے تو سوچیئے کیا غیر تشریعی نبوت میں وحی نہیں آتی؟ معلوم ہوا کہ وہ سلسلہ بھی اب باقی نہیں۔ نبوت ہر اعتبار سے آپ پر ختم ہو چکی ہے۔ معلوم نہیں انقطاعِ وحی کے بعد مرزا غلام احمد کو حقیقت الوحی لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

(۳) علامہ ابن نجیمؒ کی شہادت

علامہ ابن نجیمؒ جو اپنی فقہی دقت نظر کے باعث ابوحنیفہ الثانی کہلاتے ہیں۔ اپنی کتاب الاشباہ والنظائر میں لکھتے ہیں:۔

اذا لم یعرف ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات۔[3]

---

[1] عقیدہ طحاویہ صـ۱۲۱ [2] مواہب للقسطلانی الشارح البخاری صـ۲۵۹ [3] الاشباہ صـ۲۹۶ مصر

ترجمہ جس نے یہ جانا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں وہ مسلمان نہیں ہے کیونکہ آپ کو آخری نبی ماننا ضروریاتِ دین میں سے ہے۔

یہ علی الاطلاق حضورؐ کے آخری نبی ہونے کا عقیدہ ہے۔ اس میں تشریعی اور غیر تشریعی کی کوئی قید نہیں۔ پھر آپ نے اس کو ہر عامی و خاصی کے لیے واجب المعرفۃ ٹھہرایا ہے اور ضروریات دین میں سے کہا ہے اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ یہ نبوت کی ہر قسم کو شامل ہو۔ تشریع اور غیر تشریع کا فرق کرنا ایک نظری بات ہے اور نظری مسئلے ضروریاتِ دین نہیں بنتے۔ ضروریاتِ دین وہ امور ہیں جن کو وہ دین رکھنے والا ہر ہر شخص برابر مان اور پہچان سکے ختم نبوت، انقطاعِ وحی، آخری نبی ہونا یہ سب ایک حقیقت کے متشابہ الفاظ ہیں اور معنی و مراد سب کا ایک ہے۔

(۴) اصول فقہ کی کتاب توضیح تلویح میں دیکھیے علم اصول میں اجماع کو اسی لیے حجت سمجھا گیا ہے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبوت نہیں نہ وحی تشریع کے ساتھ نہ وحی بلا تشریع کے ساتھ —— قرآن و سنت کے بعد یہ حجیت اب امت میں منتقل ہو گئی ہے جس پر اب یہ سب جمع ہو جائیں اس کو خدا کی طرف سے بھی قبولیت کا نشان سمجھو۔ صاحبِ توضیح لکھتے ہیں:۔

فهذا من خواص امة محمد صلی الله علیه وسلم فانه خاتم النبیین لا وحی بعده ..... فلا بد ان یکون للمجتهدین ولایة استنباط احکامها من الوحی۔[1]

ترجمہ۔ یہ بات امت محمدی کے خصائص میں سے ہے جس پر یہ ایک وقت میں جمع ہو جائیں (وہ بات دین ہو) کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں آپ کے کسی قسم کی کوئی وحی باقی نہیں ..... سو اس سے چارہ نہیں کہ اب مجتہدین کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آئی وحی سے نئے پیش آمدہ مسائل کے احکام مستنبط کر سکیں۔

---

[1] توضیح تلویح صـ۴۹

⑤ سُلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ کی شہادت

فتاویٰ عالمگیری جو پانچ سو علماء کی تائید و توثیق سے مرتب ہوا۔ اس میں بھی اسی عبارت پر فتویٰ دیا گیا ہے :۔

اذا لم یعرف ان محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم اٰخر الانبیاء فلیس بمسلم ولو قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیۃ من پیغمبرم دیرید بہ من پیغام مے برم یکفر۔[۱]

ترجمہ۔ جب کسی نے یہ نہ جانا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔ کسی نے اس طرح کہا میں اللہ کا رسول ہوں یا کسی دوسری زبان میں کہا کہ میں پیغام لانے والا ہوں اور مراد یہ ہوں کہ میں خدا سے پیغام لیتا ہوں تو وہ اس بات سے کافر ہو جائے گا۔

⑥ فصول عمادی میں کلماتِ کفر شمار کرتے ہوئے فتاویٰ عالمگیری کی یہ مذکورہ عبارت آپ کو ملے گی :۔

وکذا لو قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیۃ من پیغام برم یرید بہ پیغام مے برم یکفر۔[۲]

ترجمہ۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ میں اللہ کا رسول ہوں یا فارسی میں کہا میں پیغمبر ہوں اور اس سے اس کی مراد یہ ہو کہ میں خدا سے پیغام لاتا ہوں تو وہ شخص ایسا کہنے سے کافر ہو جائے گا۔

خدا کی طرف سے کوئی نیا حکم ہو اس سے تشریعی نبوت بنتی ہے صرف پیغام ہو یہ غیر تشریعی نبوت میں بھی ہوتا ہے۔ یہ دوسری قسم کا دعویٰ نبوت ہو کہ میں خدا سے پیغام لاتا ہوں یہ بھی کفر ہے۔

---

[۱] فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۲۶۳ [۲] فصول عمادی صفحہ ۱۳۰

(۷) ہندوستان، پاکستان، افغانستان، بنگلہ دیش اور برما میں عقائد کی جو مرکزی کتاب پڑھائی جاتی ہے وہ شرح عقائد نسفی ہے۔ اس میں ہے:۔

وقد دل کلامه وکلام الله المنزل علیه انه خاتم النبیین وانه مبعوث الی کافة الناس بل الی الجن والانس ثبت انه آخر الانبیاء[۱]

ترجمہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور قرآن مجید جو آپ پر اترا، انہوں نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کل انسانوں کی طرف (جو قیامت تک پیدا ہوں گے) مبعوث ہیں بلکہ جن وانس دونوں کی طرف مبعوث ہیں ان دلائل سے ثابت ہے کہ آپ آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

(۸) اب ذرا اندلس چلیں۔ یہ نہ سمجھیں کہ ہم آپ کو یہاں ہندوستان و پاکستان میں ہی رکھے رہے ہیں۔ حافظ ابن حزم اندلسیؒ لکھتے ہیں:

وکذلك من قال.... اوان بعد محمد صلی الله علیه وسلم نبیا غیر عیسیٰ بن مریم علیه السلام فانه لا یختلف اثنان فی تکفیره لصحة قیام الحجة بکل هذا[۲]

ترجمہ۔ اور اسی طرح وہ شخص کافر ہے جو یہ کہے یا کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی اور نبی آسکتا ہے تو اس کے کافر ہونے میں کوئی دو عالم آپس میں اختلاف نہیں رکھتے کیوں کہ ان مضامین میں سے ہر ایک پر حجت شرعی تمام ہو چکی ہے۔

(۹) اب آیئے آپ کو مرکز علم دارالعلوم دیوبند لے چلیں۔ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ تحفہ شرح منہاج سے یہ مضمون نقل کرتے ہیں کہ کن کن باتوں سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔

---

[۱] شرح عقائد نسفی صـ [۲] کتاب الملل والنحل جلد ۴ صـ ۲۴۹

او كذب رسولاً او نبياً او نقصه باى منقص كان صغر باسمه مريداً تحقيره او جوّز نبوة احد بعد وجو نبيّنا صلى الله عليه وسلم وعيسٰى عليه السلام نبئ قبل فلا يرد ۔[1]

ترجمہ۔ یا کسی رسول اور نبی کو جھٹلائے یا اس کی کسی قسم کی تنقیص کرے یہاں تک کہ اس کا نام چھوٹا کر کے لے جس سے اس کی تحقیر مراد ہو تو اس سے بھی وہ کافر ہو جائے گا یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کی کسی قسم کی نبوت جائز سمجھے (تو وہ بھی کافر ہو جائے گا) اور عیسٰی علیہ السلام تو آپ سے پہلے کے نبوت پائے ہوئے ہیں۔ سو ان کے (دوبارہ) آنے سے عقیدہ ختم نبوت پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

جو لوگ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی آمدِ ثانی کا عقیدہ رکھتے ہیں ان میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں ملتا جو اس بات کا قائل ہو کہ وہ آ کر شریعتِ محمدیہ کو منسوخ کریں گے اور ان پر وحی تشریع آئے گی۔ انتظامی امور میں وحی آنے کے سوا کسی دینی امر میں ان پر کسی قسم کی کوئی وحی نہ آئے گی۔ جن علماء نے عقیدہ ختم نبوت اور نزول عیسٰی ابن مریم میں ذرا سا بھی ٹکراؤ محسوس کیا ان کے جواب میں جن علماء نے بھی قلم اٹھایا انہوں نے قاطبۃً یہ کہا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو نبوت پہلے کی ملی ہوئی ہے۔ کسی ایک نے بھی نہ کہا کہ وہ مستقل نبی کی حیثیت سے نہ آئیں گے غیر تشریعی نبی ہوں گے۔ یہ جواب آخر کیوں کسی نے اختیار نہ کیا؟ یہ اس لیے کہ اسلام میں ختم نبوت کا یہی معنی ہے کہ حضورؐ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ نہ تشریعی نہ غیر تشریعی ـــــ اور امتِ محمدیہ نے اسی کو عقیدہ ختم نبوت قرار دیا ہے۔

اب اگر ختم نبوت اور نزول عیسٰی بن مریم کے ظاہری ٹکراؤ کو اس تشریح سے ختم کیا جاتا کہ حضرت عیسٰی اپنی آمد ثانی میں ماتحت نبی کے طور پر آئیں گے تو امت کے عقیدہ ختم نبوت پر

---

[1] اکفار الملحدین ص۲

کاری ضرب لگتی. اس لیے سب نے یہ تشریح کی کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کی آمد ثانی عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں. کیونکہ آپ کو نبوت حضرت خاتم النبیین سے پہلے کی ملی ہوئی ہے اور ختم نبوت کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ کے بعد نبوت کسی کو نہ ملے.

فقہاء کرام اور متکلمین اسلام کے بعد اب آیئے صوفیائے کرام کو دیکھیں کہ وہ عقیدہ ختم نبوۃ کو کس وضاحت سے قبول کیے ہوئے ہیں.

محدثین روایات سے بولتے ہیں. فقہاء نصوص کی گہرائی سے بولتے ہیں متکلمین نصوص کے پہرے میں عقل و تجربات سے بولتے ہیں. مگر اولیائے کرام وہیں سے بولتے ہیں جہاں سے نبی بولتے ہیں. اولیاء کو وہاں سے محبت الٰہی ملتی ہے وہ اس سے روشنی پاتے ہیں اس کے مقرب ہوتے ہیں. مگر قانون و حکم انہیں بھی نبیوں سے ہی لینا پڑتا ہے اور نبیوں کی بات ان پر محدثین کی روایت سے اور مجتہدین کے استخراج سے کھلتی ہے ولایت احکام میں نبوت کے تابع رہتی ہے.

اسلام میں اولیاء اللہ اور صوفیہ کرام ظل نبوت میں چلتے ہیں. اسلام میں اگر ظلی نبوت کا کوئی تصور ہوتا تو یہ اولیاء کرام اور صوفیائے عظام ظلی نبی تھے مگر اسلام میں یہ لفظ نبی ہر ملی اور صاحب کشف و ولایت سے روک دیا گیا ہے. ان کا وجود خود اس بات کی شہادت ہے کہ اسلام میں کوئی روحانی نظام غیر تشریعی نبوت کا نہیں ہے. نہ کوئی روحانی منزل ظلی نبوت کے نام سے موسوم ہے ——— شیخ عماد الدین اموی اکابر اولیائے کرام میں سے ہیں. آپ صوفیہ کے ماخذ علم کو بیان کرتے ہیں.

اما عقیدتھم فعقیدۃ شیخ السنۃ ابی الحسن الاشعری واصحابہ من فاتحتھا الی خاتمتھا.[1]

ترجمہ. صوفیائے کرام کے عقیدے وہی ہیں جو امام اہل السنۃ شیخ ابوالحسن اشعری

---

[1] حیات القلوب فی کیفیۃ الوصول الی المحبوب

اور ان کے شاگردوں میں شروع سے لے کر آخر تک رہے۔

اس سے پتہ چلا کہ اسلام میں کوئی پانچواں ماخذ علم الہام کے نام سے نہیں ہے۔ ادلہ شرعیہ جاری ہیں نص نہ ہونے کی صورت میں اجتہاد و استنباط اسی لیے شروع ہوئے کہ ہر کسی قسم کی نبوت کی کوئی کھڑکی کھلی نہ تھی ورنہ یہاں سے روشنی ملنے کی بھی کچھ گنجائش رکھی جاتی۔

اب ہم عارف باللہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے اس قطعہ پر ختم نبوت کی بحث ختم کرتے ہیں۔ ازاں بعد ہم ان بزرگانِ دین کا عقیدہ ختم نبوت آپ کے سامنے پیش کریں گے جن کا نام قادیانی لوگ از راہ الحاد اپنے ہمنواؤں میں پیش کرتے ہیں ؎

خاتم الانبیاء والرسل است ۔۔۔ دیگراں ہیچو جزو او چو کل است
وز پے او رسول دیگر نیست ۔۔۔ بعد ازاں ہیچ کس پیمبر نیست
چوں در آخر زماں بقول رسول ۔۔۔ کند از آسمان مسیح نزول
پیرو دین و شرع او باشد ۔۔۔ تابع اصل و فرع او باشد
وایں ہمہ شرع و دین او داند ۔۔۔ ہمہ کس را بدین او خواند[1]

۱۔ ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور تمام رسولوں کے خاتم ہیں ان میں سے ہر ایک کسی ایک پہلو میں ممتاز ہوا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کمالات کے جامع ہوئے

۲۔ آپ کے بعد کوئی اور رسول نہیں نہ آپ کے بعد کوئی پیغمبر ہوگا۔

یہ عقیدہ حضرت مسیح کی دوبارہ آمد کے خلاف نہیں آپ حضورؐ کے امتی ہو کر آئیں گے۔

۳۔ جب آخری زمانے میں حضورؐ کے ارشاد کے مطابق حضرت مسیح آسمان سے اتریں گے تو۔۔۔۔۔

---

[1] عقائد نامہ مولانا جامیؒ

۴. تو آپ حضورؐ کی شریعت کے پیرو ہوں گے اور دین کے اصول و فروع
میں آپ کی پیروی کریں گے۔

اس طرح نہیں کہ نبوت آپ سے سلب کرلی جائے گی ——— نہیں ——— لیکن اب وہ نافذ نہ ہوگی آپ اب ولایت محمدی میں آئے ہیں۔

۵. آپ حضورؐ کی ساری شریعت کو جانتے ہوں گے اور تمام قوموں کو آپ حضورؐ
کے دین کی طرف ہی دعوت دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ کے پیدا ہونے کی بشارت دی تو ساتھ ہی بتلا دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے تورات اور انجیل کے ساتھ کتاب وحکمت (قرآن وحدیث) کی تعلیم بھی دیں گے۔

ویعلمہ الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل ورسولاً الی بنی اسرائیل۔

(پ۳ آل عمران آیت ۴۸، ۴۹)

ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو کتاب وسنت کی تعلیم دیں گے اور تورات وانجیل
کی بھی ہاں آپ رسول صرف بنی اسرائیل کے لیے ہوئے۔

یہ کتاب وسنت کی تعلیم آپ کو کس لیے دی جائے گی؟ اس لیے کہ آپ نے دور محمدی بھی پانا ہے اور اس قوم میں بھی جانا ہے۔ گو اصالۃً آپ کی رسالت صرف بنی اسرائیل کے لیے تھی لیکن اب وہ آپ کی شریعت کے تابع ہوں گے۔

قرآن وحدیث کے ان دلائل اور فقہاء و متکلمین کے ان شواہد کی روشنی میں ختم نبوت کا مسئلہ اتنا نکھرا ہے کہ اب اس میں کوئی نیا دروازہ یا کھڑکی کھلتی نظر نہیں آتی حضور خاتم النبیینؐ پر نبوت بغیر کسی تخصیص اور تاویل کے ختم ہو چکی۔ یہ بات اسلام کی ضروریات میں سے ہے اس کے خلاف کوئی شخص بھی حرکت میں آئے یہ کھلا کفر ہے۔ جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے

ختمِ نبوّت بغیر کسی تخصیص و تاویل کے

ختمِ نبوت میں اگرچہ حقائق و دقائق اور معارف و لطائف کیوں نہ ہوں لیکن اس کے ظاہری اور عام معنی امت میں اس تواتر سے منقول ہیں کہ اس میں ذرا سے اختلاف کی کہیں گنجائش نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی بعثت کا قائل ہو وہ امت محمدی میں کہیں شمار نہیں پا سکتا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز (۱۰۰ھ) پر اسلام کی پہلی صدی ختم ہوئی۔ آپ عقیدہ ختم نبوت بایں طور بیان کرتے ہیں:۔

یاایہا الناس ان اللہ لم یبعث بعد نبیکم نبیًا ولم ینزل بعد ھذا الکتاب الذی انزلہ علیہ کتابًا۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننا اور آخری نبی ماننا دونوں ہم معنی رہے ہیں جس نے بھی آپ کو نبی مانا ساتھ مانا کہ اب کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ یہ بات امت میں تواتر سے چلی کہ آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔

حافظ ابو منصور بغدادی (ھ) لکھتے ہیں:۔

کل من اقر بنبوۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم اقر بانہ خاتم الانبیاء والرسل ..... وقد تواترت الاخبار بقولہ لا نبی بعدی ومن جحد القرآن و السنۃ فھو کافر۔[2]

ترجمہ: ہر وہ شخص جس نے ہمارے نبی اکرم کی نبوت کا اقرار کیا وہ آپ کے خاتم النبیین والرسل ہونے کا اقرار کر چکا۔ یہ دونوں باتیں لازم و ملزوم ہیں۔ آپ کا یہ کہنا کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا آپ سے تواتر کے ساتھ چلا آرہا ہے اور جو شخص قرآن

---

[1] سنن دارمی جلد ۱ صفحہ ۱۱۵ [2] اصول الدین لابی منصور بغدادی صفحہ ۱۶۳

وسنت کے فیصلے کو نہ مانے وہ کافر قرار پاتا ہے۔

پہلی تین صدیاں اسلامی علوم تفسیر اور فقہ و حدیث کی تدوین میں گزریں چوتھی صدی ہجری کے علامہ باقلانی (۴۰۳ھ) سے ختم نبوت کا مضمون سمجھیئے :۔

الخبر الوارد عنہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو ما نقلہ کافۃ الامۃ من قولہ لا نبی بعدی وقد نقلوا مع ذٰلک عن سلفھم والسلف عن سلفہ حتی یتصل ذٰلک بمن شاھد النبی انہ اکرھٰذا القول وعراہ من کل قرینۃ توجب تخصیصہ وقرنہ بکل ما اوجب العلم بعموم مرادہ لنفی سائر الانبیاء بعدہ ممن ینسخ شریعتہ وممن لا ینسخھا من العرب ومن غیرھا وفی عصرہ وبعد وفاتہ والی ان یرث اللہ الارض ومن علیھا وھو خیر الوارثین۔[1]

ترجمہ ۔ یہ حدیث لا نبی بعدی حضورؐ سے وارد ہو چکی ہے اور یہ وہ خبر ہے جسے پوری امت نے لا نبی بعدی کے الفاظ میں نقل کیا ہے اور (ہر طبقے کے) مسلمانوں نے اپنے اسلاف سے اور انہوں نے اپنے اسلاف سے اسے اس طرح نقل کیا ہے کہ بات ان (صحابہؓ) تک پہنچی ہے جو حضور اکرمؐ کے حاضر مجلس تھے وہ بتاتے ہیں کہ حضورؐ نے اس مسئلے کو بتاکید بیان فرمایا اور اسے ہر ایسے قرینہ سے آزاد رکھا جو اسے کوئی تخصیص دے اور اسے ہر اس بات کے ساتھ ملایا جو اس (ختم نبوت) کی عموم مراد کو یقینی علم کی جگہ دے تاکہ آپ کے بعد ہر قسم کے نبیوں کی نفی ہو وہ تشریعی نبی ہوں یا غیر تشریعی، عرب سے ہوں یا کسی اور جگہ سے، آپ کے زمانے میں ہوں یا آپ کے بعد۔ یہاں تک کہ پھر کل زمین اور جو اس پہ ہے وہ اللہ کے قبضے میں چلے آئے اور وہی خیر الوارثین ہے

---

[1] کتاب التمہید للباقلانی ص۱۸۱ طبع بیروت ۱۹۵۷ء

امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف الجوینی کا عقیدۂ ختمِ نبوت

امام غزالیؒ (۵۰۵ھ) کے اُستاذ امام الحرمین (۴۷۸ھ) شیعہ کے اس عقیدہ کے جواب میں کہ عالم کسی وقت امام زمان کے وجود سے خالی نہیں رہتا ہر وقت کسی نہ کسی امام کا موجود رہنا ضروری ہے لکھتے ہیں :-

فاذا جاز خلو الزمان عن النبی وھو معتصم دین الامۃ فلا بعد فی خلوہ عن الائمۃ۔[1]

ترجمہ جب یہ ہوسکتا ہے کہ پورے عالم میں کوئی نبی نہ ہو حالانکہ وہ امت کے دین کی بنیاد ہے تو یہ عالم اگر امام کے وجود سے خالی ہو تو اس میں کوئی استبعاد خلاف عقل و نقل بات نہیں ہے۔

شیعہ اپنے اماموں کو تابعِ شریعتِ محمدیہ مانتے ہیں ان میں کسی کی نبوۃ تشریع کے قائل نہیں سو جس طرح وہ جہان کو امام کے وجود سے خالی نہیں مانتے اہل سنت اسی پیرایہ میں خلو الزمان عن النبی کے قائل ہیں۔ اگر اس امت میں کسی غیر تشریعی نبی کا ہونا ممکن ہوتا تو امام الحرمین اس دور کے لیے خلو الزمان عن النبی کا عقیدہ بیان نہ کرتے۔

پانچویں صدی میں عقیدہ ختمِ نبوت، خلو الزمان عن النبی کے الفاظ میں امت کے سامنے آچکا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب غیر تشریعی نبوت بھی نہیں ہے۔

آپ نے یہ بات شیعہ عقیدہ کے متوازی کہی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اب غیر تشریعی نبوت، بھی جاری نہیں ہے

اب پانچویں صدی کے امام غزالیؒ (۵۰۵ھ) سے بھی ختم نبوت کا یہی مفہوم سُنیں جسے تسلیم

---

[1] الغیاثی صفحہ ۲۶

کیے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اور ماننا پڑتا ہے کہ آنحضرتؐ نے لا نبی بعدی کو بغیر کسی تخصیص و تاویل اس کے ظاہری معنی پر رکھا ہے اور امت نے اسے ہی ختم نبوت کا مفہوم اور معنی مراد مانا ہے۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ (۵۰۵ھ) لفظ خاتم النبیین کے متعلق لکھتے ہیں:۔

ان الامۃ فہمت بالاجماع من ھٰذا اللفظ ومن قرائن احوالہ انہ افہم عدم نبی بعدہ ابدا وعدم رسول بعدہ ابدا وانہ لیس فیہ تاویل ولا تخصیص[1]

ترجمہ۔ امت نے اس لفظ خاتم النبیین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و قرائن سے اجماعی طور پر یہی سمجھا ہے کہ حضورؐ نے یہی سمجھایا کہ آپ کے بعد نہ کوئی نبی نہ ہوگا اور نہ کوئی رسول اس مسئلہ ختم نبوت میں نہ کسی تاویل کی گنجائش ہے اور نہ کسی قسم کی کوئی تخصیص ہے۔

پیش نظر رہے کہ حضرت امام غزالیؒ کا یہ ارشاد اس عنوان کے ماتحت ہے:۔

الباب الرابع: فی بیان من یجب تکفیرہ من الفرق۔

ترجمہ۔ یہ باب ان فرقوں کے بیان میں ہے جن کی تکفیر واجب ہے۔

حضرت امامؒ نے پہلے ایک ضابطہ بیان فرمایا ہے جس پر کفر و اسلام کا دار و مدار ہے:۔

کل من کذب محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم فھو کافر ای مخلد فی النار بعد الموت مستباح الدم والمال فی الحیاۃ الی جملۃ الاحکام الا ان التکذیب علی المراتب[2]

ترجمہ۔ ہر وہ شخص جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قطعی تعلیمات میں سے کسی ایک کو جھٹلا دے تو وہ کافر ہے یعنی موت کے بعد وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور زندگی میں اس کا خون اور مال مباح ہے ہاں یہ تکذیب کے کئی مراتب ہیں۔

---

[1] الاقتصاد فی الاعتقاد ص۱۴۲ [2] ایضاً ص۱۴۲

تشریح مطلب

یعنی یہ تکذیب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو جھٹلا دیا جائے کئی طریق سے ہے ایک تو یہ کہ کھلم کھلا اپنے دین کا انکار کر دیا جاتے جسے کفر انکار کہہ سکتے ہیں. اور ایک یہ کہ حضورؐ کے دین کا عنداً تو انکار نہ کیا جائے. لیکن آپ کی بعض ان تعلیمات کو جو قطعی اور یقینی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ایسے معنی پہنائے جائیں کہ اصل مراد کی تکذیب ہو جائے جسے کفر و الحاد بھی کہہ سکتے ہیں یہ الحاد و زندقہ بھی حقیقت میں کفر کا ہی ایک انداز ہے.

اس پر حضرت امام غزالیؒ نے چھ مراتب بیان کئے ہیں "المرتبۃ السادسہ" میں فرماتے ہیں ا۔

لو فتح ھٰذا الباب انجرالی امور شنیعۃ و ھو ان قائلا لو قال یجوز ان یبعث رسول بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فیبعد التوقف فی تکفیرہ۔[1]

ترجمہ اگر محض اقرار کلمہ اسلام کی بنا پر تکفیر کو روک لیا جائے تو اس سے بہت سے امور شنیعہ کا دروازہ کھل جائے گا مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کسی شخص کو نبوت مل سکتی ہے تو اس کی تکفیر میں توقف کرنا تو ہرگز جائز نہ ہوگا.

اس کے بعد حضرت امام نے لفظ خاتم النبیین کے متعلق وہ تاریخی بیان دیا ہے جسے ہم پہلے نقل کر آئے ہیں حضرت علامہ قاضی عیاضؒ (۵۴۴ھ) اپنی کتاب شفاء میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

لانّہ اخبر انہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیّین لانبی بعدہ و اخبر عن اللہ تعالیٰ انہ خاتم النبیین او جمعت الامۃ علی حمل ھٰذا الکلام علی ظاھرہ وان مفھومہ المراد بہ دون تاویل ولا تخصیص فلاشک فی کفرہ ھٰؤلاء الطوائف کلھا قطعاً اجماعاً سمعاً۔[2]

ترجمہ. اس لیے کہ حضورؐ نے خود فرمایا ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور یہ کہ آپ کے

---

[1] الاقتصاد ص۱۲۵ [2] شفاء ص ۳۶۲

بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ اور خدا کی طرف سے بھی حضورؐ نے یہی بتلایا کہ آپ خاتم النبیین ہیں امر امت کا اتفاق ہے کہ یہ آیت اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری لفظوں سے سمجھ میں آرہا ہے وہی اس میں بغیر کسی تاویل وتخصیص کے مراد ہے پس ان لوگوں کے کفر میں قطعاً کوئی شک نہیں جو اس کا انکار کریں۔

رئیس المتکلمین حضرت علامہ محمود آلوسیؒ (۱۲۹۱ھ) مفتی[1] بغداد کا فیصلہ بھی سُن لیجئے:۔

وکونه صلی الله علیه وسلم خاتم النبیین مما نطق به الکتاب وصدعت به السنة واجمعت علیه الامة فیکفر مدعی خلافه ویقتل ان اصر[2]

ترجمہ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ایسا قطعی مسئلہ ہے جس پر قرآن پاک پکار اٹھا سنت نے اسے نہایت واضح طور پر پیش کیا اور پوری ملت کا اس مسئلہ میں اجماع ہے۔ پس اس کے خلاف جو بھی نبوت کا دعوے کرے اسے یقینی طور پر کافر قرار دیا جائے اور اگر وہ اسی پر مصر رہے تو قانون شریعت میں اس کی سزا قتل ہے۔ ۹

علامہ بحر العلوم عبدالعلی شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں:۔

محمد رسول الله خاتم النبیین وابو بکر رضی الله عنه افضل الاصحاب والاولیاء وهاتان القضیتان بمالا یطلب البرهان فی علم الکلام والیقین المتعلق بهما یقین ثابت ضروری باق الی الابد۔

ترجمہ۔ حضورؐ کی ختم نبوت پر ان کے بعد حضرت ابوبکرؓ کا سب صحابہ اور اولیاء سے افضل ہونا دو ایسے قضیے ہیں جو امت میں درجہ یقین تک پہنچے ہیں اور ضروریات دین میں سے ہیں

---

[1] مفتی بغداد علامہ آلوسیؒ کی جامع عظمت شان کا مرزا بشیر الدین محمود نے بھی اعتراف کیا ہے۔ (تفسیر کبیر مرزا محمود ۲)

[2] روح المعانی جلد ۷ صـ۶۵ [3] فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ صـ۲۶۳

کوئی امتی ماتحت نبوت بھی نہیں پا سکتا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی امتی پر اس درجہ کی نبوت کی کھڑکی بھی نہ کھلے گی کہ وہ کوئی آسمانی خبر جو قطعی و یقینی درجہ کی ہو اور دوسروں کو اس کا ماننا ضروری ہو پا سکے۔ ختم نبوت کا مضمون تقاضا کرتا ہے کہ آپ کے بعد نہ کسی کو ایسی نبوت ملے جس میں کوئی نئی شریعت ہو اور نہ ایسی کہ جس میں بغیر تشریع کوئی آسمانی خبریں ہی اتریں

اسلام میں اس دوسری صورت کی اگر ذرا بھی گنجائش ہوتی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی پر اتنا کہنا کافی تھا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کریں گے۔ اپنی شریعت کی دعوت نہ دیں گے اور بس۔ صورت حال اس طرح نہیں علماء اسلام نے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس آمد کا ذکر کیا ہے۔ وہاں دونوں باتیں ذکر کی ہیں۔

۱. حضرت عیسیٰ حضور کی شریعت پر عمل کریں گے اپنی شریعت نہ لائیں گے۔

۲. ان کو نبوت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کی ملی ہوئی ہے بعد کی نہیں اگر آنحضرتؐ کے بعد غیر تشریعی نبوت کا دروازہ کھلا رہتا تو اس دوسری بات کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ساتویں صدی کے جلیل القدر مفسر علامہ نسفی لکھتے ہیں۔

خاتم النبیین اخرھم یعنی لاینبأ احد بعدہ تفسیر مدارک ص ۲۱۱

ترجمہ: آپ اس معنی میں خاتم النبیین اور آخری نبی ہیں کہ آپ کے بعد کسی کو نبوت نہ دی جائیگی اور حضرت عیسیٰ کو تو پہلے دی گئی ہوئی

دسویں صدی کے مجدد ملا علی قاری لکھتے ہیں:

فلانبی بعدہ ای لاینبأ احد بعدہ فلا ینافی نزول عیسیٰ بن مریم ؑ

مفتی محمود آلوسی (۱۲۹۱ھ) بھی لکھتے ہیں:

نزول عیسیٰ علیہ السلام آخر الزمان لانہ کان نبیا قبل تحلی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم بالنبوۃ فی ھذہ النشاۃ ؕ روح المعانی جلد ۲۲ ص ۳۲

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ختم نبوت کے عقیدہ میں کوئی قدح پیدا نہیں کرتا کیونکہ آپ حضور کے اس نشأۃ عنصری میں نبوت پانے سے پہلے کے نبوت پائے ہوئے ہیں۔

اس کا حاصل یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی تابع شریعت محمدیہ نبوت بھی اس شخص کو نہیں مل سکتی جو حضور کے بعد پیدا ہو حضور کے بعد پیدا ہونیوالا کوئی شخص اسلام کی تابع شریعت محمدیہ نبوت بھی نہیں پا سکتا۔

مرزا غلام احمد کا پہلا عقیدہ ختم نبوت

مرزا غلام احمد کا پہلا عقیدہ ختم نبوت عام مسلمانوں کی طرح تھا. اس کا پہلا عقیدہ ختم نبوت یہ تھا :-

(۱) ــــ نبی کا لفظ عبری اور عربی دونوں زبانوں میں مشترک ہے. دوسری کسی زبان میں یہ لفظ نہیں آیا ہے اور اسلام کا اعتقاد ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا. [1]

(۲) ــــ فضل فرمانے والے رب رحیم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم الانبیاءؐ رکھا ہے. بغیر کسی استثناء کے اور اس کی تفسیر آنحضرت نے لا نبی بعدی سے فرمائی. جو طالبین کے لیے واضح بیان ہے اور اگر ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا جائز قرار دیں تو ہم نبوت کا دروازہ بند ہو جانے کے بعد پھر اس کے کھلنے کے قائل ہو جائیں گے اور یہ وعدہ خداوندی کے خلاف ہے اور ہمارے رسول کریم کے بعد کیسے کوئی نبی آ سکتا ہے. جبکہ حضور کی وفات کے ساتھ وحی منقطع ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ آپ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کر چکا ہے. [3]

---

[1] کشف الغطاء صفحہ ۱۵ مصنفہ مرزا صاحب [2] مرزا صاحب جب حمامۃ البشریٰ لکھ رہے تھے تو اس وقت بھی ایک عام مسلمان نہ تھے بلکہ وہ ملہم ربانی اور مامور یزدانی ہونے کے مدعی تھے. ان کا دعویٰ تھا کہ وہ مقام محدثیت پر فائز ہیں اور خدا ان سے ہمکلام ہوتا ہے چنانچہ حمامۃ البشریٰ میں لکھتے ہیں. یکلمنی اللہ کما یکلم المحدثین واللہ یعلم انہ اعطانی ھٰذا المرتبۃ فکیف ارد ما اعطانی اللہ (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۶۶) اس سے مرزائیوں کے جواب کی حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا صاحب کا یہ بیان اس وقت کا ہے جب وہ عام مسلمانوں کی طرح تھے اور ان سے اتنے بڑے مسئلہ میں غلطی ہو جانا کوئی معمولی کام نہ تھا. [3] حمامۃ البشریٰ صفحہ ۹۶

نوٹ: مرزا صاحب یہاں یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ میرا دعوےٰ محدث ہونے کا ہے نبی ہونے کا نہیں اور محدث نبی کی قوتیں رکھنے کے باوجود نبی نہیں ہوتا۔ کیونکہ دروازہ بند ہے۔ نبوت کا بھی اور وحی کا بھی۔ اور اسے وجود بالقوۃ سے وجود بالفعل میں لانا خدا کی مشیئت کے خلاف ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

ولکن اللّٰہ ما شاء ان یخرجہا من مکمن القوۃ الی حیز الفعل۔

پیش نظر رہے کہ مرزا صاحب یہاں صرف دعوےٰ نبوت سے انکار نہیں کر رہے۔ بلکہ اسے کفر قرار دے رہے ہیں اور ان کے اس فیصلہ میں ہر نیا مدعی نبوت اسلام سے نکل جاتا ہے۔ تعجب ہے کہ مقام محدثیت پر فائز اور ملہم ربانی اور مامور یزدانی ہونے کے دعوے دار پر اسلام کے وہ بنیادی حقائق بھی مخفی رہے جن پر کفر و اسلام کا دار و مدار ہے۔ اور مرزا صاحب یہاں جس بات کو کفر قرار دے رہے ہیں کل خود اس کے مدعی اور مرتکب ہوئے۔

(۳) ـــــ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب ازالۃ الاوہام[لہ] میں لکھتے ہیں:۔

قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز قرار نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے۔[ٹہ]

تشریحی نوٹ:

مرزا صاحب کی یہ عبارت اس سیاق و سباق میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ ان کا قرب قیامت میں نزول فرمانا عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہے۔

پیش نظر رہے کہ عام مسلمانوں کا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا ہے۔ اس کے

لہ یاد رہے کہ مرزا صاحب نے جب ازالہ اوہام لکھی تو اس وقت بھی وہ اپنے دعوےٰ میں مرسل یزدانی اور مامور رحمانی تھے۔ چنانچہ ازالہ اوہام کے سرورق پر یہ القاب بھی لکھے ہوئے ہیں اور ص ۶۷۸ پر مسیح الزمان وغیرہ کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ یہ کتاب ۱۸۹۱ء کی تصنیف ہے۔ ٹہ ازالہ اوہام طبع دوم ص ۳۸۱

جواب میں مرزا صاحب یہ پُر زور عبارت لکھ رہے ہیں ـــــ اب یاد رکھیئے کہ ان تمام مسلمانوں کا عقیدہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمدِ ثانی کے قائل ہیں یہ ہے کہ آپ مستقل نئی شریعت کے ساتھ نزول نہیں فرمادیں گے. بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع[1] ہوکر رہیں گے اور مرزا صاحب یہاں اس نظریہ کو عقیدہ ختم نبوت کے خلاف قرار دے رہے ہیں. معلوم ہوا کہ یہاں جس عقیدہ ختم نبوت کا بیان ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ حضور خاتم النبیین کے بعد کوئی ایسا نبی بھی نہیں آسکتا جو غیر تشریعی ہو اور اس طرح تابع شریعت محمدیہ ہوکر رہے کہ ایک اعتبار سے نبی اور ایک اعتبار سے امتی ہو.

چنانچہ مرزا صاحب خود اسی کتاب میں لکھتے ہیں :-

(۴) ـــــ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبریل علیہ السلام کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد و رفت شروع ہو جائے اور ایک نئی کتاب اللہ گو مضمون میں قرآن شریف سے توارد رکھتی ہو پیدا ہو جائے. اور جو امر مستلزم محال ہو وہ محال ہوتا ہے.[2]

اس عبارت سے بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ یہاں جس عقیدہ ختم نبوت کا بیان ہے، اس کی رو سے کوئی ایسا نبی بھی نہیں آسکتا جو علیحدہ شریعت نہ لائے اور آپ کی ملت کو منسوخ نہ کرے. کسی غیر تشریعی نبوت کا دروازہ بھی ہرگز کھلا ہوا نہیں. مرزا صاحب کی اپنی تصدیق کردہ شہادت یہ ہے کہ :-

(۵) ـــــ ختمیت نبوت یعنی یہ کہ سلسلہ خلافتِ محمدیہ میں اب کوئی بھی نیا یا پرانا نازندہ موجود نہیں اور تمام سلاسل نبوتوں بنی اسرائیل کے ہمارے حضرت پر ختم ہو چکے ہیں. اب کوئی نبی نیا یا پرانا اسرائیلی بطور خلافت بھی نہیں آسکتا.[3]

---

[1] یحکم بشریعتہ ویصلی الی قبلتہ ویکون من امتہ (شرح شفا جلد ۲ صفحہ ۵۰۹ مطبوعہ مصر) یکون متابعاً لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی بیان احکام شریعتہ واتقان طریقتہ. (مرقات جلد ۵ صفحہ ۵۶۴)

[2] ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۲ [3] دافع البلاء صفحہ ۱۹ مطبوعہ ۱۹۰۲ء طبع سیالکوٹ.

اس تفصیل سے قادیانیوں کے اس مغالطے کی حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ مرزا صاحب نے جہاں جہاں ختم نبوت کا اقرار کیا ہے۔ اس کا معنیٰ صرف یہ ہے کہ کوئی علیحدہ شریعت والا اور حضورؐ کی ملت کو منسوخ کرنے والا نبی نہیں آسکتا۔ یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ کوئی غیر شرعی بطورِ خلافت اور نیابت کے بھی نہیں آسکتا۔

(۶) — مرزا صاحب نے ۱۸۹۱ء میں لکھا۔

اس کو خاتم الانبیاء جانتے ہیں کیوں کہ اس پر تمام نبوتیں اور تمام پاکیزگیاں اور تمام کمالات ختم ہو گئے۔[۱]

(۷) — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور ہوئی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا۔ اور قرآن شریف جس کا ہر لفظ قطعی ہے۔ اپنی آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔[۲]

(۸) — آپ کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی آجائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے۔[۳]

(۹) — مرزا صاحب نے مشائخ عرب کو جو خط لکھا تھا، وہ اُن کی کتاب آئینہ کمالاتِ اسلام میں منقول ہے۔ اس میں وہ اہل عرب کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

کفاکم فخرا ان اللہ افتتح وحیہ من ادم وختم علیٰ نبی کان منکم ومن ارضکم وطنا۔[۴]

ترجمہ۔ تمہیں یہی فخر کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جس وحی کا آغاز حضرت آدمؑ سے کیا تھا وہ وحی ایسے نبی پر ختم کی گئی جو تم عربوں میں سے تھے اور جن کا وطن تمہاری سرزمین تھی۔

---

[۱] تبلیغ رسالت جلد ۲ ص۲۳ مطبوعہ قادیان [۲] کتاب البریہ ص۱۸۴ [۳] ایام الصلح ص۱۴۶ [۴] آئینہ کمالات ص۳۴۳

(۱۰) — اے لوگو! مسلمانوں کی ذریت کہلانے والو! دشمنِ قرآن نہ بنو اور خاتم النبیین کے بعد وحیِ نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو اور اس خُدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کیے جاؤ گے۔ [۱]

(۱۱) — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرما دیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین سے بھی اس آیت کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ [۲]

(۱۲) — جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں (جس کو اللہ شانہ خوب جانتا ہے) اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں بلکہ صرف محدث مراد ہے ..... مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لیے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر جگہ سمجھ لیں اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمائیں۔ [۳]

مرزا غلام احمد نے یہاں جس لفظ نبی سے لفظ محدث میں تنزل کیا ہے وہ لفظ نبی کس معنی میں استعمال تھا وحی تشریع کے لیے یا غیر تشریع کے لیے؟ ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد نے اسے دوسرے معنی میں ہی استعمال کیا ہو گا۔ اب اس لفظ سے محدث میں تنزلی صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ مرزا غلام احمد نبوت حقیقی کو (وہ تشریعی یا غیر تشریعی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم مانتا ہو۔ چنانچہ اس نے اپنے لیے جہاں جہاں لفظ نبی استعمال کیا اسے چھوڑ کر اب وہ لفظ محدث کی طرف آ رہا تھا۔

(۱۳) — ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

---

[۱] آسمانی فیصلہ صفحہ ۲۶ [۲] کتاب البریہ صفحہ ۱۸۴ حاشیہ [۳] تبلیغ رسالت جلد ۲ صفحہ ۹۵

کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت کے نہیں بلکہ وحی ولایت کے قائل ہیں۔[۱]

(۱۴) ــــ میرا نبوت کا کوئی دعوے نہیں۔ یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعوے کرتا ہے وہ نبی بھی ہو جائے میں تو محمدی اور کامل طور پر اللہ اور رسول کا متبع ہوں اور ان نشانیوں کا نام معجزہ رکھنا نہیں چاہتا۔ بلکہ ہمارے مذہب کی رو سے ان نشانیوں کا نام کرامات ہے۔[۲]

افسوس کہ پھر مرزا غلام احمد نے اسلام کے اس قطعی عقیدہ کو بڑی بے دردی سے تحریف کا تختۂ مشق بنایا اور وحدت قومی کے اس سنگ بنیاد پر بُری طرح تاویل کے ہاتھ صاف کیے اور الحاد کی ایسی راہ پر چلا کہ پھر واپس آنا نصیب نہ ہوا عقائد جیسے اہم معاملہ کو جس میں ذرا سی غفلت شعاری آخرت میں ابدی رسوائی کا موجب ہو سکتی ہے بچوں کا کھیل بنا کر رکھ دیا۔

آپ مرزا صاحب کے اس ذوقِ تحریف کا نقشہ ان کی مندرجہ ذیل تاریخی کروٹوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

ختم نبوت کے قطعی عقیدہ میں انحراف کی پہلی کروٹ

(۱) ــــ اللہ تعالیٰ کو شایان نہیں کہ خاتم النبیین کے بعد نبی بھیجے اور نہیں شایان کہ سلسلہ نبوت کو دوبارہ از سر نو شروع کر دے۔ بعد اس کے کہ اسے قطع کر چکا ہو۔ اور بعض احکام قرآن کریم کے منسوخ کر دے اور ان پر بڑھا دے۔[۳]

یہ سلسلہ نبوت کے بند ہونے کا تو اقرار ہے تشریعی اور غیر تشریعی سب یکجا مذکور ہوں تو ایک سلسلہ بنتا ہے۔ دونوں قسمیں جدی جدی ہوں تو یہ ایک سلسلہ نہیں ہوتا۔ یہاں سلسلہ نبوت قطع ہونے کا بیان ہے ــــ اگلے دو جملے ختم نبوت کی تشریح نہیں طرفۃ اللباب لکھے ہیں ــــ ورنہ

---

[۱] تبلیغ رسالت جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ [۲] جنگ مقدس صفحہ ۶۷ [۳] آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۳۷۷

مرزا صاحب اُوپر دی گئی عبارات کے مطابق اپنے لیے لفظ نبی استعمال کر کے پھر اسے کاٹنے کے درجے میں نہ لے آتے۔ تاہم اسے کسی درجے میں ایک نبی کی کروٹ کہا جا سکتا ہے۔ پھر آپ نے یہ کٹا لفظ پھر اپنا لیا اور کھلے لفظوں میں کہا ۔

(۲) — میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرورِ انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے[۱]

(۳) — میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے۔ میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔[۲]

(۴) — اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا کوئی نبی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے آ سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔ پس اس بنا پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی۔[۳]

(۵) — میرے نزدیک نبی اسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی و قطعی و بکثرت نازل ہو۔ جو غیب پر مشتمل ہو۔ اس لیے خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے مگر بغیر شریعت کے۔[۴]

(۶) — اس امت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزار ہا اولیاء ہوتے اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔[۵]

(۷) — خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے نبی۔[۶]

(۸) — ہمارا نبی اس درجہ کا نبی ہے کہ اس کی امت کا ایک فرد بھی نبی ہو سکتا ہے اور عیسیٰ کہلا سکتا ہے۔ حالانکہ وہ امتی ہے۔[۷]

(۹) — یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی۔[۸]

---

[۱] نزول المسیح ص۴۸ [۲] حاشیہ نزول المسیح ص۳ [۳] تجلیات الٰہیہ ص۲۵ [۴] ایضاً ص۲۶ [۵] حاشیہ حقیقۃ الوحی ص۲۸ از مرزا غلام احمد [۶] ایضاً ص۹۶ [۷] ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص۱۸۴ [۸] ایضاً ص۱۸۱

(۱۰) ـــــ میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی۔[1]

(۱۱) ـــــ اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو ایک جزوی فضیلت قرار دیتا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدے پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی۔[2]

یہاں عقیدہ بدلنے کا بالکل صریح اقرار ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ختم نبوت سے متعلق مرزا صاحب کا عقیدہ کچھ اور تھا اور بعد میں اور ہوا۔ مرزا بشیرالدین محمود بھی اس تبدیلی عقیدہ کا ان الفاظ میں اقرار کرتے ہیں:۔

الغرض حقیقۃ الوحی کے حوالہ نے واضح کر دیا کہ نبوت اور حیات مسیح کے متعلق آپ کا عقیدہ پہلے عام مسلمانوں کی طرح تھا۔ مگر پھر دونوں میں تبدیلی فرمائی۔[3]

اگر یہ سوال ہو کہ عقائد کی یہ تبدیلی قرآن اور حدیث کی روشنی میں واقع ہوئی یا اُس کی بنا مرزا صاحب کی خود اپنی وحی تھی تو یہ بھی خود خلیفہ قادیان مرزا بشیرالدین کی زبانی سُن لیجیے:۔

دعوے مسیحیت کی بابت بھی تبدیلی جبرًا بذریعہ وحی ہوئی اور نبوت کے متعلق بھی سابقہ عقیدہ میں وحی نے جبرًا تبدیلی کرائی۔[4]

تعجب اور بہت زیادہ تعجب ہے کہ تبدیلی عقیدہ کے اس صریح اقرار کے بعد مرزا صاحب کو یہ کہنے کی کس طرح جرأت ہوئی:۔

(۱۲) رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی شریعت کے۔ اس طرح کا نبی کہلانے سے میں نے

---

[1] حقیقۃ الوحی ص۱۵۰ [2] حاشیہ حقیقۃ الوحی ص۱۵۰ شائع شدہ ۱۹۰۷ء [3] اخبار الفضل مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۴۱ء خطبہ جمعہ کالم ۳ ص۴ [4] الفضل قادیان خطبہ جمعہ حوالہ مذکورہ سابقہ۔

کبھی انکار نہیں کیا ۔ ۔ ۔ ۔ میرا یہ قول کہ من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب ۔ اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔[1]

یہ امر پیشِ نظر رہے کہ مرزا صاحب کے عقائد کی تبدیلی کا مدار قرآن و حدیث ہرگز نہیں بلکہ بقول مرزا محمود تبدیلی عقائد کا مدار مرزا صاحب کی خود اپنی وحی تھی قرآن و حدیث کا مطالعہ تو مرزا صاحب پہلے سے کیے ہوئے تھے

عقیدہ ختم نبوت سے انحراف کی دوسری کروٹ

(۱) ـــــ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔[2]

پھر اور سنیئے :۔

(۲) ـــــ خدا تعالیٰ بہر حال جب تک طاعون دنیا میں رہے گو ستر برس تک رہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کی تخت گاہ ہے اور تمام امتوں کے لیے نشان ہے۔[3]

(۳) ـــــ اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اس نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اس نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے۔[4]

(۴) ـــــ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا۔[5]

(۵) ـــــ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا ۔ اور یہ دعویٰ امت محمدیہ میں سے آج تک کسی اور نے ہرگز نہیں کیا کہ خدا تعالیٰ نے میرا یہ نام رکھا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی وحی سے صرف میں ہی اس کا مستحق ہوں۔[6]

---

[1] تبلیغ رسالت جلد ۱۰ ص۱۸ [2] دافع البلاء ص۱۱ [3] ایضاً ص۹ [4] تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۸
[5] حقیقۃ الوحی ص۳۹۱ [6] تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۸

(۶) انبیاء گرچہ بودہ اند بسے   من بعرفان نہ کمترم ز کسے
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین   ہر کہ گوید دروغ ہست لعین
آنچہ داد است ہر نبی را جام   داد آں جام را مرا بتمام[۱]

(۷) ــــ انہی اُمور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے. سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا. اور جس حالت میں خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے. تو میں کیوں کر اس سے انکار کر سکتا ہوں.[۲]

(۸) ــــ ضرور ہوا کہ تمہیں یقین اور محبت کے مرتبہ پر پہنچانے کے لیے خُدا کے انبیاء وقتاً بعد وقت آتے رہیں جن سے تم وہ نعمتیں پاؤ گے. اب کیا تم خدا تعالیٰ کا مقابلہ کرو گے اور اس کے قدیم قانون کو توڑ دو گے.[۳]

پہلے اس منصب کے لیے محدثیت کا دعوئے تھا. اب اس سے کوسوں تنفّر ہے. اور صریح طور پر نبوت کا دعوئے ہے. بلکہ محدثیت کا نام لے کر اس سے دُوری ہے جس سے تبدیلی عقیدہ پر مہر تصدیق ثبت ہوتی ہے.

(۹) ــــ اگر اللہ تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا. تو بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے. اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی لغت کی کسی کتاب میں اظہار غیب نہیں. مگر نبوت کے معنی اظہار امر غیب ہے..... اور نبی کے لیے شارع ہونا شرط نہیں. یہ صرف موہبت ہے جس کے ذریعے سے اُمور غیبیہ کھلتے ہیں.. میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں اور جب کہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیوں کر ردّ کروں.[۴]

---

[۱] نزول المسیح صفحہ ۹۹ [۲] تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۳ [۳] لیکچر سیالکوٹ طبع پنجم صفحہ ۳۲ [۴] تبلیغ رسالت جلد ۱ صفحہ ۱۷/۱۸

(۱۰) ـــــ جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں، ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی ہے۔[۱]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ قادیانی مرزا غلام احمد کی وحی پر بھی اسی طرح ایمان لائے ہوتے ہیں جیسے قرآن پر اور اس جہت سے وہ مرزا غلام احمد کی وحی کو قرآن کے برابر سمجھتے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ وحی واقعی اتنی کھلی اور واضح تھی تو مرزا غلام احمد خود اس کا کئی سال تک انکار کیوں کرتا رہا؟ ـــ کچھ ہو تو اقرار بھی ہو۔

ختمِ نبوّت سے انحراف کی تیسری کروٹ

(کُبریٰ) صاحبِ شریعت ہونے کا دعویٰ۔

یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکامِ جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحبِ شریعت ہونے کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدّث ہیں گو وہ کیسی ہی جنابِ الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعتِ مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔[۲]

(صُغریٰ) اپنے نہ ماننے والوں پر فتوے کفر۔

(۱) ـــــ ہر اُس شخص کو میری دعوت پہنچی اور اُس نے مجھے قبول نہیں کیا، وہ مسلمان نہیں ہے۔[۳]

(۲) ـــــ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اُس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔[۴]

---

[۱] تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱۸ [۲] تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ حاشیہ [۳] مکتوب مرزا غلام احمد بنام ڈاکٹر عبدالحکیم صفحہ ۲۴ تسلیم کردہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ [۴] انجام آتھم صفحہ ۶۲

(۳)ــــــ کفر دو قسم پر ہے ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ اور دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے۔

اور آخر میں لکھا ہے:۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔[۱]

نوٹ: ان تصریحات سے واضح ہوا کہ مرزا غلام احمد اپنے نہ ماننے کو کافر کہہ کر اپنے تریاق القلوب والے قول کے مطابق خود صاحبِ شریعت ہونے کا دعوے کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر عبدالحکیم کو حقیقۃ الوحی ص۱۵۹ میں مرتد کہا اور مرزا بشیر احمد نے علامہ اقبال مرحوم کے والد مرحوم کو سیرت المہدی حصہ سوم ص۱۴۹ پر اسلام سے خارج قرار دینے کا اقرار کیا ہے۔ حالانکہ ان بزرگوں کا جرم صرف اتنا ہی تھا کہ انہوں نے مرزا صاحب کے تعلق سے اپنے آپ کو پاک کر لیا تھا اور وہ برابر کلمہ گو تھے اور اہلِ قبلہ میں سے تھے۔

(۴)ــــــ مرزا بشیر الدین صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں:۔

دوسرا سوال آپ کا کفر کے متعلق ہے کہ بعض جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے علماء کے کفر کا فتوے لگانے کی وجہ سے غیر احمدیوں کو کافر قرار دیا ہے اور دوسری جگہ اپنے نہ ماننے کی وجہ سے انہیں کافر ٹھہرایا ہے اس میں کوئی تناقض نہیں یہ دونوں باتیں ایک ہی وقت میں جمع ہو سکتی ہیں۔ مومن کو کافر کہنے سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے اور ماموریت کے نہ ماننے کی وجہ سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام امتی نبی تھے۔ امتی نبی کو کافر کہہ کر بھی غیر احمدی کافر ہو گئے اور آپ کو نبی نہ مان کر بھی کافر۔[۲]

---

[۱] حقیقۃ الوحی ص۱۷۹ [۲] اخبار الفضل ۴ اپریل ۱۹۳۰ء کالم ۲ ص۶

سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سُنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔
میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں[1]

صاحبِ شریعت ہونے کے دعویٰ پر دوسری شہادت

(۵) ـــ اگر کہو کہ صاحب شریعت افترا کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ کہ ہر ایک مفتری تو اول تو دعویٰ بلا دلیل ہے۔ خدا نے افترا کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر و نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا پس اس تعریف کی وجہ سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی[2]

ہر پیغمبر صاحب شریعت ہوتا ہے اس کی شریعت وہی ہو جو کسی پہلے نبی کی تھی یا کوئی نئی ہو ـــ وہ ہر حال میں صاحب شریعت شمار ہو گا اور شرعی طور پر اس کو تسلیم کرنا ضروری ٹھہرتا ہے۔ لا نبی بعدی ـــ کے معنی لا شرع بعدی اسی معنی میں ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہ آئے گا جسے شریعت بنی ٹھہرائے۔

اب چند وہ احکام پیش کیے جاتے ہیں جن میں اسلامی شریعت کا فتویٰ اور ہے اور قادیانی شریعت کچھ اور کہتی ہے۔

---

[1] آئینہ صداقت ص۳۵ [2] اربعین ۴ ص۶

قادیان کا ترمیم شریعت بل

(۱) ـــــ اسلامی شریعت میں جہاد افضل العبادات، ماضٍ الیٰ یوم القیامۃ اور عمل حیات جاوید ہے مگر مرزائی قانون میں:۔

اس فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں اور نہ اس کی انتظار ہے۔ بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر اور نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم کو ہرگز ہرگز جائز نہیں سمجھتا اور قطعاً اس بات کو حرام جانتا ہے کہ دین کی اشاعت کے لیے لڑائیاں کی جائیں۔[۱]

یاد رکھو کہ اسلام میں جو جہاد کا مسئلہ ہے میری نگاہ میں اس سے بدتر اسلام کو بدنام کرنے والا اور کوئی مسئلہ نہیں۔[۲]

(۲) ـــــ مرزا غلام احمد سے پہلے جو مسلمان حیات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے وہ از روئے شریعت گناہگار نہیں۔ جو مرزا صاحب کے آنے کے بعد اس عقیدہ پر قائم رہیں وہ گمراہ اور بے دین ہیں:۔

(الف) ان الذین خلوا من قبلی لا اثم علیھم وھم مبرء ون۔[۳]

ترجمہ تحقیق جو لوگ مجھ سے پہلے ہو چکے ہیں ان پر اس عقیدہ کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں اور وہ بالکل بری ہیں۔

(ب) ولا شک ان حیات عیسٰی وعقیدۃ نزولہ باب من ابواب الاضلال و لا یتوقع منہ الا انواع الوبال۔[۴]

ترجمہ۔ اور اب اس میں شک نہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی حیات اور نزول کا عقیدہ گمراہی کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اس سے طرح طرح کے عذاب کے سوا کسی اور چیز کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

---

[۱] تریاق القلوب صفحہ ۳۳۲ [۲] تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۳ [۳] استفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۲ [۴] استفتاء صفحہ ۴۶

(۳) ــــ اسلامی شریعت میں فرضی صدقات زکوٰۃ اور عشر وغیرہ تھے اور ان کے لیے بھی نصاب اور حولان حول یعنی سال گزرنا شرط تھا۔ مگر مرزائی شریعت میں ایک ماہواری چندہ بھی فرض ہے جس کے لیے کوئی نصاب شرط نہیں۔ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:۔

ہر شخص کو چاہیئے کہ اس نئے نظام کے بعد نئے سرے سے عہد کر کے اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے کہ وہ ایک فرض حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے مگر چاہیئے کہ فضول گوئی اور دروغ کا برتاؤ نہ کرے۔ ہر ایک شخص جو مرید ہے اس کو چاہیئے کہ اپنے نفس پر کچھ ماہواری مقرر کر دے۔ خواہ ایک پیسہ ہو خواہ ایک دھیلہ۔ اور جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا اور نہ جسمانی طور پر اس سلسلہ کے لیے کچھ بھی امداد دے سکتا ہے وہ منافق ہے اب اس کے بعد وہ سلسلہ میں نہیں رہ سکے گا ــــ المشتہر مرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان[1]

(۴) ــــ پہلے صرف توریت، انجیل، زبور، قرآن شریف اور دوسرے صحف پر ایمان لانا ضروری تھا اور ایسا ایمان لانے والا ابدی راحت کا مستحق تھا لیکن مرزا صاحب کی شریعت اس فیصلہ کو منسوخ کر دیا اور اب یہ حکم ہو گیا کہ مرزا صاحب کی وحی پر بھی ایمان لانا فرض ہے جس طرح کہ قرآن شریف پر اور دوسری کتابوں پر۔[2] اور ایسا ایمان نہ لانے والا جہنمی ہے[3]

مذکورہ بالا دلائل و شواہد سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ مرزا غلام احمد کا دعویٰ صاحب شریعت نبی ہونے کا تھا لیکن چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دعوےٰ کرنے والے کے لیے دجل و فریب کا انداز لازمی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے ــــ کذابون دجالون ــــ اس لیے مرزا صاحب نے اپنے تئیں پھر غیر تشریعی نبی کہہ دیا۔ حالانکہ حضورؐ کے بعد ایسا دعوےٰ نبوت بھی الحاد و زندقہ اور کفر و الحاد ہے۔

---

[1] لوح الہدیٰ ص۱ [2] دیکھو حقیقۃ الوحی ص۲۱۱ [3] دیکھو انجام آتھم ص۶۲

صاحبِ شریعت ہونے کے دعویٰ میں چوتھی دبی کروٹ

مرزا صاحب نے جب باقاعدہ طور پر نبوت کا دعوے کر دیا اور اپنے لیے کھلم کھلا نبی اور رسول کے الفاظ استعمال کیے اور اپنے منکرین کو صریح طور پر جہنمی اور کافر کہا تو اس سے ان کی پہلی تحریرات اور تصریحات کا کھلا تصادم ہوا۔ تبدیلیٔ عقیدہ کے اس موڑ نے ان کے سارے ماحول میں ایک لرزہ پیدا کر دیا اور قادیان کی ساری زمین اس بات سے کانپ اُٹھی۔ پھر مرزا صاحب نے عقیدہ ختم نبوت میں چوتھی کروٹ لی اور آیت خاتم النبیین کو اپنے اصلی اسلامی معنی پہ رکھتے ہوئے کہا، واقعی حضور ختمی مرتبت کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور اسے اپنے صاحبِ شریعت نبی اور رسول ہونے کے ساتھ یوں تطبیق دی کہ خود ہی محمد اور احمد ہونے کا دعویٰ کر دیا اور مغائرت کے سارے پردے درمیان سے اُٹھا دیئے۔ یہ عقیدہ ختم نبوت میں راہِ الحاد کی ایک نئی راہ تھی مرزا صاحب اس مقام پر یوں رقمطراز ہیں :۔

(۱) ـــ خاتم النبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جب تک کوئی پردہ مغائرت کا باقی ہے اس وقت تک اگر کوئی نبی کہلائے گا تو گویا اس مہر کا توڑنے والا ہوگا جو خاتم النبیین پر ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفیٔ غیریت کے اسی کا نام پالیا اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہوگیا تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا کیونکہ وہ محمد ہے گو ظلی طور پر۔[۱]

مرزائی حضرات اس تقاضے پر غور کریں کہ کیا اس سے وہ تمام تاویلات جو مہر بمعنی "دوسروں کی نبوت کی منظوری دینا"، یا غیر تشریعی نبوت کو اس مہر لگنے سے خارج رکھنا یا اطاعت سے نبوت ملنا وغیرہ۔ کیا یہ سب غلط اندازِ فکر اس ایک ہی تقاضے میں مجسم نہیں ہو جاتے۔ فافہم

---

[۱] ایک غلطی کا ازالہ صلا

(۲) ــــــ پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے میں میری نبوت میں کوئی تزلزل نہیں آیا. کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی. کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی. یعنی بہرحال محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہا نہ اور کوئی [۱]

مرزا صاحب نے یہ تاویل تو عجیب اختیار کی جس سے ممکن ہے کہ اس وقت کے منتشر حالات کچھ پھر سنبھل گئے ہوں لیکن تبدیلی عقیدہ کے سابقاً کھلم کھلا اقرار کرنے کے بعد اس تاویل و تطبیق کو قطعاً کوئی راہ نہیں ملتی. تبدیلی عقیدہ کے سابق صریح اقرار کے بعد اب مرزا صاحب کا یہ اعلان خالص غلط بیانی نظر آتا ہے.

(۳) ــــــ اس طور پر نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا. بلکہ انہیں معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کہہ کر پکارا ہے. [۲]

اس عبارت میں لفظ مجھے پر غور کریں. اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی مرزا کی خود باقی ہے. وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں فنا نہیں ہو پایا. پس یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے کہ حضور کی نبوت حضور تک ہی محدود رہی جداگانہ طور پر نبی بھی کہلا رہا ہے اور پھر بھی فنائیت کا مدعی ہے. فیاللعجب.

عقیدہ ختمِ نبوّت میں پانچویں کروٹ

مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:-

(۱) ــــــ سمّیت نبیًا من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ. [۳]

ترجمہ. خدا کی طرف سے میرا نام نبی صرف مجازی طور پر رکھا گیا ہے حقیقی معنی کے اعتبار سے نہیں.

---

[۱] تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۲۲ [۲] ایضاً صفحہ ۱۸ [۳] استفتا ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۵

(۲) ـــــ جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں۔[1]

اس سے پہلے یہ بھی لکھا ہے:۔

اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔[2]

(۳) ـــــ اور اس جگہ میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے۔ یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے۔[3]

(۴) ـــــ یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اپنے اس بندے پر نازل فرمایا۔ اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں۔ سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں۔[4]

(۵) ـــــ یہ صرف لفظ نزاع ہوئی یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ یا مخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں ولکل ان یصطلح۔[5]

ان عبارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب ایک بالکل نئی اصطلاح میں نبوت کے دعویدار تھے اور آپ کا ان معنوں میں تشریعی یا غیر تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ ہرگز نہ تھا جس طرح کہ پہلے ایک لاکھ اور کئی ہزار پیغمبر تشریف لاتے رہے۔ ان پیغمبروں کی تشریف آوری خواہ وہ تشریعی ہوں یا غیر تشریعی۔ حضور ختمی مرتبت کی تشریف آوری پر قطعاً ختم ہو چکی۔

نبوت کے سائے میں آپ کی چھٹی کروٹ

۱؎ انجام آتھم ص۲۷ ۲؎ ایضاً ۳؎ اربعین نمبر ۳ ص۱۵ ۴؎ سراج منیر ص۳ ۵؎ تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۸

(۱) میں ظلی طور پر محمد ہوں پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمد کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی۔ یعنی بہرحال محمد ہی نبی رہے نہ اور کوئی۔ یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرتؐ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالاتِ محمدی مع نبوتِ محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ[1]

اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد کو ہی ملی گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو[2]

(۲) اگر بروزی معنوں کی رو سے بھی کوئی شخص نبی اور رسول نہیں ہو سکتا تو پھر اس کے کیا معنی ہیں کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم سو یاد رکھنا چاہیئے کہ ان معنوں کی رو سے مجھے نبوت اور رسالت سے انکار نہیں[3]

(۳) انبیا من حیث الظل باقی رکھے جاتے ہیں خدا تعالیٰ ظلی طور پر ایک ضرورت کے وقت میں کسی اپنے بندے کو ان کی نظیر اور مثیل پیدا کر دیتا ہے جو انہی کے رنگ میں ہو کر ان کی دائمی زندگی کا موجب ہوتا ہے اور اسی ظلی وجود کو قائم رکھنے کے لیے خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ دعا سکھائی اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم[4]

(۴) جو شخص اس نبی جامع الکمالات کی پیروی کرے گا ضرور ہے کہ ظلی طور پر وہ بھی جامع الکمالات ہو۔ پس اس دعا کے سکھلانے میں جو سورۃ فاتحہ میں ہے یہی راز ہے[5]

---

[1] ایک غلطی کا ازالہ ص۹ [2] ایضاً ص۴ [3] ایک غلطی کا ازالہ ص۵ خزائن جلد ۱۸ ص۲۰۹ [4] شہادۃ القرآن ص۵۶ خزائن جلد ۶ ص۳۵۲ [5] چشمہ مسیحی ص۲۹ روحانی خزائن جلد ۲۰ ص۳۸

⑤ کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ نے پھر محمد صلعم کو اُتارا۔[1]

اس دُعا میں ظلّی نبوّت کا اشارہ ہے یا صراحت

مرزا غلام احمد لکھتا ہے :-

① قرآن شریف اس کی طرف اشارہ کرتا اور فرماتا ہے اھدنا الصراط المستقیم[2]

② اس آیت سے کھلے طور پر یہی ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ اس امت کو ظلی طور پر تمام انبیاء کا وارث ٹھہراتا ہے۔[3]

یہاں مرزا غلام احمد تضاد کا شکار ہے۔ یہاں اشارہ ہے یا صراحت مرزا غلام احمد اس کا فیصلہ نہیں کر سکا۔ ایسی بات جب سرے سے نہیں تو فیصلہ کیسے ہو پائے۔ کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔

قادیانیوں کا پوری امتِ محمدیّہ کے بارے میں عقیدہ

جو مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے یقینی پیرائے کا مکالمہ اور مخاطبہ بند ہے۔ مرزا غلام احمد اس امت کو ایک لعنتی امت قرار دیتا ہے :-

یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ کے بعد دروازہ مکالمات و مخاطبات الٰہیہ بند ہے۔ اگر یہ معنی اگر یہ معنی ہوتے تو یہ امت ایک لعنتی امت ہوتی۔[4]

مرزا غلام احمد نے یہ دلآویز فتویٰ اپنے دور کے مسلمانوں پر ہی نہیں دیا پوری امت کے مسلمانوں پر دیا ہے جو حضرت صدیق اکبرؓ سے لے کر اب تک اس عقیدہ پر پختہ چلی آرہی ہے کہ حضور

---

[1] کلمۃ الفصل ص۱۴۰ [2] نزول مسیح ص۶ [3] شہادۃ القرآن ص۵۶ [4] ضمیمہ براہین احمدیہ ص۲۵۶

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی وحی یقینی اور مخاطبہ الٰہیہ جس کا ماننا دوسروں کے لیے لازم ٹھہرے قطعاً بند ہے امتِ مسلمہ میں اسی کا نام عقیدہ ختم نبوت ہے۔

مرزا غلام احمد کا ایک اور جھوٹ

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم میں اس انعام کی امید دلائی گئی ہے جو پہلے نبیوں اور رسولوں کو دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان تمام انعامات میں سے بزرگ تر انعام وحی یقینی کا انعام ہے۔[1]

سب سے بڑا انعام یقینی پیرایہ میں آنے والی وحی تشریعی ہے مطلق وحی یقینی نہیں — وحی تشریعی کو وحی غیر تشریعی سے بزرگ نہ ماننا یہ مرزا غلام احمد کی محض سینہ زوری ہے۔ یہاں وہ اس کا اقرار محض اس لیے نہیں کر رہا کہ وحی تشریعی کا بند ہو اس کے استدلال کو یکسر تار تار کر رہا ہے اس کے اس استدلال پر اس پہلو سے ذرا غور فرمائیں۔

ان تمام انعامات میں بزرگ تر انعام وحی یقینی کا انعام ہے.... پس اگر کسی کو اس امت میں سے وحی یقینی نصیب نہیں اور وہ اس بات پر جرأت ہی نہیں کر سکتا کہ اپنی وحی کو قطعی طور پر مثل انبیاء علیہم کے یقینی سمجھے..... تو ایسی دعا سکھلانا محض دھوکا ہوگا۔[1]

سو اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ مرزا غلام احمد نے انعاماتِ الٰہیہ میں بزرگ ترین انعام وحی یقینی کو قرار دیا ہے اور اس سے بڑے انعام وحی تشریعی کو بزرگ ترین انعام نہیں مانا — سو یہاں مرزا غلام کھلے جھوٹ کا مرتکب ہوا ہے — اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اس کے استدلال کی عمارت سرے سے کھڑی نہ ہو پائی — ہم مسلمان جس طرح وحی تشریعی کا دروازہ حضور ﷺ پہ بند مانتے ہیں اور اس کے بند ماننے سے دوسرے انعاماتِ الٰہیہ کی نفی نہیں ہوتی۔ اس طرح وحی غیر

---

[1] روحانی خزائن جلد ۱۸ ص ۴۸۷

تشریعی کو بھی حضورؐ پر ختم ماننے سے دوسرے انعامات الٰہیہ کی نفی نہیں ہوتی جو قرآن پاک کی رُو سے اس امت کے شامل حال ہیں۔

والذین اٰمنوا باللّٰہ ورسلہ اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم۔ (پ۲۷ الحدید : آیت ۱۹)

یہاں اس امت کے کاملین کو صدیق بننے اور شہید بننے کی خبر دی گئی ہے ان کے ساتھ ہونے کی خبر نہیں دی گئی اور جہاں انعام یافتہ لوگوں میں نبیوں کا ذکر کیا گیا۔ وہاں رفاقت اور ساتھ ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ نہیں کہ یہ ایمان لانے والے کاملین نبی بن جائیں گے۔ جو ملنے والے مراتب ہیں وہ صدیقین شہداء اور صالحین کے ہیں جو رفاقت والے مدارج ہیں ان میں صف انبیاء سب سے اُونچی ہے اور حضور خاتم النبیین کے بعد اس درجہ کمال کا کسی کو ملنا بند ٹھہرایا گیا ہے اسے دھوکہ کہنا مرزا غلام احمد کی ہی جرأت ہے اور یہ اس کی امت مسلمہ کے عقیدۂ ختم نبوت سے انحراف کی آخری کروٹ ہے۔

قادیانیوں کا یہ کہنا کہ اگر یہ مراتب امت کو مل سکتے ہیں تو عہدہ نبوت کیوں نہیں مل سکتا۔ یہ محض ایک مغالطہ ہے۔ ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ تمہارے نزدیک امت کے کاملین کو اگر یہ چاروں مراتب مل سکتے ہیں تو نئی شریعت والی نبوت جس کا بہاء اللہ دعوے دار رہا ہے وہ اس امت کو کیوں نہیں مل سکتی ؟

یاد رہے کہ عقائد اس قسم کے واہی استدلال سے ثابت نہیں ہوتے اس کے لیے نصوص قطعیہ درکار ہیں۔ یہ صرف احکام ہیں جو ظنی دلائل سے بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔

قادیانی اسی پُرانی ڈگر پر

افسوس کہ مرزا صاحب نے اس نئی کروٹ لینے کے باوجود معاملات میں دعویٰ وہی رکھا جو ان نفوسِ قدسیہ کے لیے تھا جنہیں رب العزت نے حقیقی طور پر نبوت عطا فرمائی ہو. خواہ وہ تشریعی ہوں یا تشریعی. ۱. وحی کی قطعیت اور اس کا دخل شیطانی سے مبرا ہونا. ۲. اس کا اقرار لازم ہونا اور اس کا انکار کفر ہونا ــــ یہ سب حقیقی وحی کے لوازم تھے نہ کہ مجازی نبوت کے اور پھر مرزائی حضرات کا ختم نبوت کے مباحث میں ان آیات سے استدلال کرنا جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے نبیوں کی آمد اور ان کا سلسلہ نبوت مذکور ہے. یہ خود ایک منہ بولتی شہادت ہے کہ مرزا صاحب کا اپنی نبوت کو مجازی قرار دینا فقط ایک مغالطہ تھا اور محض ایک وقتی تدبیر تھی. ورنہ ان کی نبوت اگر بقول ان کے واقعی ایک نئی اصطلاح ہوتی تو اس کے اثبات میں اُن آیات کا سہارا نہ لیا جاتا جن میں ان حقیقی نبوتوں کا ذکر ہے جو آنحضرت ختمی مرتبت سے پہلے تشریعی اور غیر تشریعی صُورتوں میں ظہُور پذیر ہوتی رہیں.

مقامِ غور

ان اُلجھے ہوئے اور متعارض اقوال سے صاف عیاں ہے کہ اسلام کا عقیدہ ختم نبوت اپنی جگہ ایسا قطعی اور یقینی تھا کہ جن لوگوں نے اس میں چور دروازے نکالنے کی کوشش کی. وہ بھی کسی ایک قطعی موقف کا سہارا نہ لے سکے اور ان کی فکر ہر نئے مرحلے پہ ایک نیا انداز اختیار کرتی گئی یہاں تک کہ اس تحریک کی مرکزی شخصیت کے متعلق اس کے پیرو خود اس میں ہی مختلف ہو گئے کہ بانی سلسلہ کا اصل دعویٰ کیا تھا. اس سے اسلامی عقیدہ ختم نبوت کی عظمت کا احساس اور شدید ہو جاتا ہے اور اسلام کے آفتابِ صداقت کی کرنیں اور زیادہ شانِ اعجاز سے پھوٹنے لگتی ہیں.

مقامِ افسوس

مقامِ افسوس ہے کہ عقائد جیسے نازک معاملہ میں جس میں ذرا سی تغافل شعاری اور سہل انگاری آخرت میں شدید ترین رسوائی کا باعث ہو سکتی ہے استہزاء اور تمسخر کیا جارہا ہے کہ مال بھی چوری ہو گیا اور مُہر بھی نہیں ٹوٹی. اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر ختمِ نبوت کا تاج بھی رکھا مگر مرزا صاحب پھر بھی نبی ہو گئے. مذہب کیا رہا اس کے بنیادی خطوط بھی بچوں کا کھیل بن کر رہ گئے فوا حسرتاہ علی ضیعۃ العلم.

مرزا غلام احمد صاحب کا ختمِ نبوت جیسے بُنیادی مسئلے میں اتنے رنگ بدلنا اور اتنے پیچ و تاب کھانا، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قادیانی مکتبِ فکر آیت خاتم النبیین میں تفہیم کے لیے کوشاں نہیں صرف تحریف کے درپے ہے. یہ امر بھی پیشِ نظر رہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے اسلامی عقیدہ ختمِ نبوت سے انحراف صرف اپنی وحی کی بنار پر کیا ہے قرآن وسنت کی وجہ سے نہیں. پس مرزائی حضرات کا اپنے من گھڑت معنوں کو کتاب وسنت پر مبنی قرار دینا اور ان سے ثابت ہونے کا دعویٰ کرنا اصولاً غلط ہے. اگر آیت خاتم النبیین کے وہی معنی ہوتے جو قادیانی حضرات کرتے ہیں اور ان آیات کا (جو مرزائی مبلّغین اور مناظرین اجرائے نبوت کے ثبوت میں پیش کیا کرتے ہیں) واقعی وہی معنی ہوتا جو یہ حضرات بیان کرتے ہیں. تو مرزا غلام احمد قادیانی اپنی مزعوم وحی وصول کرنے سے پہلے بھی تو کسی ایک آیت کے اس طرح معنی کرتے. اس صُورت میں مرزا صاحب کے تبدیلیٔ عقیدہ کی بنیاد اُن کی اپنی وحی پر نہیں بلکہ کتاب وسنت پر مبنی سمجھی جاسکتی تھی لیکن اب جب کہ مرزا صاحب اپنی خاص وحی سے پہلے قرآن وسنت کی آیات باہرات کو انہی معنی میں لیتے اور سمجھتے رہے جنہیں امّت محمدیہ چودہ سو سال سے قرآن وسنّت کی مراد قرار دیتی چلی آرہی ہے تو اب قرآن وحدیث کی نئی تعبیرات اور تشریحات کی بنا خود قرآن وحدیث نہ ہوں گے. بلکہ ان نئی مرادات کی تمام تر ذمہ داری مرزا صاحب کی اپنی وحی پر ہوگی ــــ ہے کوئی انصاف پسند مرزائی جو اپنے اس موقف کا صاف اقرار کرے؟

کس قدر ظلم اور ستم اور بالائے ستم ہے کہ قادیانی امت جن نئے مطالب و معانی کا ڈھنڈورا پیٹتی ہے انہیں ان کے اصل مبدا، و منبی یعنی مرزا صاحب کی وحی کی طرف نسبت کرنے کی بجائے اپنی مَن گھڑت مرادات کو قرآن و سنت کے ذمہ لگا رہی ہے اور جب ان ابحاث کا آغاز ہوتا ہے تو یہ لوگ مرزا صاحب کی اپنی وحی کا تذکرہ کیے بغیر قرآن و حدیث کے معنوں میں اس طرح تحریف کے ہاتھ صاف کرتے اور اپنی اختراعی مرادات کو اس طرح خدا اور اس کے سچے رسول خاتم الانبیاء کے ذمہ لگاتے ہیں کہ علم اور حیا کا سر پیٹ کر رہ جاتے ہیں اور حالات پکار اٹھتے ہیں کہ واقعی علامات قیامت اپنا پر تو ڈال رہی ہیں۔

قادیانیوں کی ایک تاویل اور اُس کا جواب

اگر کہا جائے کہ قرآن و سنت کے معانی واقعی وہی ہیں جو مرزا صاحب نے اب آخر میں بیان کیے۔ لیکن مرزا صاحب کو ان کا تنبہ اور ان کی اطلاع اپنی وحی کی آمد سے پہلے نہ تھی۔ یعنی انہیں اپنے دعوے نبوت سے پہلے قرآن کے صحیح معنی معلوم نہ تھے۔ تو اول تو یہ تاویل اس لیے غلط ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ اس وقت بھی ملہم ربانی اور محدث و مامور ہونے کا تھا۔ جب وہ خاتم الانبیاء کے بعد ہر قسم کے دعوے نبوت کو کفر قرار دے رہے تھے اور ہر ایسے مدعی پر وہ لعنت بھیجتے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلہ نبوت ختم ہونے کے بعد پھر نبی ہونے کا دعوے کرے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنے اونچے روحانی دعووں اور اتنی علمی تحدی کے ہوتے ہوئے ختم نبوت جیسے بنیادی مسائل میں قرآن و سنت کی حقیقی مرادات اُن پر مخفی رہیں اور اگر باوجود ان سب کے وہ کتاب و سنت کی حقیقت سے بے خبر تھے۔ تو یہ مرزا صاحب کی غباوت کی ایک کھلی دلیل ہوگی کہ قرآن بھی موجود ہے معلم قرآن کی صحیح تعلیمات بھی موجود ہیں۔ دونوں کو پڑھا بھی ہے۔ خدا مقام تحدیث میں ہم کلام بھی ہو رہا ہے۔ مگر جب تک خاص سپیشل وحی نہ آئے مرزا صاحب کو قرآن سمجھ نہیں آ رہا اور ظاہر ہے کہ نبی غبی نہیں ہو سکتا اور پھر اس درجہ میں کہ وہ بنیادی مسائل بھی نہ سمجھے

اب جب کہ آیت خاتم النبیین کے قادیانی معنوں کا مبدا، اور ماخذ خاص مرزا صا کی وحی ہے تو اس آیت شریفہ کے اسلامی معنوں کا اثبات اور قادیانی معنوں کا ابطال اصولا ہمارے ذمہ نہیں لیکن چونکہ قادیانی لوگ اپنے من گھڑت اور غلط معنوں کو دجل و فریب کتاب و سنت کی طرف منسوب کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے مزید اتمام حجت کے لیے ہم آیۃ خاتم النبیین کے وہ معنی ہدیۂ ناظرین کریں گے جو خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہوں کیونکہ:۔

مُلہم کے بیان کردہ معنوں پر کسی اور کی تشریح و تفسیر ہرگز معتبر نہیں۔[1]

مرزا غلام احمد یہ بھی لکھتا ہے:۔

ضروری ہے کہ کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی انہیں معنی کی مفسر ہو۔ کیونکہ جس پاک اور کامل نبی پر قرآن نازل ہوا وہ سب سے بہتر قرآن شریف کے معنی جانتا ہے۔ غرض اتم اور اکمل طریق معنی کرنے کا تو یہ ہے لیکن اگر کسی آیت کے بارے میں حدیث صحیح مرفوع متصل نہ مل سکے تو ادنیٰ درجہ استدلال کا یہ ہے کہ قرآن کی ایک آیت کے معنی دوسری آیات بینات سے کیے جائیں۔[2]

اب آپ دیکھیں کہ مرزا غلام احمد نے جس قسم کی نبوۃ اپنے لیے اختیار کی کسی حدیث صحیح مرفوع متصل سے اس کا باقی ہونا ثابت ہے؟ ہم نے ختم نبوت پر تو صحیح احادیث پیش کر دی ہیں جو ہر دعویٰ نبوت کو مطلقاً بند کرتی ہیں اور مرزا غلام احمد اپنے اس خاص دعویٰ پر ایک صحیح مرفوع متصل حدیث پیش نہیں کر سکا۔

مگر افسوس کہ قادیانیوں نے ختم نبوت کے صریح اور قطعی موقف پر تاویل کی راہ اختیار کی کہ جس طرح بھی ہو مرزا غلام احمد کو نبی کے درجہ میں ہی مانا جائے اس پر مسلمان چونک پڑے۔

قطعی عقائد کیا ہوتے ہیں؟ وہ جو بغیر کسی تاویل کے سمجھ آ رہے ہوں نہ کہ وہ جو آئندہ وحی سمجھائے۔

---

[1] تبلیغ رسالت جلد ۱ صفحہ ۱۲۱ [2] ایضاً جلد ۴ صفحہ ۱۸

اور انگریزوں کی سیاسی ضرورت تھی کہ مسلمانوں میں کوئی مرکزی نقطہ وحدت نہ رہے، جس پر سارے مسلمان ایک ہو سکیں اور ظاہر ہے کہ وہ مرکزی نقطہ ایک نبوت ہے جس کے گرد امت کا سارا دائرہ گھومتا ہے۔ قادیانیوں کو اسلام کے عقیدہ ختم نبوت میں رخنہ ڈالنے کی اسی لیے ضرورت تھی کہ یہ نبوت ہی ہے جو انسانوں کو دو گروہوں میں تقسیم کرتی ہے۔ ماننے والے ایک طرف ہو جاتے ہیں اور نہ ماننے والے دوسری طرف ـــــ ان میں کسی ایک کو مسلمان سمجھو تو دوسرے کو کافر کہنا پڑے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ دونوں ایک قوم ہو کر رہیں۔ امت ایک تبھی رہ سکتی ہے جب نبی ایک ہو۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

قادیانیوں کو مرزا غلام احمد کے اس خاص دعوے نبوت پر جب قرآن کریم کی کوئی آیت نہ ملی اور نہ وہ اپنے اس خاص موقف پر کوئی حدیث مرفوع متصل پیش کر سکے اور نہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی سے انہیں اس تدریجی نبوت کے لیے کوئی دلیل ملی تو انہوں نے کچھ بزرگانِ دین کی بعض پیچیدہ عبارات میں اپنے تیر پیچ لگائے اور جہاں کسی بزرگ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یہاں تشریف لانے پر بحث کی تھی ان عبارتوں کو لے کر بولے کہ یہ دیکھو یہ حضرت خاتم النبیین کے بعد ایک غیر تشریعی نبی کے آنے کی خبر موجود ہے۔

اس چور دروازے سے قادیانی عقیدہ ختم نبوت پر واردات کے لیے آگے بڑھے ہیں اور وہ یہ نہیں سمجھتے کہ عقائد ثابت کرنے کے لیے دلائل قطعیہ کی ضرورت ہوتی ہے جن کی اپنے مدعا پر دلالت بھی قطعی ہو اور ان میں اور کوئی احتمال راہ نہ پائے۔

ختمِ نبوّت پر مسلمانوں کی بیداری

اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا اعجاز کہیئے یا اللہ رب العزت کی عنایت. جو امت کے مرکزی تحفظ کے لیے اسے منظور ہوئی. کہ جونہی قادیان سے اسلام کے تیرہ سو سال کے موروث عقیدہ ختمِ نبوت کے خلاف الحاد کا سنکھ (گھنٹہ) بجا مسلمان خواہ وہ آپس میں کتنے مختلف اور دست و گریباں کیوں نہ تھے تحفظ ختمِ نبوت کے نام پر سب آ جمع ہوئے اور اس امت کے مرکزی تحفظ کا ستارہ اس شان سے چمکا کہ اس کی روشنیاں دُنیا کے کناروں تک دیکھی گئیں اور اب تک مسلمان اس مسئلہ پر برابر جمع ہیں.

مرزا غلام احمد کے لیے اب کسی ایک طرف رُخ کرنا مشکل ہو گیا. سو اس نے ایک ہی جملہ بنایا جو سٹ ہو جائے وہ کیا تھا ـــــ اے بد ذات فرقہ مولویاں (ضمیمہ انجام آتھم ص۱۹) اس میں بھی غلام احمد کے پیش نظر حدیث کی تردید تھی. آنحضرتؐ نے جن بہتر فرقوں کی خبر دی تھی تمام علماء خواہ وہ کسی بھی فرقے سے ہوں اس سے متفق ہیں کہ ان میں اب تک کوئی فرقہ مولویاں نہیں ہوا اور نہ آئندہ ہو گا. بہتر اور تہتر فرقوں کی حدیث پڑھنے والا حیران ہے کہ یہ چوہتروں فرقہ تاریخ میں کہاں سے آنکورہوا جسے اب مرزا صاحب پیش کر رہے ہیں.

شیعہ عام مسلمانوں سے زیادہ مجروح حال تھے. عام مسلمانوں سے مرزا غلام احمد نے دو سیٹیں چھینی تھیں. ۱. مجدد اور ۲. مسیح موعود ـــ اور شیعوں سے تین. ۱. مجدد. ۲. مسیح. ۳. اور مہدی ـــ شیعوں کا مہدی کا تصور عام مسلمانوں کی نسبت زیادہ جلی ہے. وہ اُن کے ظہور کے قائل ہیں پیدائش کے نہیں ـــ سو وہ مرزا کے دعوئے مہدویت پر اور زیادہ پریشان حال تھے. علامہ علی حائری نے مرزا غلام احمد کو اور مرزا غلام احمد نے علامہ علی حائری کو وہ سُنائیں کہ ہزار ہا مسلمان مرزا غلام احمد کی بدزبانی دیکھ کر مرزا سے نفرت کھا گئے.

مرزا غلام احمد تمام فرقوں کے خلاف

چالیس نامی مولوی جیسے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی، مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی ثم امرتسری اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی [1]

پھر اربعین نمبر ۲ میں مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالی، مولوی عبدالحق صاحب دہلوی صاحب تفسیر حقانی، مولوی محمد صدیق صاحب (دیوبند)، مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی، مولوی عبداللہ چکڑالوی، مولوی محمد علی ناظم ندوۃ العلماء، مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری اور جمیع سجادہ نشینان و مشائخ ہندوستان کو للکارا ہے۔

تمام فرقوں کے مذہبی پیشواؤں کو بیک جملہ اس زبان سے بلانا کون سی شرافت ہے؟ یہ آپ سوچیں پھر ہم سے پوچھیں۔ یہ کون سی نبوت ہے جو اس بدزبانی کو سنت بناتی ہے۔ اس پر ہم بھی کچھ عرض کر دیں گے۔ سردست آپ مرزا صاحب کی زبانی اس چوہترویں فرقے کا تعارف کریں۔

اے بدذات فرقہ مولویاں تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا۔ [2]

پنجاب کے علماء میں اہلحدیث حضرات میں سے مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبدالحق غزنوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولانا عبداللہ معمار اور پنجاب کے اہل السنۃ والجماعۃ میں سے حضرت مولانا عبدالعزیز لدھیانوی، مولانا غلام دستگیر قصوری، مولانا غلام رسول عرف رسل بابا امرتسری، مولانا کرم دین دبیر چکوالی، علامہ غلام مصطفےٰ امرتسری، مولانا محمد عالم آسی امرتسری، شیخ الحدیث مولانا عبدالغنی پٹیالوی، ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا محمد شفیع سنکترروی، مولانا ظفر علی خاں، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری خم ٹھونک کر مقابلہ میں نکلے اور کتاب کے مقابلے میں

---

[1] اربعین نمبر ۲ صفحہ ۲۴ [2]

کتاب. مباہلے کے جواب میں مباہلہ. دلائل کے جواب میں دلائل. اشتہار کے جواب میں اشتہار. مناظرہ کے مقابل مناظرہ. جلسہ کے جواب میں جلسہ اور تقریر کے جواب میں تقریر. غرض مقابلے کا کوئی پہلو ایسا نہ تھا جس میں ان علماء اسلام نے مرزا غلام احمد اور اس کی پوری تحریک کا ترکی بہ ترکی جواب نہ دیا ہو. علماء کا یہ وہ مشترکہ کام تھا جس میں سب کچھے چلے آرہے تھے اور یہ اتحاد اور جوڑ عقیدہ ختم نبوت کی صداقت کا ایک کھلا آسمانی نشان تھا. ورنہ یہ کبھی ہو سکتا تھا کہ انگریزوں کی حکومت ہو اور سب علماء مل کر کسی ایک سٹیج پر بیٹھ سکیں؟

ابلیس جب جنت سے نکلا تو اس نے اللہ تعالیٰ کو کہا تھا میری تیری راہ میں آگے پیچھے. دائیں بائیں ہر طرف رکاوٹ بن کر بیٹھوں گا اور میرے ساتھ میرا ایک پورا قبیلہ آکھڑا ہوگا.

مرزا غلام احمد کی حمایت میں اس کا جو قبیلہ کھڑا ہوا اُن میں حکیم نورالدین بھیروی مولوی محمد علی لاہوری مولوی غلام رسول آف راجیکی (ھ) ابوالعطا اللہ دتہ (ھ) عبدالرحمٰن خادم گجراتی (ھ) مناظر قادیانیت محمد سلیم (ھ) جلال الدین شمس (ھ) اور قاضی نذیر احمد پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ زیادہ معروف ہوئے. مولوی عبدالکریم سیالکوٹی مرزا غلام احمد کی زندگی میں آنجہانی ہو گئے تھے. یہ قادیانی مذہب کے نورتن کہلاتے ہیں.

ختم نبوت پر مسلمانوں کی عام بیداری کا جماعت پر اثر

ختم نبوت کا اعجاز اس شان سے اُبھرا کہ مسلمانوں کی عام بیداری سے خود قادیانی جماعت کے لوگ بھی گھبرا گئے اور انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس عنوان پر تم مسلمانوں سے بالکل کٹ جاؤ گے. مرزا غلام احمد کے دعویٰ ختم نبوت میں تاویلیں کر کے تم ختم نبوت میں مسلمانوں کے ساتھ ہو جاؤ مگر وہ نہ مانے. وہ نہ جانتے تھے کہ ایک وقت آئے گا جب انگریز یہاں سے چلے جائیں گے اور ہم مسلمانوں کے رحم و کرم پر رہ جائیں گے ـــــ مرزا غلام احمد کے ساتھیوں میں مولوی محمد علی لاہوری اور خواجہ کمال الدین نے سبقت کی اور قادیان سے نکل کر لاہور میں اپنی علیحدہ جماعت بنالی ـــــ

اب مرزا صاحب کے پیرو دو جماعتوں میں منقسم ہو گئے۔ مولوی محمد علی لاہوری کے عقائد پہلے وہی تھے جو دوسرے قادیانیوں کے ہیں لیکن اس نے ختم نبوت کے نازک عنوان اور اس پر مسلمانوں کی عام بیداری کی وجہ سے اپنا پرانا موقف بدل لیا۔ یہ اس وقت ہمارا موضوع نہیں ہے۔

مسلمانوں کی عام بیداری کا مسلمانوں کے دوسرے مسائل پر اثر

پنجاب کے مسلمانوں نے دینوی تعلیم میں اپنی دینی قدروں کو باقی رکھنے کے لیے لاہور میں انجمن حمایت اسلام بنائی تھی۔ اس میں کچھ مرزا غلام احمد کے پیرو بھی شامل ہوتے تھے۔ ڈاکٹر علامہ اقبال بھی ان دنوں انجمن کے سرگرم رکن تھے۔ اسلامیہ کالج لاہور اسی انجمن کے زیر انتظام تھا اور انجمن کی کئی شاخیں مسلمانوں کے کئی کاموں کو سنبھالے ہوتے تھیں۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اسی انجمن کے نائب صدر تھے۔

ڈاکٹر علامہ اقبال، حضرت مولانا احمد علی لاہوری، مولانا عبدالقادر قصوری اور مولانا اصغر علی روحی کے مشورہ سے قادیانیوں کے اس انجمن سے اخراج کی تحریک چلی جو کامیاب ہو گئی اور قادیانی اس انجمن کی رکنیت کے نااہل قرار پائے کیونکہ انجمن مسلمانوں کی تھی اور یہ لوگ غیر مسلم تھے۔

تحریک کشمیر بھی ان دنوں زوروں پر تھی۔ مرزا بشیرالدین محمود، ڈاکٹر علامہ اقبال کشمیر کمیٹی کے ممبر تھے۔ ختم نبوت پر مسلمانوں کی اس عام بیداری نے ان حالات پر گہرے اثرات ڈالے۔

مسلم لیگ اور مجلس احرار اسلام کے اختلافات

آل انڈیا مسلم لیگ اور مجلس احرار اسلام کے گو تاریخی اختلافات تھے۔ مگر جوں جوں ہندو تعصب کے شعلے زیادہ تیز ہو رہے تھے مسلمانوں میں علیحدہ خطہ مانگنے کا احساس زیادہ تیز ہوتا جا رہا تھا۔ قائد احرار چودھری افضل حق مرحوم نے مجلس احرار کو نصیحت کی:۔

"دیکھنا پاکستان کی مخالفت نہ کرنا یہ مسلمانوں کے دُکھے ہوتے دل کی آواز ہے"

مسلم لیگ میں قادیانیوں کا وجود مجلس احرار اسلام کے لیے لائق برداشت نہ تھا مجلس احرار اسلام حقیقت میں پاکستان کے مخالف نہ تھی صرف قادیانیوں کی مخالف تھی اور اسی وجہ سے وہ مسلم لیگ کے ساتھ شامل نہ ہو سکی ۔۔۔ مگر افسوس کہ اس وقت مسلم لیگ کے قائدین اس مشکل پر قابو نہ پا سکے اور مجلس احرار کا تعاون انہیں حاصل نہ ہو سکا اور انگریز کا منشا بھی یہی تھا کہ مسلم لیگ اکیلی رہے۔

تحریک ختم نبوّت پاکستان (۱۹۵۳ء)

۱۹۴۷ء میں پاکستان بنا۔ ہندوستان اور پاکستان دونوں کی بین الاقوامی مصلحت اس میں تھی کہ وزارتِ خارجہ میں وہ اشخاص رکھے جائیں جن پر انگریزوں کو اعتماد ہو اور وہ ان کے اپنے ہوں۔ کانگریس نے انڈیا کے عہدۂ گورنر جنرل کے لیے آخری وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو چنا۔ اور پاکستان نے وزیر خارجہ کے لیے چودھری ظفر اللہ خاں کو ۔۔۔ یہ دونوں انگریزوں کے آدمی تھے ۔۔۔ یہ مصلحت اپنی جگہ کتنی وقیع کیوں نہ ہو لیکن خان لیاقت علی خاں کے ناگہانی قتل نے یہ بتا دیا کہ پاکستان میں سیاست کی زمین اندر سے بہت دہک رہی ہے ۔۔۔ اور کسی سازش کا لاوا پھٹنے والا ہے ۔۔۔ ان حالات میں قادیانیوں کو مسلم لیگ میں لینے کے خطرناک نتائج کھل کر سامنے آ گئے ۔۔۔ مرزا بشیر الدین محمود نے بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنانے کی تجویز پیش کر دی۔ مسلمان بہت پریشان تھے۔ اور ضرورت تھی کہ ملک میں قادیانیت کے خلاف کوئی تحریک اُٹھے اور چودھری ظفر اللہ خاں کو وزارت خارجہ سے ہٹایا جائے۔ اس کے بغیر پاکستان کی بقا مشکل نظر آ رہی ہے۔

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ میدان عمل میں

حضرت شاہ صاحبؒ نے لاہور میں سادات کی ایک میٹنگ کی اور حاضرین کو اپنے نانا کی عزت کے نام پر اکٹھے ہونے اور میدان میں نکلنے کا مشورہ دیا۔ اس مجلس میں مولانا ابوالحسنات

سید محمد احمد. مولانا سید محمد داؤد غزنوی. مولانا پیر سید فیض الحسن. مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری. سید مظفر علی شمسی. مولانا سید غلام محی الدین سجادہ نشین گولڑہ شریف کے ساتھ کئی اور سادات کرام بھی شریک ہوئے. حضرت شاہ صاحب نے مولانا ابوالحسنات اور مولانا محمد داؤد غزنوی پر مشتمل ایک سب کمیٹی تجویز کی جو ملکی سطح پر دورہ کر کے مختلف مکاتبِ فکر کو اس مقصد کے لیے ہم خیال کریں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کو بھی اس میں شمولیت کی دعوت دی گئی تھی مگر وہ کسی مجبوری کی وجہ سے اس اجلاس سادات میں شامل نہ ہو سکے.

حکومت کو متنبہ کرنے کے لیے آپ نے حضرت مولانا محمد علی جالندھری اور مولانا قاضی احسان احمد شجاعبادی پر مشتمل ایک کمیٹی نامزد کی جو مرکزی اور صوبائی وزراء اور ان کے ارکانِ اسمبلی سے وفد کی صورت میں ملاقاتیں کرے اور ملک میں پیش آنے والے خطرات سے انہیں آگاہ کرے.

اس وقت ایک ایسی دستاویز کی ضرورت ہے جو عام فہم انداز میں مسئلہ ختم نبوت کو واضح کر سکے اور پڑھنے والے کو ختم نبوت کے اس معنی و مفہوم پر لا سکے جو امتِ محمدیہ آیت خاتم النّبیین اور حدیث لا نبی بعدی سے آج تک مراد لیتی چلی آ رہی ہے. یہ دستاویز عقیدۃ الامۃ حضرت شاہ صاحب کے ارشاد پر اس پاک مقصد کے لیے لکھی گئی ہے اور مرکزی اور صوبائی سب وزرائے کرام اور ممبرانِ عظام کو بھیجی جا رہی ہے اور اب یہ آپ کی خدمت میں بھی ہدیۂ قارئین کی جا رہی ہے. خدا کرے کہ جب اس کا اگلا ایڈیشن سامنے آئے تو نہ چودھری ظفر اللہ خاں وزارتِ خارجہ میں ہو اور نہ ہی کوئی قادیانی مرکزی یا صوبائی اسمبلی کا ممبر ہو. وماذٰلکَ علی اللہ بعزیز.

پاکستان کا تصور مسلمانوں کو ڈاکٹر علامہ اقبال نے دیا تھا اور انجمن حمایتِ اسلام میں قادیانیوں کے غیر مسلم ہونے کی قرارداد بھی علامہ اقبال نے ہی پیش کی تھی ـــــ سو پاکستان کے استحکام اور اس کی بقا کے لیے ضروری ہے کہ یہاں قادیانی صرف بطور ایک غیر مسلم اقلیت کے رہ سکیں. یہ ملک مسلمانوں کا ہے اور اس کی قوتِ حاکمہ میں کوئی غیر مسلم طاقت دخیل نہ رہنی چاہیئے. اس وقت بیرونِ ملک پاکستانی سفارت خانے قادیانیوں کے مرکز بنے ہوئے ہیں.

پاکستان کے لیے قادیانیت مستقل خطرہ کیوں؟

پاکستان برصغیر پاک و ہند کی ایک اسلامی ریاست ہے۔ مرزا غلام احمد تمام اسلامی ملکوں میں انگریزوں کی سربراہی کا قائل تھا۔ قادیانی مبلغین کہتے ہیں کہ ہماری انگریزوں کی فرمانبرداری اُن کے اولی الامر ہونے کے باعث تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو ملک آزاد ہونے کے بعد قادیانیوں کی یہی وفائیں پاکستان کی طرف کیوں نہ لوٹتیں۔ اس کے برعکس ہم نے دیکھا ہے کہ قادیانی پاکستان کے سربراہوں کو اپنے اولی الامر میں شمار نہیں کرتے ـــــ مرزا غلام احمد نے انگریزوں کی اطاعت کے نغمے صرف ہندوستان میں نہیں گائے اسی نے انگریزوں کی مدح سرائی کرتے معلوم نہیں کتنے رسائل عرب ممالک میں تقسیم کیے اور انہیں بار بار انگریزوں کی خیر خواہی کی طرف بلایا ـــــ یہ عالمی سطح پر انگریزوں کی خیرخواہی انہیں اولی الامر ماننے کے ناطے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ بجز اس کے کہ یہ پودا ہی انگریزوں کے ہاتھ کا لگایا ہوا ہو جس کا مقصد مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی اسلامی مرکزیت کو کمزور کرنا۔ خلافتِ عثمانیہ کو توڑنا اور مسلمانوں کی جبینِ عقیدت کو برطانوی دہلیز پہ جھکانا ہو ـــــ یہ وہ حالات ہیں جن کے باعث اُمتِ مسلمہ چوہدری ظفر اللہ خاں کو وزارتِ خارجہ سے ہٹانے کے لیے اُٹھ کھڑی ہوئی ہے مرزا غلام احمد کے سیاسی نظریہ کو اس کی ان تحریروں میں دیکھیں۔

(۱) ـــــ میں نے صرف اسی قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی اطاعت کی طرف جھکایا۔ بلکہ بہت سی کتابیں عربی اور فارسی اور اُردو تالیف کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا۔ (تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۱۰)

(۲) ـــــ ہم نے اپنی محسن گورنمنٹ کی پولیٹیکل خیرخواہی کی نیت سے اس مبارک تقریب پر یہ چاہا۔ (تبلیغ رسالت جلد ۵ صفحہ ۱۱)

نیک لوگ اگر کافروں سے کبھی ملتے ہیں تو سدِ مفاسد کے لیے نہ کہ اُن کے پولیٹیکل ایجنٹ کے طور پر ـــــ مرزا غلام احمد کی انگریزوں کی مذکورہ خیرخواہی اُن کے ایک پولیٹیکل ایجنٹ کے طور پر تھی

ہندوستان میں انگریزوں کے پولیٹیکل ایجنٹ

بیرونی حکومتیں کسی ملک میں اپنے پولیٹیکل ایجنٹوں کے بغیر نہیں چل سکتیں برصغیر پاک و ہند میں انگریز میر جعفر کے بغیر سراج الدولہ کو میر صادق کے بغیر سلطان ٹیپو کو شکست نہ دے سکتے تھے۔ لیکن ایسے پولیٹیکل ایجنٹ صرف زمینی کاروائی کرتے تھے اور مسلمانوں کی صفوں کی صفیں لکھڑ جاتی تھیں تاہم وہ مسلمانوں کے دل و دماغ سے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ نکال سکتے تھے۔ اس کے لیے ایک ایسے پولیٹیکل ایجنٹ کی ضرورت تھی جو سلطنت برطانیہ کی حمایت میں آسانی کرے۔ آپ مرزا غلام احمد کا یہ بیان پڑھ آئے ہیں:۔

گورنمنٹ انگریزی ہے جس کے زیر سایہ امن کے ساتھ یہ آسمانی کاروائی کر رہا ہوں۔[1]

قادیانی مبلغین اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ مرزا صاحب انگریزوں کو اولی الامر میں سے سمجھتے تھے اور قرآن کی رُو سے اولی الامر کی اطاعت فرض ہے۔ مگر مرزا صاحب دل سے انگریزوں کے ساتھ نہ تھے ورنہ وہ عیسائیوں کے خلاف نہ تبلیغ کرتے نہ کتابیں لکھتے۔

ہم کہتے ہیں کہ انگریزوں کی حکومت صرف ہندوستان میں تھی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں تو نہ تھی۔ عرب ممالک مصر و شام میں نہ تھی روم میں نہ تھی۔ پھر مرزا صاحب ان ممالک اسلامیہ میں گورنمنٹ انگلشیہ کے حق میں یہ پراپیگنڈہ کیوں کر رہے تھے؟

میں نے نہ صرف اس قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی اطاعت کی طرف جھکایا۔ بلکہ بہت سی کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں تالیف کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا۔[2]

یہ سب کاروائی بطور ایک پولیٹیکل ایجنٹ کے تھی اس کے لیے مرزا صاحب کی یہ بات یاد رکھیں:۔

ہم نے اپنی محسن گورنمنٹ کی پولیٹیکل خیر خواہی کی نیت سے اس مبارک تقریب پر یہ چاہا۔[3]

اسلام میں جو جہاد کا مسئلہ ہے میری نگاہ میں اس سے بدتر اسلام کو بدنام کرنے والا اور کوئی مسئلہ نہیں۔[4]

---

[1] تبلیغ رسالت جلد ۶ صہ۱۱۲ [2] ایضاً جلد ۷ صہ۱۰ [3] ایضاً جلد ۵ صہ۱۱ [4] ایضاً جلد ۱۰ صہ۱۲۴

جب انگریزوں کی اتنی خیر خواہی تھی تو آپ نے پھر عیسائیوں کی مخالفت کیوں کی. اس کی وجہ خود مرزا صاحب سے ہی سنیں۔

اور میں اس بات کا بھی اقراری ہوں کہ جب کہ بعض پادریوں اور عیسائی مشنریوں کی تحریر نہایت سخت ہو گئی اور حدِ اعتدال سے بڑھ گئی اور بالخصوص پرچہ نورافشاں میں جو ایک عیسائی اخبار لدھیانہ سے نکلتا ہے نہایت گندی تحریریں شائع ہوئیں اور ان مؤلفین نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نعوذ باللہ ایسے الفاظ استعمال کئے کہ یہ شخص ڈاکو تھا، چور تھا، زناکار تھا اور صدہا پرچوں میں یہ شائع کیا کہ یہ شخص اپنی لڑکی پر بدنیتی سے عاشق تھا اور باایں ہمہ جھوٹا تھا اور لوٹ مار اور خون کرنا اس کا کام تھا تو مجھے ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندیشہ دل میں پیدا ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں پر جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو تب میں نے ان جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اپنی صحیح اور پاک نیت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کے دبانے کے لیے حکمت عملی یہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے. تا سریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہو جائیں اور ملک میں کوئی بے امنی پیدا نہ ہو تب میں نے بمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں کسی بالمقابل سختی تھی. کیونکہ میرے کانشنس نے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش والے آدمی موجود ہیں ان کے غیظ و غضب کی آگ بجھانے کے لیے یہ طریق کافی ہوگا. کیونکہ عوض معاوضہ کے بعد کوئی گلہ باقی نہیں رہتا. سو یہ میری پیش بینی کی تدبیر صحیح نکلی. اور ان کتابوں کا یہ اثر ہوا کہ ہزارہا مسلمان جو پادری عماد الدین وغیرہ لوگوں کی تیز اور گندی تحریروں سے اشتعال میں آچکے تھے یک دفعہ ان کے اشتعال فرو ہو گئے. کیونکہ انسان کی یہ عادت ہے کہ جب سخت الفاظ کے مقابل پر اس کا عوض دیکھ لیتا ہے تو اس کا وہ جوش نہیں رہتا۔[1]

---

[1] عاجزانہ درخواست ضمیمہ تریاق القلوب صفحہ ۳۶۲

معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد عیسائیوں کے رد میں یہ محنت نہ کر رہا تھا۔ صرف مسلمانوں کے جوش آزادی کو ٹھنڈا کرنا پیش نظر تھا تاکہ یہ قوم جہاد کے لیے پھر نہ اُٹھے۔

اور یہی مرزا غلام احمد کا مقصدِ رسالت تھا۔ یہ رسالت چلتی رہی اور کبھی مسلمانوں کا جذبہ جہاد تھم گیا —

انگریز ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک کھلی کتاب تھے عیسائی پادریوں کی ہندوستان میں خطرناک سیاسی آمد تھی۔ آزاد خیال اور مذہب پرست لوگ ارتداد کے دائرہ میں گھرتے گئے ورنہ کوئی مسلمان ایک لمحہ کے لیے بھی یہ تصور نہیں کر سکتا کہ کوئی خدائی الہام انگریزوں کی خیر خواہی میں بھی کسی مسلمان کو ہوا ہو

اگر یہ گمان کیا جائے کہ مرزا صاحب کو الہامی طور پر گورنمنٹ برطانیہ کے پاؤں مستحکم کرنے کی تاکید کی جا رہی تھی۔ اس لیے وہ ان تحریرات پر مجبور تھے تو اس کے لیے یہ جان لینا کافی ہے کہ الہامات کبھی شیطانی بھی ہوتے ہیں ان پر دین کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی نہ احادیث ردی کی ٹوکری میں ڈالی جا سکتی ہیں۔ مرزا غلام احمد نے خود بھی تسلیم کیا ہے۔

واضح ہو کہ شیطانی الہامات کا ہونا حق ہے[1]

بہر حال ان تحریرات سے اس راز کی ایک راہ ملتی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی وحی کے نام سے ان احادیث شریفہ کو کیوں ردی کی ٹوکری میں پھینکا۔ جو اس بات کی واضح خبر دے رہی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی غیر تشریعی اور امتی نبی بھی ہرگز پیدا نہیں ہوگا۔

انگریز حکومت کے حکم سے یہ آسمانی وحی اُترتی رہی۔ اسے آپ بھی پڑھ آئے ہیں۔

پھر نبوت زمینی کارروائی ہے یا آسمانی۔ اس پر بھی غور کیجیے۔ انبیاء زمین پر خدا کے نائب ہوتے ہیں اور نبوت و رسالت کی ساری محنت زمین پر ہی ہوتی ہے۔ فرشتے اس کی آسمانی کارروائی کے امین ہیں۔ مگر مرزا صاحب نے بقول خویش یہ فرشتوں کا کام بھی اپنے ذمہ لے رکھا تھا کہ وہاں بھی انگریزی گورنمنٹ ہی کی بات چلتی ہے۔

---

[1] ضرورت الامام ص۱۳

جن بزرگانِ دین پر افترا، باندھا گیا
اور ختم نبوّت کے ایک الحادی معنی اُن کی طرف منسوب کیے گئے

اُن کی دوسری عبارات کے آئینہ میں اُن کے عقیدہ کو دیکھئے

خُدا کے بعد خُدا کے بندوں پر جھوٹ

اس بات کے جواب میں کہ قادیانی ختم نبوت کے منکر ہیں. قادیانیوں نے یہ راگ الاپا کہ ہم ہی نہیں ان بزرگانِ دین نے بھی تو یہی بات کہی ہے ــــ یہ سراسر جھوٹ ہے

انکی عبارات کو سمجھنے کے لیے ان کی اور عبارات بھی دیکھئے۔

بزرگانِ دین پر یہ افترا کیوں بندھے

قادیانیوں نے اپنی جھوٹی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے مسئلہ ختم نبوت کو اختلافی مسئلہ ثابت کرنے کی سرتوڑ کوشش کی ہے اور اس میں امت مسلمہ کے کچھ بزرگوں کو بھی شامل کیا ہے جن کے علم وتقوے پر تاریخ میں کبھی دو رائیں نہیں ہوئیں۔

عقیدہ ختم نبوت میں بگاڑ پیدا کرنے کی نئی راہ

چند بزرگانِ دین پر افتراء

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد:

اس میں کسی کو کلام نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام مراتب کمالات کی انتہا ہوئی جو سنار کسی صنعت میں آخری درجہ پر پہنچے کہتے ہیں کہ یہ فن اس پر ختم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن رسولوں کو رسالت سے نوازا ان کے مختلف مراتب رکھے۔ تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض سے اس کی تصریح فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو مراتب کی انتہا فرمائی اس ختم نبوت مرتبی کو ختم نبوت زمانی لازم ہے۔ اور ختم نبوت مرتبی کے اقرار سے ختم نبوت زمانی کی نفی نہیں ہو جاتی۔ قادیانی مبلغین بوجہ ایک کے اقرار کو دوسری کی نفی سمجھتے ہیں۔ وہ خود حضور خاتم النبیین کی ختم نبوت مرتبی کا اقرار کرتے ہیں مگر آپ کی ختم نبوت زمانی کے منکر ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ چور دروازہ ہے جس سے انہوں نے مرزا کو ختم نبوت میں داخل کر رکھا ہے۔

بزرگانِ اسلام میں سے جن حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت مرتبی بیان کی قادیانی مبلغین اس پر اچھل پڑے کہ ہماری تائید ہو گئی اور انہوں نے ان بزرگوں کی ان عبارات پر سرسری نظر بھی نہ کی جن میں حضورؐ کی ختم نبوت زمانی کا بھی صریح ذکر موجود تھا۔ وہ سب حضرات ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی کے قائل تھے مرزا غلام احمد کی طرح ختم نبوت زمانی کے منکر نہ تھے۔

پھر بعض بزرگ ایسے بھی تھے جنہوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم کی آمد ثانی کے ذکر میں حضورؐ کے بعد ایک پرانے نبی کا آنا بیان کیا تھا۔ قادیانی مبلغ اسے ایک نئے نبی کے آنے کی خبر سمجھے کہ دیکھو یہاں حضورؐ کے بعد ایک نبی کا آنا تسلیم کیا گیا ہے۔ علم و نظر کے اس فریب نے ان دونوں باتوں کو۔ ۱۔ حضورؐ کی ختم نبوت مرتبی کو اور۔ ۲۔ حضرت عیسیٰ بن مریم کی آمد ثانی کو خواہ مخواہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت زمانی کے مقابل لا کھڑا کیا — کئی بدقسمت اس میں الجھ کر رہ گئے اور انہوں نے اسلام کی ایک قطعی بات کو بلاوجہ

نظری بنا کر رکھ دیا ہے۔

آپ حضرات کی وہ تمام عبارات سامنے رکھیں جن میں انہوں نے اپنے عقیدہ ختم نبوت کی تصریح کی ہے اور پھر ان کی روشنی میں ان کی ایک پیچیدہ عبارت کو حل کریں جس سے قادیانی مبلغین اپنا ختم نبوت کا الحادی عقیدہ کشید کرتے ہیں۔ عقائد کے باب میں ضروریات دین کو تاویل مہیا کرنا کبھی اہل حق کا موقف نہیں رہا۔

پھر ستم بالائے ستم یہ کہ امتِ مرزائیہ نے اپنی سیہ کارمل پر پردہ ڈالنے کے لیے چندان مقدس ہستیوں کو بھی اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کی ہے۔ جن کی شخصیت اور علمی عظمت مسلمانوں میں اپنی جگہ مسلم تھی تاکہ مسئلہ ختم نبوت میں الحاد و زندقہ کی راہ کو ایک شاہراہ کے طور پر پیش کیا جا سکے۔ حالانکہ ان بزرگوں کا ہمیشہ سے یہ اجماعی عقیدہ رہا ہے کہ آنحضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کوئی نبی ہونے کا دعوے کرے تو وہ یقینی طور پر دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ چونکہ ان بزرگانِ دین پر عام بہتان تراشی کی جاتی ہے اور ان بزرگوں کی بعض نہایت دقیق اور علمی عبارات کو مرزائی مبلغ بہت الجھا کر پیش کرتے ہیں اور انہیں اپنے اس

جن بزرگانِ دین پر افتراء باندھا گیا'

اور ختمِ نبوّت کے ایک الحادی معنی اُن کی طرف منسوب کیئے گئے۔

حجۃُ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارُالعلوم دیوبند کا عقیدہ ختمِ نبوّت

(۱) —— اپنا دین و ایمان ہے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تأمل کرے اسے کافر سمجھتا ہوں۔ (مکتوبات حضرت مولانا محمد قاسمؒ ص۱۰۳)

(۲) —— خاتمیتِ زمانی سے مجھ کو انکار نہیں، بلکہ یہ کہیئے کہ منکروں کے لیے گنجائشِ انکار نہ چھوڑی افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جما دیئے۔

(جواب محذورات از حضرت مولانا محمد قاسمؒ ص۵)

(۳) —— جب حضرت خاتم النبیّین خاتم مراتب علمیہ اور خاتم مراتب نبوت حکومت نہ ہوتے تو نہ ان کی تعلیم کے بعد کوئی معلم تعلیم آسمانی لے کر آتے اور نہ ان کے بعد اور کوئی حاکم خدا کی طرف سے حکم نامہ لائے۔ (آریہ سماج کو جواب ترکی بہ ترکی ص۵ مطبوعہ دیوبند)

(۴) —— حضرت خاتم المرسلین کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے۔

(جواب محذورات اول ص۳ از حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ)

(۵) —— درصورتیکہ زمانہ کو حرکت کہا جائے تو اس سے کوئی مقصود بھی ہو گا جس کے آنے پر حرکت منتہی ہو جاتے سو حرکت سلسلۂ نبوت کے لیے نقطہ ذات محمدی منتہیٰ ہے۔ یہ نقطہ اس ساق زمانی اور ساق مکانی کے لیے ایسا ہے جیسا نقطہ رأس زاویہ۔ تاکہ اشارہ شناسانِ حقیقت کو

کو یہ معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون و مکان، زمین و زمانہ کو شامل ہے۔۔۔۔ منجملہ حرکات حرکت سلسلہ نبوت بھی تھی۔ سو بوجہ حصول مقصود اعظم ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم وہ حرکت مبدل بہ سکون ہوئی۔ البتہ اور حرکتیں ابھی اور باقی ہیں اور زمانہ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ (تحذیر الناس ص۱۹)

(۶) ــــ خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے۔ ناحق تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں (جواب محذورات ص۲۹)

(۷) ــــ آپ کا دین سب دینوں میں آخر ہے۔ چونکہ دین حکم نامہ خداوندی کا نام ہے تو جس کا دین آخر ہو گا وہی شخص سردار ہو گا کیونکہ اس کا دین آخر ہوتا ہے جو سب کا سردار ہوتا ہے۔ (قبلہ نما ص۱۱ مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسمؒ)

ان تصریحات کی موجودگی میں اور ان عبارات کے ہوتے ہوئے مرزائیوں کا یہ دعویٰ کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اجرائے نبوت کے قائل ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نبی کے پیدا ہونے کو اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں سمجھتے۔ کس قدر علم اور دیانت کا خون ہے۔

اب ہم اس مغالطہ کو بے نقاب کرتے ہیں جس کے سہارے مرزائی حضرات عوام کے لیے حضرت مولانا المرحوم کا اسم گرامی اپنی ہمنوائی میں پیش کرتے ہیں اور اسے اپنی بہت بڑی فتح تصور کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا کی تحریرات میں اُن کے لیے ذرہ بھر گنجائش نہیں۔

حقیقتِ واقعہ

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں مسئلہ ختم نبوت کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ نبوت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہونا۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ختم نبوت زمانی اور ختم نبوت مرتبی۔ ختم نبوت زمانی کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم پر ختم ہونا۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ختم نبوت زمانی اور ختم نبوت مرتبی۔ ختم نبوت زمانی کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اور ختم نبوت مرتبی کا مفہوم یہ ہے کہ اصلی اور ذاتی نبی صرف آپ ہیں باقی تمام انبیاء کرام کی نبوت آپ کی نبوت کا فیض ہے اور آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔ نبوت کے تمام کمالات حضور کو براہِ راست عطا ہوئے اور باقی جملہ انبیاء کرام کو جو کمال بھی ملا آپ ہی کے فیضانِ نبوت کی ایک تاثیر تھی۔ اس اعتبار سے جملہ کمالاتِ نبوت آنحضرت ختمی مرتبت کی ذات پر ختم ہیں اور یہ ختم نبوت مرتبی ہے۔ جو زمان و مکان سے عام ہے۔[1] اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی دو قسمیں ہیں جو پیغمبر خاتم کی ذات میں جمع ہیں تاہم انہیں علیحدہ علیحدہ یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

---

[1] ہر نعمت چھوٹی ہو یا بڑی روحانی ہو جسمانی ازل سے ابد تک ساری کائنات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ فیضان سے منقسم ہو رہی ہے جیسے سورج کی روشنی سارے عالم کی روشنیوں کی اصل ہے۔ تمام جہانوں میں خواہ وہ ملاء اعلیٰ ہوں یا بساطِ ارضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ قدسی صفات ہی اصل وجود اور اصل نبوت ہے۔ بھلا جو ہستی زمان و مکان کی بھی اصل ہو اس کے لیے فقط زمانے کی تقدیم و تاخیر کوئی خاص معیار فضیلت کیسے ہوسکتی ہے۔ بلکہ اس تاخیر زمانی کے ساتھ ساتھ تمام سلسلہ کمالات کا اختتام بھی اس ذاتِ مقدسہ پر ہونا ضروری ہے اور ختم نبوت زمانی کے ساتھ ختم نبوت مرتبی کا اقرار بھی لازم ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ ختمِ نبوّت

ختمِ نبوّت زمانی

یہ شان آپ کو اس وقت حاصل ہوئی، جب جملہ انبیاء کرام یکے بعد دیگرے تشریف لا چکے اور یہ دنیا حکمتِ خداوندی کے ماتحت حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر سب انبیاء کے نُورِ ہدایت سے اپنے اپنے وقت میں منوّر ہو چکی۔ یہاں تک کہ سب روشنیاں دُھندلی پڑ گئیں اور آسمانی کتابوں کے چہرے مسخ کر دیئے گئے۔ تب سب سے آخر میں حضورِ خاتم النبیین تشریف لائے اور اپنے بعد کے لیے لا نبی بعدی کا اعلان فرمایا۔ اب اس ختمِ نبوت زمانی کے بعد کسی اور نبی کا پیدا ہونا محال قرار پایا۔

ختمِ نبوت مرتبی

یہ مرتبہ آپ کو اس وقت بھی حاصل تھا جب کہ آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اس جہاں میں بھی تمام انبیاء کی روحوں کی استاد تھی اور علومِ الٰہیہ کا ان پر فیضان فرما رہی تھی آپ اس جہان میں بالفعل نبی تھے[1] اور باقی نبیوں کی نبوت صرف اللہ کے علم میں تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح رب العزت کے سامنے ایک نُور کی صورت میں تھی جب یہ نُورِ اللہ کی تسبیح کرتا تو تمام فرشتے تسبیح پڑھتے[2]۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام مراتبِ نبوت ختم تھے اور اس ختم نبوت مرتبی کے ہوتے ہوئے تمام انبیاء کرام یکے بعد دیگرے تشریف لائے۔

قادیانی حضرات کا مغالطہ

مرزائی حضرات مولانا المرحوم کی ان عبارات کو جو ختم نبوت مرتبی کے درمیان میں ہیں،

---

[1] مدارج النبوت جلد دوم [2] شفاء جلد ۱ صفحہ ۶۱ عن ابن عباس رض

اس سیاق و سباق سے کاٹ کر جو ختمِ نبوت مرتبی پر دلالت کرے اس طرح پیش کرتے ہیں کہ گویا یہ عبارات ختمِ نبوت زمانی کے مسئلے کو بیان کر رہی ہیں اور محض اتنے حصے کو ہی حضرت مرحوم کا عقیدہ ظاہر کر کے عوام کو مغالطہ دے رہے ہیں۔

ختم نبوت مرتبی تو آپ کو اس وقت بھی حاصل تھی جب کہ حضرت آدم علیہ السلام بھی خلعتِ نبوت سے سرفراز نہ ہوئے تھے اور اس ختم نبوت مرتبی کے ہوتے ہوئے تمام انبیاء کرام علیہم السلام یکے بعد دیگرے تشریف لاتے رہے۔ معلوم ہوا کہ ختم نبوت مرتبی اپنی ذات کے اعتبار سے اور نبیوں کو مانع نہیں۔ اس بیان میں مولانا مرحوم لکھتے ہیں :-

> غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا (یعنی خاتمیتِ مرتبی) تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں کوئی اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا (یعنی خاتم باعتبار ختم نبوت مرتبی ہونا) بدستور باقی رہتا ہے۔

یہ صرف ختمِ نبوت مرتبی کے اعتبار سے تھا جیسا کہ سیاق و سباق اور " اگر بایں معنی تجویز کیا جائے " کے الفاظ سے ظاہر ہے لیکن عقیدے کے لیے صرف یہی ختمِ نبوت مرتبی کافی نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ نبوتِ زمانی کا اقرار کرنا بھی لازم ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا مرحوم نے متعدد مقامات پر اس کا پوری تصریح سے اظہار فرمایا ہے۔ مرزائی حضرات اس ختم نبوت مرتبی کی عبارت کو ختم نبوتِ زمانی کے انداز میں ظاہر کر کے اور اس کی ابتدائی سطر کو ——— " غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا " ——— الخ یکسر حذف کر کے محض نامکمل عبارت اور غلط مفہوم سے عوام کو مغالطہ دیتے ہیں۔ لیکن اس عبارت کا صحیح منشاء اور مطلب وہی ہے جو ہم نے عرض کیا۔

پھر مرزائی حضرات اس تحذیر الناس سے ص۲۵ کی نامکمل عبارت ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں :-

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

یہ عبارت بھی ختم نبوت زمانی کے بیان میں نہیں۔ بلکہ ختم نبوت ذاتی اور مرتبی کے بیان میں ہے۔ یعنی کسی اور نئے نبی کی آمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت مرتبی کے خلاف نہیں۔ لیکن عقیدہ ختم نبوت کے لیے فقط ختم نبوت مرتبی کا اقرار کافی نہیں۔ ختمِ نبوت زمانی پر ایمان لانا بھی لازم ہے۔ اور اس امر کی تصریح حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے بارہا فرمائی ہے اور وہ اپنے ختم نبوت زمانی کے عقیدہ کو واشگاف الفاظ میں بیان کر کے سر پیدا ہونے والے شبہ کی جڑ ہمیشہ کے لیے کاٹ چکے ہیں اور زندقہ والحاد کے جتنے کانٹے بھی حضرت مرحوم کے بیانات میں بچھائے جا سکتے تھے الحمدللہ کہ حضرت نے خود ہی اُنہیں چُن چُن کر اسلامی عقیدہ ختم نبوت کی شاہراہ کو ہمیشہ کے لیے صاف اور مصفیٰ فرما دیا ہے۔

فجزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء۔

تحذیرالناس کی اس پیش کردہ عبارت سے پہلے یہ عبارت ہے جسے مرزائی حضرات حذف کر کے نامکمل عبارت سے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اس اصل عبارت[1] پر غور کرنے سے از خود واضح ہو جاتا ہے کہ عبارت مذکور ختم نبوت زمانی کے سیاق میں نہیں ختم نبوت ذاتی اور مرتبی کے سیاق میں ہے جسے دجل و فریب کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ وہ اصل عبارت جسے مرزائی حضرات یکسر ہضم کرنا چاہتے ہیں یہ ہے:

ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا کہ اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں مماثل نبوی نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ اس صورت[ؐ] میں فقط انبیاء کے افراد

---

[1] یہ صرف ختم نبوت کی اسی صورت میں ہے یعنی ختم نبوت مرتبی کی صورت میں نہ کہ ختم نبوت کے اسلامی عقیدہ کی جمیع صورتوں میں کیونکہ ان میں تو ختم نبوت زمانی بھی ہے جس پر ایمان لانا واجب اور لازم ہے۔

خارجی ہی پر آپ کی فضیلت نہ ہوگی. افرادِ مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی. (تحذیر الناس ص۲۵)

اس کے بعد وہ عبارت ہے جو مرزائی حضرات پیش کرتے ہیں اور اسے ختم نبوت زمانی کا بیان ظاہر کرکے عوام کو مغالطہ دیتے ہیں. حالانکہ ختم نبوت زمانی اپنی جگہ ایک مستقل حقیقت ہے جس پر ایمان لانے کے بغیر فقط ختم نبوت مرتبی پر ایمان لانا کافی نہیں.

نہایت افسوس کا مقام ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ خاتمیت کی جو تفصیل فرمائی اس سے انصاف نہیں کیا گیا اور اسے اس کی پوری علمی شان کے ساتھ سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی. مسلم عوام کا ایک طبقہ فقط ختم نبوت زمانی پر اکتفا کا دم بھرنے لگا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت مرتبی اور آپ کے نبوت سے اتصافِ[1] ذاتی کو شبے کی نگاہ سے دیکھا اور مرزائی حضرات ختم نبوت زمانی کو یکسر چھوڑ کر فقط

---

[1] بعض ناواقف مسلمان یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے لیے اصلی اور ذاتی کے الفاظ حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے پہلے کسی نے استعمال نہیں کیے نیز اس سے لازم آتا ہے کہ باقی انبیاء کرام مستقل طور پر نبی نہیں اور ان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتحاد نوعی نہیں. جواباً عرض ہے کہ شیخ ابوعثمان فرغانیؒ سے علامہ فاسیؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے تمام الفاظ نقل کیے ہیں. فرماتے ہیں ــــ فلم یکن داعٍ حقیقی من الابتداء الی الانتهاء الا هذه الحقیقة الاحدیة التی. اس میں آپ کے اصل نبی ہونے اور نبی الانبیاء ہونے وغیرہ کی تمام تفصیلات مرقوم ہیں. (دیکھیے مطالع المسرات ص۱۰۲ شرح اسم داعی مطبوعہ مصر) ثانیاً اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ باقی انبیاء مستقل طور پر نبی نہ ہوں. ہر نبی مستقل نبی ہے اور ہر ایک کو نبوت بلکہ ہر نعمت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے. حضرت مولانا مرحوم نے تحذیر الناس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی جملہ انبیاء کرام کی نبوت کے اتحادِ نوعی کو بڑی صراحت کے ساتھ تسلیم فرمایا ہے. (دیکھیے تحذیر الناس ص۷) پس باقی انبیاء کے وصفِ نبوت سے موصوف ہونے کو بالعرض کہنا اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ وہ انبیاء کرام اپنی پہلی ابتداء میں ہی فاتح النبوۃ نہ تھے

ختمِ نبوت مرتبی کے گُن گانے لگے. حالانکہ اسلامی عقیدہ ختمِ نبوت ہر دو صورتوں کا مطالبہ کرتا تھا کہ ختمِ نبوت زمانی پر بھی ایمان ہو اور ختمِ نبوت مرتبی کو بھی اپنی جگہ تسلیم کیا جائے۔

یہاں تک تو نبوت کی ہر دو قسموں کا علیحدہ علیحدہ بیان تھا اور ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ بیان میں ان عبارات کی گنجائش تھی جنہیں مرزائی حضرات مغالطہ دینے کے لیے ماقبل کی عبارت کو کاٹ کر پیش کرتے ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالمِ عنصری میں تشریف لانے کے بعد اب ختمِ نبوت مرتبی بھی علیحدہ صورت میں کارفرما نہیں. بلکہ اسے ختمِ نبوت زمانی لازم ہے اس باہمی ربط کو ہم زیادہ تر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ہی الفاظ میں پیش کرتے ہیں. تاکہ حضرت مرحوم کا موقف اس مسئلہ میں بالکل بے غبار ہو جائے۔

ختمِ نبوت زمانی اور ختمِ نبوت مرتبی میں باہمی ربط

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے عام طور پر یہی معنی لیے جاتے ہیں کہ آپ سب سے آخر میں تشریف لائے. حالانکہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں مسجد میں جو شخص سب سے آخر میں آئے ضروری نہیں کہ وہ سب سے افضل ہو. لیکن قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کو مقامِ مدح میں بیان کر رہا ہے صرف اطلاع ہی نہیں دے رہا پس ضروری ہوا کہ ختمِ نبوت زمانی کے ساتھ ختمِ نبوت مرتبی کا بھی اقرار کیا جائے اور مراتب و کمالات کے لحاظ سے بھی آپ کو خاتم النبیین مانا جائے. صرف ختمِ نبوت زمانی کا اقرار کرنا اسے آپ نے عوام کا خیال

بلکہ ان پر نبوت حضورؐ کے فیضان سے عارض ہوئی. اور عارض ہونے کے بعد اس نبوت نے ان کے نفوسِ قدسیہ کو مستقل طور پر نبی ہونے کا شرف بخشا اور اس میں متصرفِ حقیقی اللہ رب العزت کی ذات ہی تھی. ہاں حضورؐ پر کوئی ایسا وقت نہیں آیا کہ آپ پہلے وجود میں آئے ہوں اور نبوت آپ کو بعد میں ملی ہو لیکن اس سے یہ سمجھ لینا کہ انبیاء کرام فقط عارضی طور پر نبی تھے قطعاً غلط ہے جس کا منشاء جہالت کے سوا کچھ نہیں.

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم فی کل باب۔

ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدیم یا تاخر زمانی میں بالذات[1] کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ بلکہ بنائے خاتمیت اور بات ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب[2] مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔ (تحذیر الناس ص۲۔ ص۵)

یہاں اس عبارت کو دیکھئے اور نظر انصاف سے بار بار دیکھئے:۔

"تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا"۔ کیا اس میں صریح طور پر ختم نبوت زمانی کا اقرار نہیں۔ اس تصریح کے بعد اس دعوے کی کچھ گنجائش ہے کہ مولانا مرحوم ختم نبوت زمانی کے قائل نہ تھے اور کیا اس عبارت کے ہوتے ہوئے اس کے پہلے حصہ

---

[1] یہاں پر مطلق فضیلت کا انکار نہیں صرف بالذات فضیلت میں کلام ہے۔ ورنہ اس تاخر زمانی کا بالعرض فضیلت ہونا اور ختم نبوت مرتبی کے واسطے سے ختم زمانی کی فضیلت لازم آنا تو اپنی جگہ مسلم ہے۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اس علمی انداز تحریر کو بعض لوگوں نے غلط ترجمے کے ساتھ علمائے عرب کے سامنے اس طرح پیش کیا۔ مع انہ لا فضل فیہ اصلاً عند اھل الفھم۔ اس غلط ترجمہ سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ حضرت مولانا المرحوم یہاں تاخر زمانی کی مطلق فضیلت کا ہی انکار کر رہے ہیں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اس غلط ترجمے کے لیے دیکھئے حسام الحرمین ص۱۰۰ اور فتاویٰ افریقہ ص۵ میں اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ والتاخیر الزمانی لیس من الفضل فی شیء۔

[2] سد باب مذکورہ سے مراد جھوٹے مدعیان نبوت کے دعووں کا دروازہ بند کرنا ہے چنانچہ مولانا مرحوم خود فرماتے ہیں کہ "یہ احتمال کہ یہ دین آخری ہے اس لیے سدباب اتباع مدعیان نبوت کیا جو کل جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے۔ البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے"۔ (تحذیر الناس ص۳)

سے یہ نتیجہ نکالنا کہ فقط تاخر زمانی کو عوام کا خیال بتلانا دراصل تاخر زمانی کا انکار تھا کہ ایسا دعویٰ انصاف و دیانت کا خون نہیں۔ ان لوگوں کے علم و شرافت پر حیرت در حیرت ہوتی ہے جو عبارت مذکورۃ الصدر کا پہلا حصہ تو اپنے الزامات میں نقل کرتے ہیں لیکن "بلکہ" کا جو ارتفاع اکبر، ارتفاع زمانی کو مع شیٔ زائد ثابت کرتا ہے اسے یکسر ہضم کر جاتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ختم نبوت پر دو طرح سے تقریر فرمائی ہے۔ اولاً یہ کہ ختم نبوت مرتبی کو ختم نبوت ذاتی[1] ہونے کے اعتبار سے آیۃ خاتم النبیین کا مدلول مطابقی قرار دیا جائے اور ختم نبوت زمانی کو اس کے ساتھ لازم کرکے اسے خاتم النبیین کا مدلول التزامی تسلیم کیا جائے۔ ثانیاً یہ کہ ختم نبوت کو مطلق اور عام رکھا جائے اور ختم نبوت زمانی اور ختم نبوت مرتبی کو (بلکہ ختم نبوت مکانی کو بھی) اس کی مختلف قسمیں قرار دے کر سب قسموں کا ختم آیت خاتم النبیین کا مدلول مطابقی قرار دیا جائے۔

اس دوسری تقریر کو ہی مولانا نے اپنا مختار قرار دیا ہے۔ تاہم دونوں تقریروں میں سے جس تقریر کو بھی پیش نظر رکھیں ختم نبوت زمانی کا اقرار ہر جگہ موجود ہے اور ختم نبوت مرتبی اس کے علاوہ ایک اور فضیلت ہے۔

حضرت مرحوم نے تحذیر الناس صہ۳ کی سطر ۱۸ سے صہ۴ کی سطر ۱۲ تک حضور کے وصف نبوت سے موصوف بالذات ہونے کو خاتمیت مرتبی قرار دے کر خاتمیت زمانی کو اس کے ساتھ لازم کیا ہے۔ اس تقریر اول کو ہم حضرت مرحوم ہی کے الفاظ میں ادنیٰ اختصار کے ساتھ

---

[1] ذاتی کے معنی شرح مطالع میں یہ ہیں۔ الخامس ان یکون دائم الثبوت للموضوع ومالا یدوم ھو العرضی السادس ان یحصل لموضوع بلا واسطه وفی مقابله العرضی۔ پس ذاتی کا معنی یہی سمجھنا چاہیئے کہ آپ پر کوئی ایسا وقت نہیں گزرا کہ آپ بالفعل نبی نہ ہوں اور پھر نبوت آپ پر عارض ہوئی ہو۔ قطع نظر اس سے کہ آپ کو اپنی نبوت سے اطلاع کب دی گئی اور کب نہیں۔ آپ جب سے ہیں بالفعل نبی ہیں اور باقی تمام انبیاء کے لیے نبوت آپ کے فیض سے عارض ہوئی ہے۔

ہدیہ ناظرین کرتے ہیں:۔

بالجملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصف نبوت میں موصوف بالذات اور سوا آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض اس صورت میں اگر رسول اللہ علیہ وسلم کو اول یا اوسط میں رکھتے تو انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف دین محمدی ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا اور انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء متاخرین پہ وحی آتی اور افاضہ علوم کیا جاتا ورنہ نبوت کے پھر کیا معنی سو اس صورت میں اگر وہی علوم محمدی ہوتے تو بعد وعدہ محکم انا له لحافظون۔ ان کی کیا ضرورت تھی اور اگر علوم انبیاء متاخرین علوم محمدی کے علاوہ ہوتے اس تو کتاب کا تبیاناً لکل شئ ہونا غلط ہو جاتا۔ ایسے ہی ختم نبوت بمعنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے۔

ماحصل تقریر اول بر معنی خاتم النبیین

آیت خاتم النبیین سے ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی دونوں ثابت ہیں۔ امر اول دلالتِ مطابقی سے اور امر ثانی دلالتِ التزامی سے صرف ختم نبوت زمانی مراد لینے کی آپ نے مخالفت کی ہے۔ اس سے اگر کوئی شخص یہ نتیجہ نکالے کہ آپ ختم نبوت زمانی کے قائل نہیں تو اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ عاقبت کی روسیاہی سے ڈرے۔

اس کے بعد مولانا نے حضورؐ کی خاتمیت پر دوسری تقریر فرمائی ہے:۔

اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانے اور مرتبے سے عام رکھا جائے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔ (تحذیر ص۸)

پھر حضرت مولانا نے مکان و زمان اور مرتبہ کو "مفہوم خاتمیت" کی تین انواع قرار دے کر ہر لحاظ سے حضورؐ کو خاتم النبیین مانا ہے۔ اس طرح سے خاتمیتِ زمانی، خاتمیت مکانی اور خاتمیت رتبی تینوں دلالت مطابقی کے ساتھ ثابت ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

(۱)____ اگر "خاتم" کو مطلق رکھیے تو پھر خاتمیت مرتبی، خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی تینوں ثابت ہو جائیں گی۔ (جوابات محذورات صـ۴۷)

(۲)____ وہ تقریر لکھی ہے جس سے خاتمیت زمانی، خاتمیت مکانی اور خاتمیت مرتبی، تینوں بدلالت مطابقی ثابت ہو جائیں۔ اور اسی تقریر کو اپنا مختار قرار دیا ہے۔

(جوابات محذورات صـ۵۵)

(۳)____ معنی مختار احقر تو مثبت خاتمیت زمانی ہیں۔ (جوابات محذورات صـ۶۸)

(۴)____ تحذیر کو غور سے دیکھا ہوتا تو اس میں خود موجود ہے کہ لفظ خاتم تینوں معنوں پر بدلالت مطابقی دلالت کرتا ہے۔ اور اسی کو اپنا مختار قرار دیا ہے۔

(جوابات محذورات صـ۸۳)

تحذیر الناس میں ارشاد فرماتے ہیں :-

سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات نبویہ مثل انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے، اس باب میں کافی کیونکہ یہ مضمون درجۂ تواتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں بھی ایسا ہی ہو گا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ حدیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں۔ جیسا کہ ان کا منکر کافر ہو گا ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہو گا۔ اب دیکھیے کہ اس صورت میں عطف بین الجملتین اور استدراک اور استثناء مذکور بھی بغایت درجہ چسپاں نظر آتا ہے اور خاتمیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی۔[له]

له تحذیر الناس صـ۹

اور پھر محذور شامن کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

آپ ہی فرمائیں تاخر زمانی اور خاتمیت عصر نبوت کو میں نے کب باطل کیا اور کہاں باطل کیا مولانا میں نے تو ,, خاتم کے وہی معنی رکھے جو اہل لغت سے منقول ہیں[1]

ماحصل ہر دو تقریر بر معنی خاتم النبیین

اوّل تقریر تحذیر پر تو خاتمیت زمانی ,, مدلول التزامی ،، خاتم النبیین ہوگا اور دوسری تقریر پر ,, مدلول مطابقی وہاں خاتمیت زمانی مع شئ زائد ثابت ہوگی[2]

جیسے آفتاب پر سلسلۂ فیض نور ختم ہے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فیض نبوت ختم ہو جاتا ہے اس بات کے سمجھنے کے لیے کافی تھا کہ خاتم معنی آخر و متاخر ہے[3]

یہ ضرور ہے کہ وہ خاتم زمانی بھی ہو کیونکہ اوپر کے حاکم تک نوبت سب حکام ماتحت کے بعد آتی ہے اور اس لیے اس کا حکم اخیر حکم ہوتا ہے[4]

ان تصریحات کی موجودگی میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کو ختم نبوت زمانی کا منکر قرار دینا کسی صاحب فہم و دیانت کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ سوا اس کے کہ جو انگریز کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ملت کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہو۔

مقام غور

مرزائی حضرات کے مغالطے کی پوری حقیقت آپ کے سامنے بے نقاب ہو چکی لیکن اس میں ایک یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہ حضرات اپنے دعوے کے مطابق حضرت مرحوم کی کوئی عبارت مغالطے کے طور پر بھی پیش نہیں کر سکے۔ مرزائی حضرات کا دعویٰ تو یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف غیر تشریعی نبوت باقی ہے کوئی مستقل شریعت والا نبی ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا۔ خواہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

---

[1] جوابات محذورات ص ۳۷ [2] مکتوبات مولانا محمد قاسم ص ۴۹ [3] ایضاً ص ۹۵ [4] مباحثہ شاہجہانپور ص ۲۵

وسلم سے مرتبے میں کم ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن ان حضرات نے حضرت مولانا محمد قاسمؒ کی ختم نبوت مرتبی کی جو عبارات ختم نبوت زمانی کے مغالطے میں پیش کی ہیں، اگر انہیں واقعی ختم نبوت زمانی کے متعلق بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس سے نبیوں کی آمد بھی ممکن ٹھہرتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے کے تو نہ ہوں لیکن اپنی مستقل شریعت رکھتے ہوں۔ حالانکہ اس کے مرزائی حضرات خود بھی قائل نہیں۔ اس موقعہ پر تو انہیں بھی یہی کہنا پڑے گا کہ یہ عبارات محض ختم نبوت مرتبی کے باب میں ہیں ختم نبوت زمانی کے متعلق ہرگز نہیں۔ یہ اسلامی عقیدہ ختم نبوت کی شان اعجاز ہے کہ اتنے ہاتھ پاؤں مارنے کے باوجود بھی ان لوگوں کو حضرت مرحوم کی ایک عبارت اپنے دعوے کے موافق نہیں مل سکی۔ اور مغالطے کے طور پر بھی وہ ایک ایسی عبارت پیش نہیں کر سکے۔ جہاں دعویٰ اور دلیل میں مطابقت ہو۔ وللہ الحمد ظاہراً و باطناً۔

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) کے والد شاہ عبدالرحیم اورنگ زیب عالمگیر کے ساتھ فتاویٰ عالمگیری کی تالیف میں شریک رہے۔ آپ برصغیر پاک و ہند کے تمام علماء حق کے سرتاج ہیں آپ کا گھرانہ بیت علم الحنفیہ (احناف کے علم کا گھر) کے نام سے معروف تھا۔ یہ گھرانہ علم کا ایک ایسا شہر تھا جہاں کسی کا اسلام کی شاہراہ سے بھٹک جانا ناممکن تھا۔ اسلام میں ان کے نام پر نہ کوئی وسوسہ راہ پا سکتا ہے نہ کسی تحریف کو کوئی راہ مل سکتی ہے۔ قادیانیوں کا ان کو اپنی حمایت میں کھڑا کرنا ان کی سخت حماقت ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو آج برصغیر پاک و ہند میں عقیدہ ختم نبوت بس یہی ہوتا کہ آپ کے بعد صرف نئی شریعت کا دروازہ بند ہے نہ کہ مطلق نبوت کا ـــــ تابع شریعت محمدی کئی نبی آ سکتے ہیں ـــــ استغفر اللہ العظیم۔

حضرت امام شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ کا عقیدہ ختم نبوت

(۱) فالنبوۃ انقضت بوفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم[۱]

ترجمہ: پس نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ختم ختم ہو چکی ہے۔

حضرت شاہ صاحب کا یہ بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تشریح میں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا:-

ان ھٰذا الامر بدأ نبوۃً ورحمۃً ثم یکون خلافۃ ثم ملکا عضوضًا ۔۔۔ الخ[۲]

ترجمہ: بے شک اس دین کی ابتداء نبوت اور رحمت کی صورت میں ہوئی۔ پھر خلافت اور رحمت کا خزانہ ہوگا اس کے بعد کاٹنے والا بادشاہی نظام چل نکلے گا۔

اس ارشادِ نبوت کی تشریح حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ نبوت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پوری اور ختم ہو گئی اور ایسی خلافت جس میں کہ تلوار اسلام میں نہ چلی ہو حضرت عثمانؓ کی شہادت پہ ختم ہو گئی اور اصل خلافت راشدہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی شہادت اور حضرت امام حسنؓ کی دست برداری پہ ختم ہو گئی اور اس کے بعد ملک عضوض کا دور شروع ہو گیا۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے جس سیاق میں ختم نبوت کا مسئلہ بیان فرمایا ہے۔ اس کا حاصل یہی ہے کہ ہر طرح کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے۔ خواہ نئی شریعت والی ہو خواہ پہلی شریعت سے توارد رکھنے والی۔

---

[۱] حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ ص۲۱۲ مطبوعہ مصر ص۱۹۵۱ طبع دوم

یہاں ھذا الامر سے آپ نے اس امت کا عروج وزوال بیان کیا ہے۔ اس کا پہلا دورِ نبوت اور رحمت کا ہے دوسرا خلافت کا اور تیسرا بادشاہت کا ۔۔۔ اب جو ہم جمہوریت کے چوتھے دور سے گزر رہے ہیں اس کا آغاز مغربی اقوام سے ہوا ہے۔ اس لیے اس کا ہمارے ان تین ادوار سے تسلسل نہیں صورتِ حال جو بھی ہو یہ بات یقینی ہے کہ دورِ نبوت اس امت کا بس پہلا دور ہی تھا۔ اس کے بعد کوئی اور دور بھی دورِ نبوت ہوتا تو آپ اس کا یہاں ذکر کرتے۔ انقضاء نبوت کے بعد پھر کبھی نبوت نہیں۔

اس ختم نبوت کے بعد اگر کوئی چیز ہے تو وہ خلافتِ راشدہ ہے بس نبوت اور خلافت کے مابین اگر کسی بروزی یا انعکاسی نبوت کا کوئی ادنیٰ امکان بھی باقی ہوتا تو حضورؐ اسے یہاں بیان فرماتے۔ کیونکہ مقامِ ذکر میں عدم ذکر، ذکر عدم کا فائدہ دیتا ہے۔ اور حضرت شاہ صاحب کا اس موقعہ پر ختم نبوت کا اعلان خود اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہ ہر طرح کی نبوت ختم ہو چکی ہے۔

(۲) ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین لا نبی بعدہ ودعوتہ عامۃ لجمیع الانس والجن وھو افضل الانبیاء بھذہ الخاصۃ و بخواص اخریٰ نحو ھذہ ۔[1]

ترجمہ۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہ ہو گا۔ آپ کی دعوت سب انس و جن کو شامل ہے اور آپ اس خصوصیت اور اس جیسی دوسری خصوصیات کے لحاظ سے سب سے افضل نبی ہیں۔

(۳) امام باصطلاح ایشاں معصوم مفترض الطاعت منصوب للخلق است و وحی باطنی درحق امام تجویز مے نمایند۔ پس درحقیقت ختم نبوت را منکر اند۔ گو بزبان آنحضرت

---

[1] تفہیمات الٰہیہ جلد اص ۱۴۷ و نحوہ فی الاعتقاد الصحیح ص۵ والعقیدۃ الحسنہ ص۸

صلی اللہ علیہ وسلم را خاتم الانبیاء می گفتہ باشد۔[1]

ترجمہ۔ ان لوگوں کی اصطلاح میں امام زماں معصوم، واجب الاطاعت اور اصلاح خلق کے لیے مامور ہوتا ہے اور اس کے حق میں یہ لوگ وحی باطنی جائز قرار دیتے ہیں۔ پس یہ لوگ حقیقۃً ختم نبوت کے منکر ہیں خواہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ہی کیوں نہ کہتے ہوں۔

نوٹ : اس عبارت سے واضح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی شخص کو معصوم واجب الاطاعت اور اصلاح خلق کے لیے مامور مان لینا ہی ختم نبوت کا انکار ہے۔ یعنی ختم نبوت کے انکار کے لیے ضروری نہیں کہ کسی کو صاحبِ شریعت جدیدہ ہی مانا جائے۔ اگر کسی کو پہلی شریعت کا تابع مان کر بھی معصوم اور مامور من اللہ مان لیا جائے تب بھی ختم نبوت کا عقیدہ باطل ہو جاتا ہے۔ خواہ ہزار مرتبہ زبان سے حضور کو خاتم الانبیاء کہے۔

علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ تشریعی اور غیر تشریعی نبی کی تقسیم ان معنوں میں کہ کوئی نبی صاحبِ شریعت ہوتا ہے اور کوئی غیر صاحبِ شریعت درست نہیں خواہ اس کی شریعت وہی ہو جو اس سے پہلے کی تھی۔ اور خواہ وہ شریعتِ جدیدہ لائے۔ بہرحال کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس کے پاس کوئی شریعت ہی موجود نہ ہو اور وہ غیر صاحبِ شریعت ہو۔ معاذ اللہ یہ بات تو مسلّم ہے کہ وحی ہر نبی پر آتی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملتا ہے۔ خواہ یہ حکم ہو کہ وہ شریعت سابقہ کی ہی تعلیم دے اور خواہ اسے احکامِ جدیدہ دیئے جائیں۔ اس حکم وحی کو ہی شریعت[1] کہا جاتا ہے۔ صاحبِ شریعت سابقہ نبی کو جب ایسا حکم وحی موصول ہو تو پھر پہلی شریعت اس کی شریعت ہو جاتی ہے۔ اور وہ خود

---

[1] مرزا غلام احمد نے خود اسے تسلیم کیا ہے "ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر و نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے قانون مقرر کیا۔ وہی صاحبِ شریعت ہو گیا پس اس تعریف کی وجہ سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں، کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی" (اربعین نمبر۴ ص۶)

قوتِ حاکمہ اور معیار بن جاتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :۔ پ المائدہ ۴۴

انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدًی ونور یحکم بھا النبیون۔

ترجمہ۔ ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت تھی اور نور تھا بعد کے انبیاء اس کے ساتھ حکم کیا کرتے تھے۔

جب تک یہ نہ مانا جائے کہ ہر نبی صاحبِ شریعت ہوتا ہے۔ خواہ صاحبِ شریعتِ سابقہ ہو اور خواہ صاحبِ شریعتِ جدیدہ ہو۔ اس وقت تک یہ اصول بھی ناقابلِ تسلیم ہے کہ ہر نبی مطاع ہوتا ہے۔ حالانکہ ارشادِ خداوندی ہے :۔

وما ارسلنا من رسولٍ الا لیطاع باذن اللہ۔ پ النساء ۶۴

پس ضروری ہوا کہ ہر نبی اور رسول کی کچھ تعلیم ہو جس میں اس کی اطاعت کی جائے۔ ورنہ اس کے مطاع ہونے کے کیا معنی۔ اگر وہ تعلیم اس سے پہلے نبی کی تھی۔ تو چونکہ یہ خود بھی مطاع ہے۔ اس لیے وہ تعلیم اب اسی کی شمار ہوگی اور اس پر اس کا حکم نافذ ہوگا۔ اور اگر وہ تعلیم جدید لے کر آئے تو پھر بھی مطاع وہ خود ہی ہوگا۔

بہر حال ہر پیغمبر کے لیے مطاع ہونا ضروری ہے اور ہر مطاع کے لیے صاحبِ تعلیم ہونا ضروری ہے۔ اور نبی کی ہر تعلیم اس کی شریعت کہلاتی ہے۔ پس ہر پیغمبر صاحبِ شریعت ہوتا ہے رب العزت کا ارشاد ہے :۔

ولکلٍّ جعلنا منکم شرعۃً ومنھاجًا۔ پ المائدہ ۴۸

ترجمہ۔ اور تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی۔

شرعہ اور شریعت کا ایک ہی معنیٰ ہے۔ علامہ ابوالسعود لکھتے ہیں :۔

والشرعۃ والشریعۃ ھی الطریقۃ الی الماء شبہ بھا الذین لکونہ موصلًا الیٰ ماھو سبب للحیاۃ الابدیۃ کما ان الماء سبب للحیاۃ الفانیۃ۔[1]

---

[1] جلد ۳ صـ۴۴ مطبوعہ مصر

ترجمہ۔ شرعت اور شریعت اصل میں پانی کے گھاٹ کہتے ہیں۔ دین کو اس سے اس لیے تشبیہ دی کہ یہ اسی طرح حیاتِ ابدی کا سبب ہے جس طرح پانی اس حیاتِ ابدی کا سبب ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہر رسول کی مستقل شریعت ہوتی ہے خواہ شریعت سابقہ ہو، خواہ شریعتِ جدیدہ۔

قوله لكل جعلنا منكم شرعة ومنهاجًا يدل على انه يجب ان يكون كل رسول مستقلًا بشريعة خاصة۔[1]

پس واضح ہوا کہ نبی اور صاحبِ شریعت ہم معنی الفاظ ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔

ختم به النبيون اى لا يوجد من يامره الله سبحانه بالتشريع على الناس۔[2]

ترجمہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبیوں کا سلسلہ ختم کیا گیا یعنی کوئی شخص ایسا نہ پایا جائے گا جسے اللہ تعالیٰ نے کسی شریعت[عہ] کا حکم دے کر لوگوں پر مامور کیے۔

جسے اللہ تعالیٰ کسی شریعت کا حکم دے کر لوگوں پر مامور کرے اسے ہی نبی کہتے ہیں۔

چنانچہ حضرت شاہ صاحبؒ آگے جاکر ایک اور مقام پر اس سارے جملے کی بجائے صرف لفظ نبی استعمال فرماتے ہیں۔

---

[1] تفسیر کبیر امام رازی جلد ۳ صفحہ ۴۱۳ [2] تفہیمات جلد ۲ صفحہ ۸۵

[عہ] خواہ وہ شریعتِ سابقہ ہو یا خواہ شریعت جدیدہ۔ پس اگر کوئی نادان تشریع سے مراد تشریع جدید لے کر یہ معنی کرے کہ حضرت شاہ صاحب کے نزدیک صرف صاحبِ شریعت جدیدہ نبی پیدا نہیں ہو سکتا، اور صاحبِ شریعت سابقہ پیدا ہو سکتا ہے۔ تو یہ ایک اس کی اپنی بات ہوگی۔ اسے شاہ صاحب کے ذمہ لگانا ایک بہتان اور افترا ہے۔

وصار خاتم ھٰذہ الدورۃ فلذلک لا یمکن یوجد بعدہ نبی صلوٰت اللہ وسلامہ۔[1]

ترجمہ۔ اور آپ اس سلسلۂ انبیاء کے خاتم ہو گئے پس یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی پایا جا سکے۔

یہاں حضرت شاہ صاحب نے آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک انبیاء کرام کے مختلف دور قائم کئے ہیں اور جن انبیاء کو ان مختلف ادوار میں شامل کیا ہے۔ ان میں تشریعی اور تشریعی یعنی شریعت جدیدہ اور شریعت سابقہ والے سب پیغمبر شامل ہیں۔ اس تفہیم کو شاہ صاحب آخری دور کے آخری پیغمبر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر اس عبارت میں ختم کرتے ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کے نبیوں کے جمیع ادوار نبوت کے خاتم ہیں۔

علاوہ ازیں دیکھئے حضرت شاہ صاحب نے جس بات کو تفہیمات کی گذشتہ عبارت میں "من یامرہ اللہ بالتشریع" کے الفاظ میں بیان کیا تھا۔ اس کو یہاں فقط لفظ نبی سے بیان فرما رہے ہیں۔ اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے ہاں "صاحب تشریع" "شرع" اور نبی کے الفاظ سب ہم معنی ہیں اور شاہ صاحب کے نزدیک ہر نبی تشریعی ہے۔ خواہ اس کی شریعت وہی ہو جو اس سے پہلے موجود تھی۔

غور کیجئے کہ حضرت شاہ صاحب نے کس لطیف انداز میں "نبی" اور صاحب شریعت کو ہم معنی قرار دیا ہے اور کس واضح انداز میں تصریح کی کہ حضورؐ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا محال ہے۔ خواہ وہ صاحب شریعت سابقہ ہو اور خواہ صاحب شریعت جدیدہ۔ ہاں آپ نے یہ ضرور فرمایا کہ آپ کے بعد ولایت کا دروازہ کھلا ہے۔ کیونکہ آپ باب نبوت کے خاتم ہیں اور باب ولایت کے فاتح ہیں۔

---

[1] تفہیمات جلد ۲ ص ۱۳۷

⑤ حضرت پیغامبر ما افضل الخاتمین والفاتحین و "ختم النبوت" وفاتح الولایت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا شدند وآنحضرت یکے از اشراط قیامت اند و آنحضرت با قیامت مثل سبابہ و وسطی باہم پیوستہ اند بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر فاتح و خاتم کہ ہست در باب ولایت است۔[1]

ترجمہ۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخاتمین کہ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں اور افضل الفاتحین کہ ولایت کا دروازہ کھولتے ہیں پیدا ہوئے آپ علاماتِ قیامت میں سے ہیں۔ اور حضور قیامت کے ساتھ پہلی دو انگلیوں کی طرح متصل ہیں (یعنی آپ کے بعد کسی اور نبی کا دور نہیں بلکہ دورِ قیامت ہے) آپ کے بعد جو فاتح اور خاتم بھی ہوگا ولایت کے باب میں ہوگا۔ (یعنی باب نبوت مطلقاً بند ہے۔ خواہ شریعتِ سابقہ کے ساتھ ہو اور خواہ شریعتِ جدیدہ کے ساتھ)۔

⑥ واعلم ان الدجاجلة دون الدجال الاکبر کثیرة ویجمعهم امر واحد وهو انهم یذکرون اسم اللہ ویدعون انهم یدعون الناس فمنهم من یدعی النبوة۔[2]

ترجمہ۔ اور جان لو کہ دجالِ اکبر کے سوا اور بھی بہت سے دجال ہیں جن سب میں ایک امر مشترک ہے۔ وہ یہ کہ وہ خدا کا نام لیتے ہیں اور دعوے کرتے ہیں کہ ہم مخلوق کو اللہ کی طرف دیتے ہیں۔ پس انہی دجالوں میں سے جو (حضورؐ کے بعد) نبوت کا دعویٰ کریں۔

⑦ حضرت شاہ صاحب اس ضمن میں کہ قطعیات میں تاویل کرنے والا زندیق ہے۔ ایک مثال یہ دیتے ہیں :۔

---

[1] تفہیمات جلد ۱ صہ ۴۷ [2] ایضاً جلد ۲ صہ ۱۹۸

اوقال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبوۃ ولکن معنی ھٰذا الکلام انہ لا یجوز ان یسمی بعدہ احد بالنبی واما معنی النبوت وھو کون الانسان مبعوثاً من اللہ تعالیٰ الی الخلق مفترض الطاعۃ معصوماً من الذنوب ومن البقاء علی الخطاء فیما یری فھو موجود فی الائمۃ بعدہ فذلک ھو الزندیق قد اتفق جماھیر المتاخرین من الحنفیۃ والشافعیۃ علی قتل من یجری ھٰذہ المجری۔[1]

ترجمہ۔ یا وہ شخص جو یہ کہے کہ نبی کریم صلی اللہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں لیکن اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبی کا نام نہیں دیا جائے گا۔ یہ نہیں ہے کہ خدا کا کوئی مفترض الطاعت اور معصوم فرستادہ نہیں آئے گا تو یہ شخص بلاشبہ زندیق ہے اور ایسے شخص کے بارے میں جمہور متاخرین حنفیہ اور شافعیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔

ناظرین کرام! مقام غور ہے کہ جس مقدس ہستی کا عقیدہ ختم نبوت اتنا مضبوط اور واضح ہو کہ غیر تشریعی یا ظلی بروزی نبی تو درکنار "غیر نبی کا نام لینے کے کسی کو معصوم اور مفترض الطاعۃ سمجھ لینا بھی" عقیدہ ختم نبوت کا انکار ہو اسے آیت خاتم النبیین کا محرف قرار دے کر اس بات کا قائل ظاہر کرنا کہ اس کے نزدیک غیر تشریعی نبی آسکتا ہے۔ اگر عدل و انصاف کا خون کرنا اور عاقبت کی رسوائی اور بدبختی مول لینا نہیں تو اور کیا ہے۔ اعاذنا اللہ من التحریفات فی ضروریات الدین۔

شاہ صاحب تو قرآن پاک کے فارسی ترجمے میں آیۃ خاتم النبیین کا ترجمہ ہی اس عبارت میں لکھتے ہیں:۔

مہر پیغمبران است یعنی از وے ہیچ پیغمبر نہ باشد۔

---

[1] المسوی عربی شرح موطا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جلد ۲ صفحہ ۱۱

حضرت شاہ صاحبؒ کے بیٹے کی شہادت

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے صاحبزادے حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ رسالہ قیامت نامہ میں لکھتے ہیں :-

کمالات میں سب سے بہتر کمال جو نبوت اور رسالت ہے وہ دنیا سے منقطع ہوا اور آپ کی وفات حسرت آیات کی وجہ سے آسمانی وحی اور خبر کا سلسلہ دنیا سے موقوف ہوا۔[1]

یہ سلسلہ کب موقوف ہوا ؟ آپ کی وفات پر ــــ اس عبارت میں ختم نبوت کو نبوت اور رسالت کے ختم سے نہیں انقطاع نبوت سے تعبیر فرمایا ہے اور اس کے ساتھ اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ ختم نبوۃ سے صرف آسمانی احکام ملنے بند نہیں ہوئے آسمانی خبروں کا ملنا بھی اب موقوف ہو چکا ہے۔ ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ اب نہ آسمان سے کوئی نئے احکام آئیں گے اور نہ کسی کو قطعی صورت میں آسمان سے خبریں ملیں گی۔ وحی احکام اور وحی اخبار دونوں سلسلے آپ پر بند ہوئے ہیں۔

غور فرمایئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ہاں اگر ختم نبوت کے بعد وحی اخبار (نبوت غیر تشریعی) جاری ہوتی تو آپ کے بیٹے کیا کھل کر یہ بات کہہ سکتے تھے کہ ختم نبوت کے بعد اب اخبار الٰہیہ بھی کسی پر قطعی صورت میں نہیں اترتیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ کے پوتے کی شہادت

اب آیئے حضرت شاہ صاحبؒ کے پوتے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی بھی شہادت سنیں کہ اس خانوادہ علمی میں عقیدہ ختم نبوت اپنے کس مفہوم میں سمجھا اور سمجھایا جاتا رہا ہے۔

محدث وہ لوگ ہوتے ہیں جن سے خدا ہم کلام ہوتا ہو مگر وہ نبی نہیں ہوتے۔ حضرت عمرؓ اس

امت کے محدث تھے۔ پہلے ادوار میں محدث ایک طرح کے رسول سمجھے جاتے تھے اور یہ رسالت کا ایک مختلف پیرایہ تھا۔ قرآن کریم کی اس آیت میں اسی طرح کے رسولوں کا بیان ہے:

اذ ارسلنا الیھم اثنین فکذبوھما فعززنا بثالث فقالوا انا الیکم مرسلون۔ (پ۲۲ یٰسین، ع۲ آیت ۱۴)

حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کی ایک قرأت اس طرح بھی منقول ہے:-

وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی ولا محدث۔ (پ۱۷ الحج ۵۲)

ترجمہ۔ اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول، نبی اور محدث ایسا نہیں بھیجا کہ ..... الخ

غور کیجئے محدث میں اگر کسی پیرایہ کی رسالت ہو سکتی ہے تو وہ اخبارِ غیبیہ اور مکالمہ الٰہیہ کے سوا اور کس قسم کی ہو گی؟ وحی احکام تو ہونے سے رہی ___ آپ محدثیت کو وحی غیر تشریعی کہہ لیں تاہم سوال یہ ہے کہ کیا اس امت میں محدثیت کے پیرایہ کی رسالت باقی ہے یا یہ سلسلہ بھی نبوت و رسالت کے ساتھ حضورؐ کی ذاتِ گرامی پر ختم ہو چکا ہے۔

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ لکھتے ہیں:-

فالتفاوت بین الانبیاء والمحدثین کالتفاوت بین الرسل وغیرھم من الانبیاء وبین اولی العزم وغیرھم من الرسل وبین خاتم الانبیاء وغیرہ من اولی العزم ولذلک قد ینسب الرسالۃ الی المحدثین ایضاً کما قرأ ابن عباس وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی ولا محدث[1]

ترجمہ۔ انبیاء اور محدثین میں اس طرح کا فرق ہے جس طرح کا فرق رسولوں اور نبیوں میں ہے یا جیسا اولوالعزم رسولوں اور دوسرے رسولوں میں ہے یا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے اولوالعزم رسولوں میں ہے ___ اور اسی لیے کبھی رسالت محدثین کی طرف بھی نسبت کی جاتی ہے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کی قرأۃ

---

[1] عبقات ص۲۸ مؤلفہ حضرت شاہ شہیدؒ

میں رسُول اور نبی کے ساتھ دلا محدّث کے الفاظ بھی ہیں۔

اس عبارت کا آخری حصہ ولذلك قد ینسب الرسالة الی المحدثین ایضاً اسے قادیانی مبلغ اپنے حق میں پیش کرتے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ جو بات شاہ صاحب نے کہی ہے وہ پہلے لوگوں کے بارے میں ہے — اس امت میں کوئی محدث رسول نہیں کہلا سکتا۔ اب اگر کسی غیبی خبریں پانے والے کو رسول کہہ دیا تو یہ امت کے عقیدہ ختم نبوت سے ایک کھلا تعارض ہوگا اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ آیت خاتم النبیین ہر نبوت کا دروازہ بند کرتی ہو خواہ وحی احکام ہو یا وحی احکام غیبیہ اور مکالمہ الٰہیہ — حق یہ ہے کہ ہر طرح کی نبوت و رسالت آپ پر ختم ہو چکی ہے شاہ اسماعیل شہید اُوپر والی عبارت کے صرف نو سطر بعد یہ وضاحت کرتے ہیں۔

ولما ختمت النبوة بخاتم الانبیاء لم یجز نسبة الرسالة الی احد من المحدثین بعده صلی الله علیه وسلم لئلا یعارض هذا القول کونه خاتما تعارضًا فی بادی الرأی ولذلك قال النبی صلی الله علیه وسلم عن المحدثیة لقوله لو کان بعدی نبیًا لکان عمر[۱]

ترجمہ۔ جب حضور خاتم الانبیاء پر نبوت ختم ہو چکی تو اب کسی محدث کی طرف رسالت کا منسوب کرنا جائز نہ ٹھہرے گا۔ تاکہ اس طرح کرنے اور حضورؐ کو خاتم النبیین کہنے میں ظاہراً بھی کوئی تعارض واقع نہ ہو — اور اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کے محدث سے ان الفاظ سے نبوت کی نفی کی کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ محدثیت پر اب نبوت اور رسالت کا لفظ بولا نہیں جا سکتا۔ نبوت اور رسالت محدثیت کے معنی میں بھی لی جائے تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے خانوادۂ علمی میں ختم نبوت کا عقیدہ ہمیشہ اسی معنی میں

---

[۱] عبقات مؤلفہ حضرت شاہ شہیدؒ صفحہ ۲۰۸ طبع ۱۳۸۰ھ

سمجھا اور سمجھایا گیا ہے کہ حضور خاتم النبیین پر غیر تشریعی نبوت گروہ محدثیت کے پیرایہ میں ہو (جس میں صرف اخبار غیبیہ کھلتی ہیں اور محدث مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوتا ہے) یہ سلسلہ بھی بند ہے۔ اب آپ کے بعد آپ کی امت میں نہ کوئی تشریعی نبی پیدا ہوگا نہ غیر تشریعی۔ نبوت ہر پیرایہ میں آپ پر ختم ہو چکی ہے۔

اس پس منظر کے ساتھ جب یہ بات آپ کے علم میں آئے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے لا نبی بعدی کے معنی لا مشرع بعدی کیے ہیں تو اس سے ہر انصاف پسند یہی سمجھے گا کہ آپ کے بعد کوئی ایسا شخص مبعوث نہ ہوگا جس کی کوئی قانونی حیثیت ہو اور شریعت کی رو سے اسے ماننا ضروری ہو یہاں تک کہ اسے نہ ماننے والا جہنمی سمجھا جائے۔

حضرت ملّا علی قاریؒ کا عقیدہ

دعوی النبوۃ بعد نبیّنا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالاجماع۔[1]

ترجمہ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا اجماع کے ساتھ کفر ہے۔

(۱) ظاہر ہے کہ یہ اجماع مسیلمہ کذاب کے بارے میں حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت میں منعقد ہوا تھا۔ حالانکہ مسیلمہ کذاب نے مستقل نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ نمازیں بھی پڑھتا تھا اور اپنی اذان میں حضورؐ کی نبوت کا برابر اعلان بھی کرتا تھا۔[2]

پس ثابت ہوا کہ جس دعوے نبوت کو ملّا علی قاریؒ کفر قرار دے رہے ہیں۔ اس سے مراد غیر تشریعی نبوت کا دعوے ہے کہ اجماع اسی بات پر ہوا تھا۔

(۲) ملّا علی قاری کی اس عبارت کا سیاق یہی ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کو ایک دفعہ مکہ اور بصرہ میں بیک وقت دیکھا گیا۔ اس پر ابن مقاتل نے کہا کہ جو اس کے جائز ہونے کا یقین کرے وہ کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ معجزات میں سے ہے کرامات میں سے نہیں۔ اس کے بارے میں ملا علی قاریؒ فصول عمادی اور فصول استروشی سے نقل کرتے ہیں کہ کرامات میں سے ہے معجزات سے نہیں۔ کہ معجزے میں دوسرے کے مقابلے میں غلبہ پانے کا دعویٰ ہوتا ہے۔ جو یہاں نہیں۔ پس یہ کفر نہ ہوگا۔ اس کے بعد ملّا علی قاریؒ لکھتے ہیں:۔

واقول التحدی فرع دعوی النبوۃ ودعوی النبوۃ بعد نبیّنا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالاجماع۔[1]

ترجمہ۔ میں کہتا ہوں کہ خرق عادات امور میں دوسرے پر غلبہ کا دعویٰ نبوت

---

[1] ملحقات شرح فقہ اکبر ص۲۵ [2] تاریخ طبری جلد ۲ ص۲۴۴

کے دعویٰ کی ایک شاخ ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا ہر دعویٰ اجماع کے ساتھ کفر ہے۔

اب یہ تو ظاہر ہے کہ خرقِ عادت امور میں دوسروں پر غلبے کا دعویٰ جس طرح تشریعی نبوت میں ہوتا ہے۔ اسی طرح غیر تشریعی نبوت میں بھی ہوتا ہے اور اسی دعویٰ نبوت کو ملا علی قاریؒ کفر قرار دے رہے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ملا علی قاریؒ کے نزدیک حضورؐ کے بعد ہر دعویٰ نبوت خواہ تشریعی ہو خواہ غیر تشریعی کفر ہے۔

ان واضح تصریحات کی موجودگی میں کسی بدبخت کا یہ افتراء کہ ملا علی قاریؒ غیر تشریعی نبوت کو جاری سمجھتے ہیں کس قدر دیانت اور انصاف کا خون ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ختم نبوت زمانی کو دو امور لازم ہیں:۔

(۱) کوئی نیا نبی پیدا نہ ہو۔ یعنی آپ کے بعد کسی کو نبوت نہ ملے۔

(۲) پہلے نبیوں سے اگر کوئی آجائے تو وہ آپ کی شریعت کا تابع اور امتی ہو کر رہے۔

امرِ اول کے اس ضمن میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد حدیث "لا نبی بعدی" کے مخالف نہیں۔ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں:۔

فالمعنیٰ انہ لا یحدث بعدہ نبی لانہ خاتم النبیین السابقین[1]

ترجمہ۔ پس معنیٰ یہی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ کیونکہ آپ پہلے نبیوں کے آخر یعنی خاتم النبیین ہیں۔

اور امرِ ثانی کے متعلق حضرت خضرؑ اور حضرت عیسیٰؑ جیسے نبیوں کی آمد کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

فلا یناقض قولہ تعالیٰ خاتم النبیین اذ المعنی انہ لا یاتی نبی بعدہ ینسخ ملتہ ولم یکن من امتہ ویقویہ حدیث لو کان موسیٰ علیہ السلام حیا لما وسعہ الا اتباعی۔[2]

---

[1] مرقات جلد ۵ صفحہ ۵۲۴ [2] موضوعات کبیر صفحہ ۵۱

ترجمہ: پس یہ امر آیت خاتم النبیین کے معارض نہیں. کیونکہ اس امر (یعنی اگر حضرت خضر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا کوئی پہلا نبی آجائے گا) کا معنی یہ ہے کہ حضورؐ کے بعد کسی ایسے پچھلے نبی کی آمد نہیں ہوسکتی جو آپ کی ملت کو منسوخ کرے اور آپ کی ملت میں سے ہو کر نہ رہے۔

ملّا علی قاریؒ یہاں یہ سمجھا رہے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ یا حضرت علیؓ یا حضورؐ کے بیٹے حضرت ابراہیم جیسے کسی اور بزرگ کو نبی بناتا تو اسے بھی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کی کی طرح تاجدار ختم نبوت سے پہلے نبی بناتا. کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا. اور اس فرض صورت میں یہ ضروری نہیں کہ ان بزرگوں کے تشخصات بھی وہی ہوں جو اب تھے. یعنی حضرت ابراہیم حضورؐ کے بیٹے بھی ہوں اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے نبی ہوں بنا بر فرض نبوت حضرت ابراہیم کا یہ تشخص لازم نہیں یعنی ان کے فرزند رسول ہونے سے صرف نظر کر کے ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر رب العزت انہیں یا حضرت عمرؓ کو نبی بناتے تو یہ بزرگ یقینی طور پہ حضرت عیسیٰ. حضرت خضر اور حضرت الیاس کی طرح حضورؐ سے پہلے کے نبی ہوتے. اور حضورؐ کے بعد تک موجود رہنے کی صورت میں حضورؐ کے تابع شریعت ہو کر رہتے اور اس طرح کا اگر کوئی پچھلا نبی آجائے تو اس کا آنا خاتم النبیین کے خلاف نہیں ہوگا. البتہ اس کے لیے یہ ضروری ہوگا کہ وہ آپ کی شریعت کے ماتحت رہے اور اس کی اپنی شریعت نافذ نہ ہو. جیسے ایک صوبے کا گورنر دوسرے گورنر کے صوبے میں چلا جائے تو وہ گورنر وہاں بھی ہوگا لیکن اس کی حکومت وہاں نافذ نہ ہوگی۔

حضرت ملّا علی قاریؒ نے اس خیال سے کہ "لا یأتی نبی بعدہ" کے معنی، پچھلے نبیوں کی آمد ہی کے لیے جائیں پہلے حضرت عیسیٰ، حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہ السلام کے نام ذکر فرما دیئے ہیں اور آخر میں احتیاطاً حضرت موسیٰ کا ذکر کر دیا ہے اور وہ بھی فرضی اور تقدیری طور پر کیونکہ یہ سب حضرات حضورؐ سے پہلے کے نبی ہیں. اس مثال سے واضح ہوگیا کہ حضرت مسیح

علیہ السلام کی آمد آیت خاتم النبیین کے مخالف نہیں. کیونکہ ختم نبوت کا مطلب یہی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

یقین کیجیے کہ ملا علی قاریؒ کی ایسی تشریحات نزول مسیح کے پیش نظر ہیں جنہیں مرزائی حضرات اپنے خود ساختہ معانی پر محمول کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں بعض لوگوں نے اس امر ثانی کو آیت خاتم النبیین کے خلاف سمجھ کر یہ تاویل کر دی کہ حضرت عیسٰی بعد از نزول نبی نہیں ہوں گے۔ اور وہ اس بات کو نہ سمجھے کہ ان کا نبی ہونا اور بات ہے اور ان کی نبوت کا نافذ ہونا اور بات ہے. پس اگر حضرت عیسٰی علیہ السلام بعد نزول نبی تو ہوں لیکن ان کی نبوت نافذ نہ ہو تو یہ مفہوم آیت خاتم النبیین کے مخالف نہیں. چنانچہ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں:-

اقول لامنافاۃ بین ان یکون نبیاً ویکون متابعاً نبیّنا صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی بیان احکام شریعتہ واتقان طریقتہ ولو بالوحی الیہ کما یشیر الیہ قولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لوکان موسٰی حیاً لما وسعہ الا اتباعی ای مع وصف النبوۃ والرسالۃ والا فمع سلبھما لا یفید زیادۃ المزیۃ فالمعنی انہ لا یحدث بعدہ نبی لانہ خاتم النبیین السابقین[1]

حضورؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر موسٰی علیہ السلام بھی (زمین پر) زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا یعنی وہ نبوت اور رسالت سے موصوف ہونے کے باوجود میری اطاعت کرتے. کیونکہ نبوت اور رسالت کے بغیر موسٰی کے مطیع ہونے سے حضور تاجدارِ ختم نبوت کے مطاع ہونے میں کسی فضیلت کا اظہار نہیں ہوتا. حالانکہ یہ مقام مدح ہے پس واضح ہوا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی آمد ثانی پر ان کا نبی ہونا آیت "خاتم النبیین" اور حدیث "لا نبی بعدی" کے خلاف نہیں کیونکہ ان دونوں کا صحیح مطلب جو امت نے سمجھا ہے یہی ہے کہ آپ کے

---

[1] مرقات جلد ۵ ص ۵۶۴

بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

ملا علی قاریؒ تو یہ سمجھا رہے تھے کہ کسی پچھلے نبی کا امتی نبی بن کر آنا عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ لیکن مرزائی حضرات اسے اس تحریف کے ساتھ پیش کر رہے ہیں کہ حضرت ملا علی قاریؒ حضور کے بعد کسی غیر تشریعی نبی کے پیدا ہونے کو عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں سمجھتے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ یاد رکھیئے حضور تاجدار ختم نبوت کے بعد کسی نئے نبی کے پیدا ہونے کو ممکن سمجھنا خواہ غیر تشریعی ہی کیوں نہ ہو کفر، ارتداد اور زندقہ والحاد ہے۔ ملا علی قاریؒ ایک دوسرے مقام اہل کذب وتلبیس کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:۔

(۴) وقد یکون فی ھؤلاء من یستحق القتل کمن یدعی النبوۃ بمثل ھذہ الخزعبلات او یطلب تغیر شیء من الشریعۃ ونحو ذٰلک۔[۱]

ترجمہ۔ اور کبھی ان میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو واجب القتل ہوں جیسے وہ شخص جو دعویٰ نبوت کرے اس طرح کی لغویات کے ساتھ یا شریعت کی کسی شئے کے بدلنے کے ساتھ۔

پیش نظر رہے کہ مطلق لغویات کا ارتکاب ہرگز قتل کی زد میں نہیں آتا۔ اگرچہ یہ بھی بہت بڑا گناہ ہے لیکن یہاں جو ملا علی قاری نے باوجود عدم تغیر شریعت قتل کا فتوےٰ دیا ہے۔ وہ مطلق ارتکاب لغویات پر نہیں۔ بلکہ اس کی اصل بنا دعوےٰ نبوت ہے۔

پس واضح ہوا کہ حضرت ملا علی قاریؒ کے نزدیک وہ دعوےٰ نبوت بھی موجب قتل ہے جس میں شریعت نہ بدلی جائے صرف لغویات ہی ہوں اور وہ بھی موجب قتل ہے جس میں شریعت کے احکام تبدیل کیے جائیں۔ پھر شمائل ترمذی کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

انہ ختمھم ای جاء اٰخرھم فلا نبی بعدہ ای لا یتنبأ احد بعدہ فلا ینافیہ نزول عیسٰی علیہ السلام متابعًا لشریعۃ مستمدًا من القراٰن والسنۃ۔[۲]

---

[۱] ملحقات شرح فقہ اکبر ص۱۸۳ [۲] جمع الوسائل شرح شمائل جلد ا ص۳۳

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلۂ انبیاء کو ختم کیا اور سب سے آخر میں تشریف لائے پس آپ کے بعد اور نبی نہیں آئے گا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی پس یہ حدیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے منافی نہیں جو آپ کی شریعت کے تابع ہو کر اور قرآن و سنّت سے مقید ہونے کی صورت میں نزول فرمائیں گے۔

اس عبارت سے واضح ہوا کہ حضرت ملّا علی قاریؒ جب یہ کہتے ہیں کہ تابع شریعت ہو کر کسی نبی کا آنا آیت خاتم النبیّین اور حدیث لا نبی بعدی کے ہرگز خلاف نہیں۔ اس سے مراد یہی ہوتی ہے کہ کسی پہلے نبی کا آنا جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالم شہود میں تشریف لانے سے پہلے کی نبوت ملی ہوئی ہے۔ اسلامی عقیدۂ ختم نبوت کے ہرگز خلاف نہیں۔ کیونکہ اسلامی عقیدہ ختم نبوت یہ ہے کہ حضورؐ کے بعد کسی کو نبوت دی نہیں جائے گی جیسے کہ لا یتنبّاء احد بعدہ کے الفاظ اس پر ناطق ہیں۔

پس اگر تابع شریعتِ محمدیہ ہو کر کسی نئے نبی کے پیدا ہونے کو ملّا علی قاریؒ جائز سمجھتے تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو حدیث لا نبی بعدی کے ساتھ اس طرح تطبیق نہ دیتے پھر اسی شرح شمائل میں ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:۔

واضافۃ الی النبوۃ لانہ ختم بہ بیت النبوۃ حتی لا یدخل بعدہ احد۔

پھر شرح شفاء میں ملّا علی قاریؒ ارشاد فرماتے ہیں:۔

(۶) وانہ خاتم النّبیّین لا نبی بعدہ و یحکم بشریعتہ ویصلی الی قبلتہ ویکون من جملۃ امتہ۔ یعنی حضور خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی پس یہ حضرت عیسیٰ کی آمد کے مخالف نہیں، کیونکہ آپ کو نبوت حضورؐ سے پہلے

لہ شرح شفاء جلد ۵

ملی ہوئی ہے اور وہ آپ کے بعد نازل ہوں گے. آپ کی شریعت کے مطابق حکم کریں گے. آپ کے قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھیں گے اور آپ کی امت میں شمار ہوں گے۔[۱]

اور آخر میں لکھتے ہیں:۔

امت کا اجماع ہے کہ اس کلام کو ظاہر پر محمول کیا جائے اور یقین رکھا جائے کہ بغیر کسی تاویل اور تخصیص کے اس کا ظاہر مفہوم ہی شریعت کا مقصود ہے اور جو فرقے اس کے منکر ہیں اُن کے کفر میں کوئی شک نہیں۔[۲]

(۷) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی شرح میں کہ (ختم بی النبیون) مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا حضرت ملا علی قاریؒ ارشاد فرماتے ہیں:۔

(ختم بي النبيون) اي وجودهم فلا يحدث بعدي نبي ولا يشكل بنزول عيسى عليه السلام وترويج دين نبينا صلى الله عليه وسلم على اتم النظام وكفى به شهيدا وبشيرا۔[۳]

(۸) قال السيوطي اي الوحي منقطع بموتي ولا يبقى ما يعلم منه ما سيكون الا الرؤيا[۴]

یعنی حدیث کا مطلب بقول سیوطی یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میری وفات پر وحی منقطع ہو جائے گی اور آئندہ واقعات کے جانا جانے کی صورت ماسوائے رؤیائے صالحہ کے اور کوئی باقی نہ رہے گی۔

معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رؤیائے صالحہ کے مابین ظلی بروزی انعکاسی یا غیر تشریعی کسی قسم کی کوئی نبوت اور نبوت کی طرح کا کوئی منصب باقی نہیں۔ اگر ہوتا تو یہاں مذکور ہوتا کیونکہ یہ اس کا موقع بیان تھا.

---

[۱] شرح شفا جلد ۴ ص ۵۰۹ [۲] ایضاً [۳] مرقات جلد ۵ ص ۳۶۱ [۴] ایضاً ص ۵۲۵ ج ۴ [۵] ایضاً جلد ۵ ص ۲۷۶

حضرت مجدّد الفِ ثانیؒ کا عقیدۂ ختمِ نبوّت

امام ربّانی مجدّد الف ثانی حضرت شیخ سرہندیؒ کا عقیدۂ ختم نبوت

حضرت امام ربّانی اپنے مکتوبات میں یہ تحقیق بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے کاملین کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات سے حصہ ملتا ہے اور یہ حضرات کاملین کمالات ولایت کے ساتھ ساتھ کمالاتِ نبوت سے بھی فیضیاب ہوتے ہیں. حضرت امام ربّانی کے ہاں یہ کمالات نبوت حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کو بھی بدرجہ اتم حاصل ہوئے اور مقام محمدی کی کامل تجلی بطور وراثت اور کمال متابعت ان کاملین امت پہ اتری. ان کاملین امت نے اس کمال پیروی فرط محبت بلکہ عنایت ربّانی اور موہبت یزدانی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع کمالات کو اپنے اندر اس طرح جذب کیا کہ اصل وظل اور اصالت وتبعیت کے سوا کوئی فرق محسوس باقی نہ رہا. بایں ہمہ ان حضرات میں سے کسی نے نہ کسی ظلی نبوت کا دعوےٰ کیا. اور نہ بطور انعکاس کوئی نبی اور رسول ہوا. کمالاتِ نبوت سے بہرہ ور ہونے اور مقام محمدی کی کامل تجلی کے باوجود یہ حضرات ہرگز ہرگز نبی یا رسول نہ ہوئے. کیونکہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ہر اعتبار سے ختم ہو چکی تھی.

حضرت امام ربّانی اپنے مکتوبات میں کئی مقامات پر کاملین امت کے لیے ان کمالاتِ نبوت کا حصول مانتے ہیں اور ان کے کامل مصداق کے طور پر بار بار حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کا نام پیش کرتے ہیں. حضرت امام ربّانی کے ہاں کمالاتِ نبوت کے حصول کو نبوت کا حصول ہرگز لازم نہیں. کیونکہ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ بالاتفاق نبی ورسول نہ تھے. ان حضرات قدسی صفات کے لیے کمالاتِ نبوت کا ثبوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے ہرگز منافی نہیں. کمالاتِ نبوت اور لوازم نبوت میں جوہری فرق ہے جو بات ختم نبوت سے متصادم ہے وہ منصب نبوت کا حصول ہے. کیونکہ حضور خاتم النبیین کے بعد کسی نبی اور رسول کا پیدا ہونا شرعاً محال ہے.

قادیانی مغالطہ

قادیانی حضرات مسلمانوں کو مغالطہ دینے کے لیے حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی کا مذکورہ بالا نظریہ وہاں سے نقل کرتے ہیں جہاں اس کی پوری تفصیل موجود نہیں اور نہ اس کے ساتھ ان کمالاتِ نبوت کا حصول حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کے لیے مذکور ہے قادیانی حضرات اس مختصر اور مجمل عبارت سے یہ نتیجہ پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ کمالاتِ نبوت کے حصول سے نبوت ملنے کی گنجائش نکل آئے۔ حالانکہ حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانیؒ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا نام لے کر اپنی مراد کو دوسرے کئی مقامات پر واضح کر چکے ہیں۔ اب ہم پہلے حضرت امام ربّانی کی وہ مختصر عبارت نقل کرتے ہیں۔ جسے مرزائی حضرات اپنی تائید کے لیے پیش کرتے ہیں اور اس کے بعد اسی مضمون کی وضاحت حضرت امام ربّانی کی دوسری عبارتوں سے پیش کریں گے۔ ہم اپنے قارئین سے درخواست کرتے ہیں کہ حضرت امام ربّانیؒ کی اصل مراد پر مطلع ہو کر پھر قادیانی مبلغین کے علم و دیانت کی داد دیں۔

قادیانیوں کی پیش کردہ عبارت

حضرت شیخ سرہندیؒ ارشاد فرماتے ہیں:۔

حصول کمالات نبوت مر تابعان را بطریق تبعیت و وراثت بعد از بعثت خاتم الرسل علیہ وعلی جمیع الانبیاء والرسل الصلوٰت والتحیات منافی خاتمیت او نیست علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام فلا تکن من الممترین[1]

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعداروں کے لیے کمالات نبوت کا حصول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت کے منافی نہیں" اس ارشاد کا صاف مطلب یہ ہے کہ کمالاتِ

---

[1] مکتوبات جلد اول ص۴۳۲ مکتوب ۲۵۱ مطبع نول کشور

نبوت جیسے مبشرات، رویائے صالحہ سمت حسن، تسودت اور اقتصاد وغیرہا ان کمالات نبوت کا حصول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے خلاف نہیں۔ یہ مقام نبوت کے محض اجزاء اور عکوس وظلال ہیں اور ان کمالاتِ نبوت سے اصل نبوت کا حصول لازم نہیں آتا۔ یہ کمالاتِ نبوت تو باقی ہیں لیکن مقام نبوت خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ہر اعتبار سے ختم ہو چکا ہے۔ انبیاء کرام کو یہ کمالاتِ نبوت بے توسط ملتے ہیں یہاں شائبۂ ظلیت نہیں اور غیر انبیاء کو یہ کمالات انبیاء کے کمال متابعت اور وراثت کے توسط سے حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ صحابہ کرامؓ کو یہ کمالاتِ نبوت حاصل ہوئے۔ بایں ہمہ وہ نبی و رسول ہرگز نہ تھے۔

قادیانی مبلغین حضرت امام ربانی کی مذکورہ بالا عبارت کے پیش کرنے میں دو فریب کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ حضرت کے پورے مکتوب گرامی کو کبھی پیش نہیں کرتے۔

(۱) قادیانی علماء حضرت امام ربانی کی "کمالاتِ نبوت کی اس بحث میں" یہ ظاہر ہونے نہیں دیتے کہ اُن کی ہاں حصول کمالاتِ نبوت کا یہ مقام حضرت صحابہ کرامؓ کو حاصل تھا۔ کیونکہ یہ حضراتِ قدسیہ بالاتفاق پیغمبر نہ تھے۔ پس اُن کے ذکر سے اس قادیانی مغالطے کو کوئی راہ نہ ملتی تھی کہ کمالاتِ نبوت کے حصول سے انسان مقامِ نبوت پر بھی فائز ہو جاتا ہے۔

(۲) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے ہاں "وصول بکمالاتِ نبوت" کا یہ مقام خود ان کی اپنی ذاتِ گرامی کو بھی حاصل تھا۔ حالانکہ وہ خود پیغمبر اور رسول ہرگز نہ تھے۔ پس اس ذکر سے بھی یہ قادیانی مغالطہ بالکل بے نقاب ہو جاتا تھا کہ انسان کمالاتِ نبوت کے حصول سے مقامِ نبوت بھی پا لیتا ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حضرت امام ربانی کا یہ مکتوب گرامی مولانا امان اللہؒ کے نام ہے۔ حضرت امام صاحبؒ اس خط کے آخر میں مذکور الصدر دونوں باتوں کی تصریح فرماتے ہیں۔ قادیانی حضرات اگر انہیں ذکر کر دیں تو ان کی بات نہیں بنتی۔

حضرت امام ربّانی فرماتے ہیں :۔

باید دانست کہ حصول ایں موہبتؑ درحقِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات بے توسط است و درحق اصحاب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتحیات کہ بہ تبعیت و وراثت بایں دولت مشرف گشتہ اند بتوسط انبیاء است علیہم الصلوات والبرکات بعد از انبیاء واصحاب ایشاں علیہم الصلوات والتسلیمات کم کسی بایں دولت مشرف گشتہ اند است ہر چند جائز است دیگرے را بہ تبعیت و وراثت بایں دولت ممتد ساذند ؎

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا مے کرد

انگارم کہ ایں دولت در کبار تابعین نیز پر تو ے انداختہ است و در اکابر تبع تابعین نیز سایہ افگندہ بعد ازاں رو باستتار آوردہ تا آنکہ نوبت بالف ثانی از بعثت آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات رسیدہ دریں وقت نیز آں دولت بہ تبعیت و وراثت بمنصۂ ظہور آمدہ و آخر را باول مشابہ ساختہ ؎

گر بادشہ بدرِ پیر زن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن ؎[1]

ترجمہ۔ جاننا چاہیئے کہ اس انعام (وصول بکمالات نبوت) کا حاصل ہونا انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے حق میں بغیر کسی توسط کے ہوتا ہے اور صحابہ کرامؓ جو متابعت اور وراثت کے طور پر اس مقام سے مشرف ہوئے ہیں ان کے حق میں (وصول بکمالات نبوت) انبیاء علیہم الصلوات والبرکات کے واسطہ سے

ؑ اس موہبت سے کیا مراد ہے۔ اس کا ذکر چند سطور پہلے بایں طور پر موجود ہے مدا اے فرزند حصول کمالات نبوت مربوط بموہبت محض است و منوط بہ بکرمت۔ صرف کسب و عمل را در حصول ایں دولت عظمیٰ ہیچ مدخلے نیست۔ (مکتوبات ا مد ۴۲۳) [1] مکتوبات شریف ا مد ۴۲۴

ہے۔ انبیاء اور صحابہ کرامؓ کے بعد ایسے افراد بہت کم ہیں جو اس مقام پر فائز ہوئے ہوں۔ اگرچہ جائز ہے کہ کسی اور کو بھی متابعت اور وراثت سے اس دولت (وصول بکمالات نبوت) سے بہرہ ور فرمائیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس دولت نے کبار تابعین پر بھی اپنا پرتو ڈالا ہے۔ اور اکابر تبع تابعین پر بھی اس دولت کا سایہ پڑتا رہا ہے۔ اس کے بعد اس دولت نے اپنا چہرہ پردے میں رکھا یہاں تک کہ حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات کی بعثت کے بعد الف ثانی (دوسرے ہزار کا دور) آپہنچا۔ اس وقت بھی یہ دولت (وصول بکمالات نبوت) حضورؐ کی متابعت اور وراثت سے منصۂ ظہور پر آئی ہے اور آخر کو اول کے قریب کر دیا ہے[1]

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی اس تصریح سے واضح ہے کہ کاملین امت کے لیے جن کمالات کا حصول حضرت امام ربانی تسلیم فرما رہے ہیں وہ کمالاتِ نبوت حضرت صحابہ کرامؓ کبار تابعین اکابر تبع تابعین اور الف ثانی میں خود حضرت مجدد الف ثانیؒ کو بھی حاصل ہوئے۔ پس جب کہ یہ حضرات قدسیہ بالاتفاق پیغمبر نہ تھے تو ثابت ہوا کہ ان کمالات کے حصول کا اجرائے نبوت سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ قادیانی حضرات کی ایک چال ہے کہ وہ حضرت امام ربانی کی عبارت اس تفصیل کے بغیر ایک مجمل اور نامکمل صورت میں پیش کر کے عوام کو فریب دے رہے ہیں۔

یہ تو مکتوب گرامی کے آخر کا حصہ تھا۔ حضرت امام تو اس خط کے وسط بھی تصریح فرما چکے ہیں کہ :-

> بایں راہ رفتہ است از انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام واز اصحاب ایشاں بہ تبعیت ووراثت ایشاں علیہم وعلیٰ اصحابہم الصلوٰۃ والتحیۃ[2]

ترجمہ۔ کمالاتِ نبوت پر اس راہ سے انبیاء کرام بھی چلے اور ان کی متابعت اور

---

[1] مکتوبات حضرت امام ربانی مکتوب ۳۰۱ جلد اول ص ۴۳۲ [2] ص ۲

وراثت سے صحابہ کرامؓ بھی (ان کمالاتِ نبوت تک) پہنچے ہیں۔
اب اس مکتوب گرامی کا حصہ اوّل بھی ملاحظہ فرما لیجئے اور قادیانی علم و دیانت کی داد دیجئے:-

این قرب بالاصالۃ نصیب انبیاء است و این منصب مخصوص باین بزرگواران علیہم الصلوات والبرکات و خاتم این منصب سید البشر است علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتحیہ بعد از نزول متابع شریعت خاتم الرسل خواہد بود۔[ل]

ترجمہ۔ وہ قرب الٰہی جو انبیاء کو حاصل ہوتا اصالۃً انبیاء کا ہی حصہ ہے اور یہ درجہ انہی بزرگوں سے خاص ہے اور اس منصب کے خاتم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نزول فرمانے کے بعد حضور خاتم النبیین کی ہی شریعت کے تابع ہوں گے۔

اب ہم حضرت امام ربانی کی وہ عبارات نقل کرتے ہیں جو حضرت کے اس نظریہ کی کہ کاملین امت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال متابعت اور وراثت سے کمالات نبوت ملتے ہیں، پوری وضاحت کرتی ہیں۔ ان سے یہ بات روز روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے۔ کہ قادیانی حضرات کا حضرت امام ربانی کے اس نظریہ سے اجرائے نبوت کی گنجائش نکالنا محض دھوکا اور فریب ہے اور ایک ایسا سراب ہے جس کے قریب آکر انہیں مایوس ہونے سے چارہ نہیں۔ مرزائی حضرات استدلال کی دنیا میں اس قدر یتیم ہیں کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کی مثل ان پہ صادق آتی ہے۔ بعید سے بعید احتمالات پیش کرتے ہیں۔ مگر اپنے دعوے کے مطابق ابھی تک ایک دلیل اور ایک حوالہ بھی ان کے ہاتھ نہیں لگا۔ اب حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ان ارشادات پر غور کیجئے۔

[ل] مکتوبات دفتر صہ

مکتوبِ گرامی بنام مرزا حسام الدین

کمل تابعان انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات بجہت کمال متابعت وفرط محبت بلکہ بمحض عنایت و موہبت جمیع کمالات انبیاء متبوعہ خود را جذب مے نمائند وبکلیت برنگ ایشاں منصبغ مے گردند حتیٰ کہ فرق نمے ماند درمیان متبوعان وتابعان الا بالاصالۃ والتبعیۃ والاولیۃ والآخریۃ مع ذالک ہیچ تابعے اگرچہ از متابعان افضل الرسل باشد بمرتبہ ہیچ نبی اگرچہ مادون انبیاء باشد نرسد لہٰذا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کہ افضل بشر است بعد از انبیاء سرے او ہمیشہ زیر قدم پیغمبری مے باشد کہ پایاں تر جمیع پیغمبراں است۔[1]

ترجمہ۔ انبیاء کرام کی کامل اتباع کرنے والے کمال متابعت، فرطِ محبت بلکہ (اللہ تعالیٰ کی) محض عنایت و موہبت سے اپنے متبوع انبیاء کرام کے جمیع کمالات کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں اور کلی طور پر اُن کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں حتیٰ کہ متبوع و تابع میں اصالت بعد پیروی اور اولیت اور آخریت کے سوا اور کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا۔ لیکن اس کے باوجود کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا لیکن اس کے باوجود کوئی اتباع کرنے والا خواہ وہ حضور افضل الرسل کی متابعت کرنے والوں میں سے ہی کیوں نہ ہو کسی نبی کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ وہ سب سے چھوٹے درجے کا نبی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو انبیاء کے بعد افضل بشر ہیں۔ ان کی انتہا اس پیغمبر کے مقام سے نیچے ہے جو سب سے نچلے درجے کے پیغمبر ہیں۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد سے یہ دو باتیں پوری طرح واضح ہیں:۔

---

[1] مکتوبات جلد ا صت ۲۶۶ مکتوب ۲۴۸

① کمال متابعت سے جو کمالات نبوت سے ملتے ہیں۔ ان کمالات والا مقام نبوت کو ہرگز نہیں پہنچتا۔

② حضرت صدیق اکبرؓ جنہیں جمیع کمالات نبوت حاصل تھے وہ نبوت کے حامل نہ تھے اور کمالات نبوت کا ملنا حضورؐ کی شانِ خاتمیت کے منافی نہیں۔

③ انبیاء کے کمالات اصالۃً ہیں اتباعاً اور وراثۃً نہیں اور جنہیں کمالات نبوت متابعت سے ملتے ہیں وہ انبیاء میں سے نہیں غیر انبیاء میں سے ہوتے ہیں۔

مکتوب گرامی بنام خانخاناں

خاتم انبیاء محمد رسول اللہ است صلی اللہ علیہ وسلم و دینِ او ناسخ ادیانِ سابق است وکتاب او بہترین کتب ماتقدم است و شریعت او را ناسخے نخواہد بلکہ تا قیامت خواہد ماند۔ وعیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کہ نزول خواہد نمود عمل بشریعت او خواہد کرد۔[1]

ترجمہ۔ تمام پیغمبروں کے خاتم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کا دین سب پہلے ادیان کا ناسخ ہے اور آپ کی کتاب پہلی سب کتابوں سے اچھی ہے آپ کی شریعت کا کوئی ناسخ نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ قیامت تک رہے گی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نزول کے بعد آپ کی شریعت پر ہی عمل کریں گے۔

مکتوب گرامی بصالحہ از اہل ارادت

اوّل انبیاء حضرت آدم است علی نبینا وعلیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتحیات و آخر ایشاں خاتم نبوت شاں حضرت محمد رسول است علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات۔[2]

[1] مکتوبات جلد دوم مکتوب ۶۷ صفحہ ۱۲۸ مطبع لکھنؤ [2] ایضاً جلد ۲ مکتوب ۱۷ صفحہ ۲۶

مکتوب گرامی بنام ملّا محمد مرادؒ

لوازم کمالاتیکہ در نبوت در کار است ہمہ را عمرؓ داند اما چوں منصب نبوت بخاتم الرسل ختم شدہ است علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بدولتِ منصبِ نبوت مشرف نگشت [1]

یعنی کمالات نبوت جو نبوت کے لیے ضروری ہیں سب حضرت عمرؓ کو حاصل تھے لیکن چونکہ منصبِ نبوت حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا تھا اس لیے وہ (حضرت عمرؓ) منصب نبوت کی دولت سے مشرف نہ ہوئے۔ حضرت عمرؓ فائز کمالات نبوت تو تھے لیکن نبی ہرگز نہ تھے۔ کیونکہ کمالاتِ نبوت کو منصبِ نبوت لازم نہیں اور کمالاتِ نبوت کا حصول حضورؐ کی شانِ خاتمیت سے متصادم نہیں۔ ہاں وہ منصب نبوت نہ پا سکے۔ کیونکہ حضورؐ پر ہر طرح کی نبوت ختم ہو چکی تھی۔

مکتوب گرامی بنام میر محمد نعمانؒ

شرکت در نبوت و مساوات با انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کفر است [2]

خلاصہ اینکہ جو شخص کمالاتِ نبوت پر فائز ہو اس کا نبوت میں شریک ہو جانا اور انبیاء کرام کے ساتھ برابر آ جانا یہ عقیدہ کفر ہے۔

حضرت امام ربّانیؒ کے ہاں حضور اکرمؐ کے بعد غیر تشریعی نبوت بھی باقی نہیں

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ شرائع سابقہ میں اولوالعزم پیغمبروں کی رحلت کے بعد ایک ہزار سال تک ایسے انبیاء کرام اور رُسل عظام مبعوث ہوتے رہتے جو ان پہلے اولوالعزم

---

[1] مکتوبات جلد ۲ مکتوب ۲۴ صفحہ ۴۳ نول کشور [2] ایضاً جلد ۲ مکتوب ۹۹ صفحہ ۱۸۰

پیغمبروں کی شریعت کی ترویج و تقویت کرتے رہتے. جب اس پیغمبر کی شریعت کا دورۂ دعوت ختم ہو جاتا اور اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہو جاتا. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت چونکہ ہر نسخ و تبدیل سے محفوظ ہے. آپ کی امت کے علماء کو انبیاء (غیر تشریعی) کا حکم دے کر حضور کی شریعت کی ترویج و تقویت اُن کے سپرد کی گئی. اس کے باوجود ایک اولوالعزم پیغمبر (حضرت عیسیٰؑ) کو آپ کا تابع قرار دیا گیا. تاکہ وہ بھی آپ کی شریعت کی ترویج و تقویت کرے۔

حضرت امام ربانی کی اس تصریح سے یہ حقیقت بکمال واضح ہے کہ وہ امم سابقہ کے غیر تشریعی انبیاء کے قائم مقام اس امت کے علماء ہی کو پیش کرتے ہیں اور جس طرح پہلے اولوالعزم پیغمبروں کی شریعت کی ترویج و تقویت اس دور کے غیر تشریعی انبیاء کرتے تھے. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی ترویج و تقویت اب ان کے قائم مقام علمائے امتِ محمدیہ کے سپرد ہے. اس امت میں اب کوئی غیر تشریعی نبی ہرگز مبعوث نہیں ہوگا. حضرت مجدد الف ثانی رح کی اس تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کے ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب غیر تشریعی نبوت بھی ہرگز باقی نہیں. حضرت امام کی اصل عبارت یہ ہے۔

بعد از ہزار سال از ارتحال پیغمبراں اولوالعزم از انبیاء کرام و رسل عظام مبعوث مے شدند کہ تقویت شریعت آں پیغمبراں فرمایند و اعلاء کلمہ او نمایند و چوں دورۂ دعوت شریعت او تمام مے شد پیغمبر اولوالعزم دیگر مبعوث مے گشت و تجدید شریعت خود مے فرمود و چوں شریعت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات از نسخ و تبدیل محفوظ است علماء امت اورا حکم انبیاء دادہ کار تقویت شریعت و تائید ملت را بایشاں تفویض فرمودہ مع ذلک یک پیغمبر اولی العزم را متابع او ساختہ ترویج شریعت او نمودہ است قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔

بداند کہ بعد از ہزار سال بعد از ارتحال خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات و

والسلام اولیائے امت او کہ بظہور آیند ہر چند اقل باشند اکمل بوند تا
تقویت ایں شریعت بروجہ اتم نمایند[1]

ان حقائق و تصریحات کی روشنی میں حضرت امام ربانی رح کو اجرائے نبوت کا قائل قرار دینا صرف انہی لوگوں کا کام ہے جن کے دل فکر آخرت سے بالکل خالی اور اُن کی آنکھوں پہ جہالت اور بد دیانتی کے اتنے دبیز پردے ہیں کہ انہیں بآسانی اُٹھایا نہیں جا سکتا۔ ختم اللہ علی قلوبھم و علی سمعھم و علی ابصارھم غشاوۃ۔ واللہ علی ما نقول شھید۔

مولانا رومؒ کا عقیدۂ ختم نبوت

حضرت مولانا رومؒ (۶۷۲ھ) کا بھی عقیدہ ختم نبوت وہی ہے جو اس امت میں چودہ سو سال سے مجمع علیہ چلا آ رہا ہے کہ جو شخص حضرت خاتم النبیینؐ کے بعد نبوت کا دعوے کرے اسے پکڑ لو اور جیل میں ڈال دو ــــ اس کی کوئی گنجائش نہیں کہ آپ اس سے پوچھیں کہ جناب والا آپ بتائیں کہ کیا آپ مستقل تشریعی نبی ہیں یا غیر تشریعی نبی ہو کر آئے ہیں؟

کیا اس سے پہلے یہ پوچھیں گے اور پھر کوئی اہم کارروائی کریں گے؟ ــــ نہیں ــــ بلا تفصیل اسے پکڑ لیں اور جیل میں ڈال دیں ــــ صرف اتنا معلوم کریں کہ کیا اس کا دماغی توازن درست ہے وہ کہیں پاگل تو نہیں۔ اگر پاگل ہے تو اس کا حکم اور ہے۔

حضرت مولانا رومؒ کے زمانے میں ایک شخص نے دعوئے نبوت کیا ــــ اس کا کیا حشر ہوا اسے مولانا سے سُنیئے۔ حضرت نے چونکہ اس کے اس حشر اور انجام پہ کوئی اعتراض نہیں کیا معلوم ہوا آپ کا موقف اور عقیدہ بھی یہی تھا۔ ورنہ کچھ تو گنجائش رکھتے اور اس پہ نرمی کرتے۔

آں یکے مے گفت من پیغمبرم ۔۔۔ وز ہمہ پیغمبراں فاضل ترم
گردنش بستند و بردندش بشاہ ۔۔۔ کیں ہمہ گوید رسولم از اللہ

---

[1] مکتوبات جلد اول مکتوب ۲۰۹ صفحہ ۲۱۱

خلق بر وے جمع چوں مور و ملخ — کہ چہ مکر است و چہ تزویر و چہ فخ [۱]

ترجمہ۔ وہ کہتا تھا میں پیغمبر ہوں اور میں تمام پیغمبروں سے زیادہ علم و فضل والا ہوں۔ لوگوں نے اسی وقت اس کی گردن دبوچی — باندھا اور اسے حاکم کے پاس لے گئے اور کہا یہ کہتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے رسول ہو کر آیا ہوں۔ لوگ اس کے گرد چونکہ چیونٹیوں اور مکڑیوں کی طرح جمع ہو گئے کہ یہ کیا مکر اور فریب اور دھوکہ ہے۔

عوام کی یہ یورش بتا رہی ہے کہ ان کے ذہن میں یہ کوئی نقشہ نہ تھا کہ اس طرح کا نبی آسکتا ہے اور اُس طرح کا نہیں۔ وہ ختم نبوت پر ایک ہی نظریہ رکھتے تھے کہ حضورؐ کے بعد جو بھی نبوت کا دعوےٰ کرے وہ مکر و دھوکہ اور جعل سازی کا مرتکب ہے۔

نبوت کو ایسی بھول بھلیاں نہ بنا دو کہ لوگ دیکھتے رہیں کہ یہ حضرت کس قسم کے نبی ہو کر آئے ہیں۔ اُن کا بس ایک ہی نظریہ تھا کہ جو کوئی نبوت کا دعویٰ کرے اس کی گردن دبوچ لو۔ اگر لوگوں کے اس عمل میں کوئی بنیادی غلطی ہوتی تو حضرت مولانا رومؒ اس پر ضرور کچھ تنبیہ فرماتے — معلوم ہوا اس باب میں کسی کے لیے کوئی رعایت نہیں۔

قادیانی مناظر اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس شخص کا دعوےٰ نبوت پہلے سے ہی تشریعی تھا۔ اس لیے لوگ جوتے لے کر اس کے درپے ہو گئے۔ اس سے اس کے دعویٰ کی قسم پوچھنے کی اب کیا ضرورت تھی۔ اس نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا۔

وز ہمہ پیغمبراں فاضل ترم — میں پہلے سب پیغمبروں سے بہتر ہوں۔

ہم ان سے کہتے ہیں کہ جب چودھویں صدی کے ایک مدعی نبوت نے یہ کہا تو آپ نے اسے تشریعی نبوت کا مدعی کیوں نہ سمجھا اور اس کی جوتوں سے ضیافت کیوں نہ کر دی؟

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے — من بعرفان نہ کمترم کسے

کم نیم زاں ہمہ برُوئے یقین — ہر کہ گوید دروغ ہست لعین [۲]

---

[۱] مثنوی حصہ پنجم صفحہ ۱۱۸، صفحہ ۱۱۹ [۲] نزول مسیح صفحہ ۹۹

ترجمہ: انبیاء اگرچہ بہت سے ہوئے لیکن مرتبہ میں مَیں ان میں کسی سے کم نہیں ہوں یقیناً ان میں سے کسی سے کم نہیں ہوں، جو ایسا کہتا ہے وہ جھوٹ کہتا ہے اور وہ لعنتی ہے۔

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسیٰ کجا است تا بنہد پا بہ منبرم[۱]

ترجمہ: یہ میں ہوں جو بشارات سابقہ کے تحت آیا ہوں، عیسیٰ بن مریم کہاں ہے کہ میرے منبر پہ پاؤں رکھے (وہ میرے برابر کیسے ہو سکتا ہے)۔

بر سرِ مطلب آمدم

مولانا رومؒ کا عقیدہ ختم نبوت اُن کے اس شعر سے بھی ظاہر ہے۔ اسے بھی سُن لیں۔

یا رسول اللہ رسالت را تمام تو نمودی ہمچو شمس بے غمام[۲]

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! آپ نے رسالت کو اس طرح تمام کیا (سلسلہ نبوت کو اس طرح ختم فرمایا) جس طرح سورج بغیر بادلوں کے پُوری طرح روشن ہو۔

یہ رسالت کے اظہار کی بات نہیں رسالت کا اتمام ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ پہ تمام نبوتیں اور رسالتیں ختم ہیں۔ ختمِ نبوت کا تاج آپ کے سر پہ ہے۔ آپ نے جس مدعی نبوت کا قصہ بیان کیا ہے اس کے دعویٰ نبوت کو بر سر عام مکر و تزویر کہا ہے ــــ اور اس میں کوئی استثناء نہیں رکھا ــــ اگر آپ کے ہاں حضورؐ کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دروازہ کھلا ہوتا تو آپ یہاں ضرور اُسے بیان کرتے۔ اہل علم کا موقع بیان پر کسی چیز کو بیان نہ کرنا اس کی نفی کا فائدہ دیتا ہے۔

رہا اپنے شیخ کو فنا فی الرسالۃ کے آئینہ میں نبی کہہ دینا تو یہ شیخ کو مقامِ نبوت میں نہیں لے آتا۔ نہ اس سے شیخ کے لیے نبوت ثابت ہوتی ہے۔ یہ ایک خالص مجازی تعبیر ہے جو مریدین اور شاگرد کسی شیخ کے حق میں ذکر کر دیں۔ لیکن ایسی کسی مثال میں شیخ نے بھی کہہ دیا ہو کہ ہاں میں

---

[۱] مفردات صفحہ ۱۴۲ [۲] مثنوی شریف حصہ پنجم صفحہ ۳۹

واقعی ظلی اعتبار سے نبی ہوں اور یہ کہ خدا نے اس پہلو سے میرا نام نبی رکھا ہے۔ اس کا حوالہ قادیانی مبلغین اب تک کسی بزرگ سے نہیں دکھا سکے ـــــ اور نہ کبھی وہ دکھا سکیں گے۔ ولو کان بعضهم لبعض ظهيرًا۔

خالص مجازی تعبیر وہی ہے جس کا اپنا کوئی قانونی وزن نہ ہو اور نہ اس سے کسی پر کوئی حقیقی ذمہ داری آئے۔ مولانا رومؒ نے اسی پہلو سے پیر کو نبی کہا ہے اسکے لیے مرتبہ نبوت ثابت نہیں کیا۔

حضرت مولانا رومؒ کا عقیدہ ختم نبوت

حضرت مولانا رومؒ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مہمان کا ذکر فرماتے ہیں جس پر آپ نے ایمان پیش فرمایا تھا۔ اس سلسلے میں آپ لکھتے ہیں :۔

یا رسول اللہ رسالت را تمام   تو نمودی ہمچو شمس بے غمام[1]

ترجمہ۔ اے اللہ کے رسول! آپ نے رسالت کو اس طرح شرف تمام بخشے جیسے بادل کے بغیر سورج چمک رہا ہو۔

حضرت مولانا رومؒ کا عقیدہ ختم نبوت کتنا بے غبار ہے۔ جب سورج کسی قسم کے بادل کے بغیر پوری آب و تاب سے جلوہ فگن ہو تو اس میں کسی ماتحت چراغ کی ضرورت بھی نہیں ہوتی ٹھیک اسی طرح حضورؐ کے آفتاب رسالت کی ضیاء باریاں بھی کسی ماتحت روشنی کی ضرورت مند نہیں۔ حضورؐ نے ہر اعتبار سے رسالت کو شرفِ تمام بخشا ہے۔ جہاں تک کمالاتِ نبوت کا تعلق ہے اس میں مولانا رومؒ کا وہی عقیدہ ہے جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ہے کہ کمالاتِ نبوت غیر انبیاء کو بھی ملتے ہیں لیکن اس سے مقام نبوت ملنے کا وہم نہیں کیا جا سکتا۔

فکر کن در راہ نیکو خدمتے   تا نبوت یابی اندر امتے

یہاں منصب نبوت کا حصول نہیں، کمالاتِ نبوت کا حصول مراد ہے اور اگر اس میں کچھ

---

[1] مثنوی دفتر پنجم صـ ۲۹۸ لکھنؤ۔

اجمال ہے تو اس کی تفصیل مولانا رومؒ کے مذکورہ بالا عقیدہ ختم نبوت کی روشنی میں کی جائے کسی کلام کی خلاف مرادِ متکلم تشریح کرنا علم و دیانت کے یکسر خلاف ہے۔ مولانا تو اس اعتبار سے ہر متبع سنت، پیر و مرشد کو مجازی نبی کہتے ہیں ؎

دستِ را مسپار جز در دستِ پیر — پیر حکمت و علیم است و خبیر

آں نبی وقت باشد اے مرید — تا از و نورِ نبی آید پدید

کیا قادیانی حضرات ان تمام کاملین کو جو تاریخ کے مختلف دوروں میں امتِ مسلمہ کے پیر و مرشد رہے۔ یہ لوگ نبی تسلیم کرتے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر مولانا مرحوم کے کلام کو ان کی مراد کے خلاف من گھڑت معنی کیوں پہنائے جاتے ہیں۔

مولانا رومؒ سے حضورؐ کی خاتمیت زمانی کا یہ بیان بھی ساتھ رکھیے:

سکہ شاہاں ہمے گردد دگر — سکہ احمد بہ بیں تا مستقر

ایں ہمہ انکار و کفر آں نژاد شاں — چوں در آمد سید آخر زماں[1]

ترجمہ۔ بادشاہوں کے سکے بدلتے رہتے ہیں احمد کے سکے کو دیکھو یہ اس وقت تک کے لیے ہے جب تک دنیا قائم رہے۔ جب حضور سید آخر زماں تشریف لائے تو یہ لوگ کفر و انکار کے سوا کچھ حاصل نہ کر پائے۔

جب آپ سید آخر زماں ٹھہرے تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ بس آپ کا دور ہی آخری دور ہے اور اس آخری دور کی ظلمتیں اور اندھیرے سب آپ کی ہدایت سے ہی مٹیں گے ـــــ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ دنیا میں آخری زمانے میں آپ کے عمل و دخل سے ہی ہدایت پھیلے گی اور اس دور میں کسی اور نبی کی بعثت نہ ہوگی۔ مولانا رومؒ کے اس شعر میں اس کی اور وضاحت موجود ہے:

کارِ ہادی ایں بود تو ہادی — ماتم آخر زماں را شادی[2]

ترجمہ۔ ہادی کا کام یہی ہے اور آپ ہی ہر دور کے ہادی ہیں۔ آخری دور میں جو

---

[1] مثنوی دفتر چہارم ص ۲۶۲ [2] ایضاً ص ۱۴۶

دین کا ماتم ہوگا (طرح طرح کے فتنے اٹھیں گے) اس کا ازالہ آپ کے دم قدم سے ہی ہوگا۔ اس وقت کی خوشی آپ کا وجود باجود ہی ہے۔

آپ اس میں یہ کہہ رہے ہیں کہ آخری دور کی ظلمتیں آپ کے ذریعہ ہی چھٹیں گی ان کے لیے اور کسی نبی کی بعثت نہ چاہیئے۔

مولانا رومؒ کے اس کھلے عقیدے کے بعد بھی کیا کوئی شخص اس کا انکار کر سکتا ہے کہ آپ صرف ختم نبوت مرتبی کے قائل تھے اور حضورؐ کو زماناً آخری نبی نہ مانتے تھے۔ آپ نے اگر حضورؐ کی ختم نبوت مرتبی کا ذکر کیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ معاذاللہ ختم نبوت زمانی کے قائل نہ تھے یا کہ ان دونوں طرح کی ختم نبوت کو یکجا تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ یا یہ ہوگی یا وہ۔ نعوذ باللہ من الجہل و سوء الفہم۔

قادیانیوں کا ایک اعتراض اور اُس کا جواب

اعتراض: پھر مولانا روم نے پیر کو وقت کا پیغمبر کیوں کہا ہی تو ہے جو غیر تشریعی نبی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں،

دست را مسپار جز در دست پیر   پیر حکمت کہ علیم است و خبیر
آں نبی وقت باشد اے مرید   تا ازو نورِ نبی آید پدید[1]

جواب: پہلے مصرعہ میں جو پیر کو نبی کہا گیا ہے دوسرے میں اس کی مکمل وضاحت کردی گئی ہے کہ وہ نبی نہیں۔ نبی پاک صرف حضورؐ ہی ہیں۔ وہ صرف آپ کے فیض کے لیے وسیلہ بنا ہوا ہے ـــــ اگر تمام پیروں کو نبی مانا جاتا تو آج تاریخ میں اس امت کے نبیوں کی ایک اور طویل فہرست ہوتی جو حضورؐ ختمی مرتبت کے بعد نبی ہوئے ہوتے اور اُن کے ذریعہ حضورؐ کا فیض ان کے مریدوں تک پہنچا ہوتا۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ ان پیروں میں سے کسی نے اپنے لیے کسی درجے کی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ نہ اس کے نہ ماننے والوں کو کسی آسمانی عذاب کی دھمکیاں دیں۔

---

[1] مثنوی

سو اس شعر میں پیر کے لیے نبی وقت کا لفظ محض ایک مجازی تعبیر ہے اور یہ اسی طرح ہے جس طرح فردوسی انوری اور سعدی کو بھی ابیات قصیدہ اور غزل کا پیغمبر کہا گیا ہے۔

در شعر سہ کس پیغمبران سخن اند ہر چند لا نبی بعدی
ابیات و قصیدہ و غزل را فردوسی و انوری و سعدی

قادیانیوں کو اگر پیر کو نبی وقت کہنے پر اصرار ہے تو انہیں چاہیئے کہ پیر کو آسمان کی سیڑھی بھی ساتھ کہا کریں اور اسے بھی حقیقت سمجھیں جس طرح انہوں نے مولانا روم کے اُسے نبیِ وقت کہنے کو حقیقت سمجھ رکھا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:۔

من نجویم زیں سپس راہ اثیر پیر جویم پیر جویم پیر پیر
پیر باشد نردبان آسمان تیر پراں از کہ گردد از کمان

ترجمہ: میں اس کے بعد آسمان کی راہ نہ دیکھوں گا میں کامل کی تلاش کروں گا۔ یہ پیر ہے جو آسمان کی سیڑھی بنتا ہے تیر تبھی اُڑتا ہے جب وہ کمان سے نکلے۔

یہ بات کسی صاحب علم سے مخفی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت خود ایک قیامت کی خبر تھی کہ آپ کے بعد اب دُنیا کا خاتمہ ہوگا کوئی اور نبی آنے کا نہیں۔ پھر لوگ جب آپ سے پُوچھتے کہ قیامت کب آئے گی تو آپ فرماتے کہ بس اس کا علم تو صرف اللہ رب العزت کے پاس ہی ہے۔ مولانا روم باقی امت کی طرح حضورؐ کو ہی اس دور کا پیغمبر مانتے تھے۔

زد قیامت را ہمے پرسیدہ اند کای قیامت تا قیامت راہ چند
باز بانِ حال مے گفتے بسے کہ ز محشر حشر را پرسد کسے[1]

ترجمہ: حضورؐ سے لوگوں نے قیامت کے بارے میں پُوچھا۔ اے دورِ آخر کے نشان! قیامت اب کتنے فاصلہ پر ہے؟ آپ زبانِ حال سے یہی جواب دیتے رہے کہ کیا محشر سے بھی کوئی حشر کا سوال پوچھتا ہے کہ کب بپا ہوگا۔

---

[1] مثنوی دفتر ششم ص ۸۷

یعنی محشر جس طرح دنیا کا ایک آخری اجتماع ہے میں اسی دنیا کا ایک آخری پیغمبر ہوں مجھ سے اس دنیا کے آخر کا کیا پوچھتے ہو؟ یہ حضورؐ کے سید آخر زمان ہونے کی ایک اور وضاحت ہے۔

ختم نبوت زمانی کا یہ عقیدہ ختم نبوت مرتبی کے عقیدے سے متصادم نہیں، بلکہ بقول حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی یہ اسی کا معنی لازم ہے، مولانا محمد قاسم نانوتوی نے جس طرح ختم نبوت مرتبی کو بیان کیا ہے، مولانا روم بھی اس کے قائل تھے۔

بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود   مثل او نے بود و نے خواہند بود
چونکہ در صنعت برد استاد دست   نے تو گوئی ختم صنعت بر تو ہست[1]

ہم پہلے شذرات میں اس کا بیان کر آئے ہیں۔

سو جس طرح مولانا روم کا ختم نبوت مرتبی کا بیان ان کے عقیدہ ختم نبوت زمانی کے خلاف نہیں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا ختم نبوت مرتبی کا بیان بھی ان کے عقیدہ ختم نبوت زمانی کے خلاف نہیں ان کے خیال میں عوام ختم نبوت سے صرف ختم نبوت زمانی مراد لیتے ہیں محققین کے نزدیک ختم نبوت صرف ختم نبوت زمانی نہیں ختم نبوت مرتبی بھی ہے۔ مولانا روم بھی مولانا قاسم کی طرح دونوں کے قائل ہیں جیسا کہ آپ ابھی دیکھ آئے ہیں۔

یہ قادیانی ہیں جو ان دونوں میں تغائر کے قائل ہیں، ہم کہتے ہیں ختم نبوت مرتبی کو ختم نبوت زمانی لازم ہے اس کے بغیر ختم نبوت مرتبی کا عقیدہ قائم نہیں رکھا جا سکتا اور ان دونوں میں ہرگز کوئی تصادم نہیں۔ وکفیٰ باللہ شہیداً۔

حضرت مجدد الف ثانی کا یہ ارشاد ہمیشہ ذہن میں رکھیں۔

احکامیکہ بعد از انقراض زمان وحی بطریق استنباط مجتہداں حاصل گشتہ اند درمیان صواب وخطا متردد اند۔[2]

اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ انقراض وحی کے بعد اب صرف اجتہاد کی راہ ہی باقی ہے۔

---

[1] مثنوی دفتر پنجم صفحہ ۲۹۸   [2] مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۵۵

اِس اُمّت میں نبوت کا بقا کس شکل میں ہے؟

حضور خاتم النبیین کی نبوت قیامت تک کے لیے ہے۔ اس پر ایک سوال ذہن پر گذرتا ہے کہ حضور کی احادیث میں قیامت تک پیدا ہونے والے جملہ مسائل کا حل صریحاً نہیں تھا حضور کی وفات کے بعد کچھ ایسے مسائل اور حالات بھی سامنے آئے جن کا حکم نصاً قرآن و حدیث میں نہ تھا۔ ان مسائل غیر منصوصہ کو مجتہدین قرآن و حدیث سے اجتہاداً استنبط کرتے رہے اور یہ نئی ضرورت اس اجتہاد سے پوری ہوتی رہیں۔ یہ اجتہاد کی راہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی دکھلائی ہوئی تھی مجتہدین اجتہاد کی راہ سے مسائل کی دریافت کرتے ہیں ان کی ایجاد نہیں کرتے وہ احکام کے موجد نہیں ہوتے صرف مظہر ہوتے ہیں۔ سو یہ حقیقت میں حضور کی ہی نبوت ہے جو مجتہدین کے ذہن میں اترتی ہے اور پھر علمائے امت میں پھیلتی ہے۔ علماء جب اپنے مسائل میں شرح صدر محسوس کرتے ہیں تو یہ حضور کی نبوت کا فیضان ہی اُن کے دل و دماغ پر اُتر رہا ہوتا ہے اور اس طرح حضور کی نبوت امت میں جاری و ساری رہتی ہے۔

اسی طرح حضور کی نبوت کا پہلو ولایت ہے جو اولیاء اللہ کے دلوں پر اترتا ہے اور یہاں تک بھی انہیں پہنچا دیتا ہے کہ اب وہ اللہ تعالیٰ سے براہِ راست فیضیاب ہونے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کشف و الہامات اور مبشرات سے نوازتے ہیں اور حضور ختمی مرتبت کی نبوت ان میں جاری و ساری رہتی ہے۔

مجتہدین کو یہ نبوت تبعیت و وراثت سے ملتی ہے اور اولیاء اللہ جب براہِ راست خدا سے وابستہ ہو جائیں تو ان کی سند عالی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حفظِ قرآن کہ قرآن کریم کسی سینہ میں اتر آئے یہ بھی ایک نبوت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا پَرتو ہے لیکن یہ وہ نبوت ہے جس کا حامل کبھی نبی کا نام نہیں پا سکتا۔ یہ لفظ نبی اس امت سے روک دیا گیا ہے اس میں نبوت باقی ہے مگر کوئی شخص نبی نہیں کہلا سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انقطاعِ نبوت کا اعلان فرمایا تو ساتھ اس کی شرح بھی فرما دی کہ اب حضور کے بعد کوئی نبی اور رسول نہ ہوگا[1] — نبوت اس لحاظ سے ختم ہے کہ وہ کسی کو نبی بنائے — رہی اس کے بغیر تو وہ اس امت کے اکابر میں جاری و ساری ہے۔ یہ افراد میں نہیں قوم میں پائی جاتی ہے۔

مولانا روم فرماتے ہیں :-

فکر کن در راہ نیکو خدمتی   تا نبوت یابی اندر امتی

---

[1] انقطعت الرسالة والنبوة فلا رسول بعدی ولا نبی او کما قال علیه الصلوٰة والسلام

محی الدین ابن عربیؒ کا عقیدۂ ختم نبوت

الشیخ الاکبر حضرت محیُ الدّین ابن العربی (۶۳۸ھ) کا عقیدۂ ختم نبوت

(۱) فما بقی للاولیاء الیوم بعد ارتفاع النبوّت الا التعریفات وانسدت ابواب الاوامر الالٰھیہ والنواھی فمن ادعاھا بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم فھو مدع شریعۃ اوحی بھا الیہ سواء وافق بھا شرعنا او خالف۔[1]

ترجمہ: پس نبوت کے ختم ہوجانے کے بعد اولیاء کے لیے صرف معارف باقی رہ گئے ہیں اور اوامر ونواہی کے دروازے بند ہوچکے ہیں۔ پس اگر کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ دعوے کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کوئی حکم دیا ہے یا کسی بات سے منع کیا ہے تو وہ مدعیِ شریعت ہے۔ خواہ اس کی وحی شریعت محمدیہ کے موافق ہو اور خواہ مخالف، وہ مدعی شریعت ضرور ہے۔

اس عبارت نے واضح کر دیا کہ :-

(۱) شیخ اکبرؒ کے نزدیک مدعی شریعت صرف وہی نہیں جو شریعتِ محمدیہ کے بعد احکام جدیدہ لے کر آئے بلکہ وہ مدعیٔ نبوت جس کی وحی بالکل شریعتِ محمدیہ کے موافق ہو وہ بھی مدعیٔ شریعت ہے۔ اور یہ دعوے بھی ختم نبوت کے منافی ہے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جس طرح نئی شریعت کا دعویٰ ختم نبوت کا انکار ہے شریعتِ محمدیہ کی موافق وحی کا دعوے بھی ختمِ نبوت کا انکار ہے حضور کے بعد ہر سلسلہ وحی منقطع ہے۔

(۳) شیخ اکبرؒ کے نزدیک تشریعی نبوت سے مراد وہ نبوت ہے جسے شریعتِ نبوت کہے خواہ وہ نبوتِ شریعت جدیدہ کی مدعی ہو اور خواہ شریعتِ محمدیہ کی موافقت کا دعویٰ کرے پس غیر تشریعی نبوت سے مراد وہ کمالاتِ نبوت اور کمالات ولایت ہوں گے جن پر شریعت نبوت کا اطلاق نہیں کرتی اور وہ نبوت نہیں کہلاتے۔

---

[1] فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صہ ۳۹

عارف باللہ امام شعرانیؒ نے الیواقیت والجواہر میں شیخ اکبرؒ کی مندرجہ بالا عبارت کو نقل کرتے ہوئے اس کے ساتھ یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں :-

فان کان مکلفًا ضربنا عنقه والا ضربنا عنه صفحًا۔[1]

یعنی اگر کوئی شخص نبوت کا دعوے کرے خواہ موافق شریعتِ محمدیہ ہو کر اور خواہ مخالف شریعتِ محمدیہ ہو کر تو اگر وہ مکلف ہوگا یعنی نابالغ اور پاگل وغیرہ نہ ہوگا تو ہم اسے اس کی سزا میں قتل کریں گے ورنہ چھوڑ دیں گے۔

ایسی واضح تصریحات کے ہوتے ہوئے کسی بدبخت سیاہ باطن کا یہ کہنا کہ شیخ اکبرؒ کے نزدیک وہ نبی پیدا ہو سکتا ہے جو موافق شریعتِ محمدیہ ہو، اگر یہود یانہ کتر و بیونت اور تحریف فی الدین نہیں تو اور کیا ہے؟ شیخ عبدالغنی نابلسیؒ "شرح فصوص الحکم" میں شیخ اکبرؒ کی ایک عبارت کا حل ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں :-

وقد انقطعت النبوۃ والرسالۃ بنبوۃ نبینا ورسولنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بحیث لم یبق احد یتصف بذٰلک الی یوم القیمۃ۔[2]

ترجمہ۔ اور تحقیق نبوت اور رسالت ہمارے نبی و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ختم ہو چکی ہے۔ اس طرح سے کہ کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جو اب وصف نبوت کے ساتھ موصوف کیا جائے گا۔

(۲) پھر شیخ الاکبرؒ نے فتوحات کے باب ۲۵۳ میں لکھا ہے :-

اعلم انه لم تجیٔ لنا خبر الٰھی ان بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی تشریع ابدًا انما لنا وحی الالھام قال تعالیٰ " ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک " ولم یذکر ان بعده وحیًا ابدًا وقد جاء فی الخبر الصحیح فی عیسٰی علیہ السلام وکان ممن اوحی الیه قبل رسول اللہ صلی

---

[1] الیواقیت جلد ۲ صـ ۳۸ [2] شرح فصوص الحکم صـ ۸۱

اللہ علیہ وسلم انہ اذا نزل اٰخر الزمان لا یومنا الا بنا ای بشریعتنا وسنتنا۔[1]

ترجمہ۔ تم جان لو کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے کوئی خبر نہیں دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی ایسی وحی ہوگی جسے شریعت وحی تسلیم کرے۔ بلکہ سوائے اس کے نہیں کہ ہمارے لیے وحی الالہام ہے۔ رب العزت نے ارشاد فرمایا ”اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی بھیجی اور آپ سے پہلے لوگوں کی طرف“ اور یہ ذکر نہیں فرمایا کہ کبھی آپ کے بعد بھی وحی ہوگی۔ ہاں یہ ضرور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ہوگی اور اُن کی طرف وحی حضور سے پہلے کی جا چکی ہے۔ وہ جب آخری زمانے میں نازل ہوں گے تو ہماری شریعت اور ہمارے طریقہ کے مطابق ہی ہماری قیادت کریں گے۔

اس عبارت سے واضح ہوا کہ حضورؐ پر نبوت کے ختم ہونے کو دو چیزیں لازم ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ کے بعد کسی کی طرف نئے سرے سے وحی نہ آئے اور دوسرے یہ کہ جن پر وحی حضورؐ سے پہلے آچکی ہے ان میں سے اگر کوئی دوبارہ آئے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو وہ شریعت محمدیہ کے تابع ہو کر آئے۔ اسی دوسرے مفہوم کے متعلق شیخ اکبرؒ کی وہ عبارت ہے جسے مرزائی لوگ مفہوم اوّل کے متعلق قرار دیتے ہیں:۔

ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی بعدی ای لا نبی یکون علی شرع یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی۔[2]

ترجمہ۔ تحقیق رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے پس میرے بعد کوئی رسول یعنی کوئی (پرانا نبی بھی) ایسا نہیں ہوگا جو میری شریعت کے خلاف رہے۔ بلکہ جب بھی ہوگا اُمتی نبی ہو کر رہے گا۔

---

[1] الیواقیت جلد ۲ صـ۸۷

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (۶۳۸ھ) کی مذکورہ بالا عبارت ہم نے علامہ شعرانی کے حوالے سے لکھی ہے۔ اصل کتاب الفتوحات المکیہ میں یہ عبارت مختلف الفاظ میں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شعرانی نے شیخ اکبر کی باتوں کو کہیں کہیں اپنے الفاظ میں نقل کیا ہے۔ لیجئے ہم یہ عبارت شیخ اکبر کے اصل الفاظ سے پیش کرتے ہیں۔

(۳) اعلم ان لنا من الله الالهام لا الوحی فان سبیل الوحی قد انقطع بموت رسول الله صلی الله علیہ وسلم وقد کان الوحی قبلہ ولم یجئ خبر الٰہی ان بعدہ وحیا کما قال ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک ولم یذکر وحیا بعدہ وان لم یلزم ھذا وقد جاء الخبر النبوی الصادق فی عیسٰی علیہ السلام وقد کان ممن اوحی الیہ قبل رسول الله انہ علیہ السلام لا یومنا الا بنا ای بسنتنا فلہ الکشف اذا انزل والالہام کما لہذہ الامۃ ولا یتخیل فی الالہام انہ لیس بخبر الٰہی[۱]

ترجمہ۔ جان لو کہ اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف الہام ہے وحی نہیں۔ وحی کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر منقطع ہو چکا ہے۔ آپ سے پہلے بے شک یہ وحی کا سلسلہ موجود تھا۔ اور ہمارے پاس کوئی الٰہی خبر نہیں پہنچی کہ آنحضرتؐ کے بعد بھی کوئی وحی ہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے،

ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک۔ (پ۲۴، الزمر آیت ۶۵ ع۷)

ترجمہ۔ اور وحی کی گئی تیری طرف اور تجھ سے اگلوں کو اگر تم نے شریک مان لیا تو اکارت جائیں گے تیرے عمل اور تو ہوگا خسارہ میں۔

اور اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے بعد کسی وحی کا ذکر نہیں کیا۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ

---

[۱] الفتوحات جلد ۲ ص۲۳۸ باب ۳۵۲

علیہ وسلم کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ سچی خبر پہنچی ہے اور آپ بے شک ان لوگوں میں ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبوت ملی کہ آپ جب اس امت کی قیادت کریں گے تو ہماری شریعت کے مطابق عمل کریں گے —آپ جب نازل ہوں گے تو آپ کے لیے مرتبہ کشف بھی ہوگا اور الہام بھی— جیسا کہ یہ مقام امت کے اولیاء اللہ کے لیے ہے —الہام میں یہ بات خیال میں نہیں آتی کہ یہ الٰہی خبر نہیں ہے الہام کا سرچشمہ بھی تو اسی کی ذات ہے

دیکھیے یہاں کس صراحت سے اس امت کے لیے سلسلہ وحی بند بتلایا گیا ہے. اگر حضورؐ کے بعد کسی قسم کی کوئی وحی جاری ہوتی تو شیخ اکبر ابن عربی اس کے یہاں اس طرح مطلقاً بند ہونے کو بیان نہ کرتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اُن کی آمد ثانی پہ اگر کوئی وحی آئے تو وہ الہام کے معنی میں ہوگی وحی اصطلاحی نہ ہوگی جو صرف نبیوں پہ آتی ہے. وہ نئی شریعت کے ساتھ ہو یا پہلی شریعت کے ساتھ — وحی آخر وحی ہے کسی قسم کی ہو اور اب یہ سلسلہ وحی ابن عربی کے ہاں قیامت تک کے لیے مسدود ہے. وحی کے یہ دونوں پیرائے ہم ابن عربی کے الفاظ میں پہلے نقل کر آئے ہیں :-

سواء وافق بها شرعنا او خالف.[۱]

ترجمہ. وحی شریعت سے ہماری شریعت کے مطابق ہو یا اس سے مختلف.

ابن عربی اس عبارت کے بعد لکھتے ہیں :-

(۴) واما فی غیر زماننا قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یکن محجیر ولذلک قال العبد الصالح خضر وما فعلته عن امری فان زمانه اعطی ذٰلک وھو علی شریعة من ربه .... وکذلک عیسٰی علیہ السلام اذا نزل فلم یحکم فینا الا بسنتنا عرفه الحق بها علی طریق التعریف لا علی طریق النبوة وان کان نبیا فتحفظوا اخوانا من غوائل ھذا الموطن

---

[۱] فتوحات مکیہ جلد ۲ ص ۳۹

فان تمیزہ صعب جدًا۔[1]

ترجمہ۔ البتہ ہمارے اس دور کے سوا حضور سے پہلے براہ راست حکم الٰہی کے ملنے میں کوئی روک نہ تھی اس لیئے حضرت خضر علیہ السلام نے کہا تھا وما فعلته عن امری کہ میں نے ایسا اپنی طرف سے نہیں کیا (خدا کے کہنے سے کیا ہے) اس دور نے آپ کو یہ مرتبہ دیا تھا اور آپ اپنے رب کی طرف سے ایک شریعت پر تھے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں تو آپ ہمارے طریق کے مطابق حکم کریں گے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو علی طریق تعلیم بتایا ہو گا علی طریق نبوت نہیں۔ گو آپ اپنی ذات میں نبی ہوں گے۔ ہمارے بھائیو! اس مقام کے پھسلا دینے والے پرائے سے بچو۔ اس مقام کا پہچاننا بہت مشکل مرحلہ ہے۔

پیش نظر رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مقام نبوت کی نفی نہیں۔ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو آنا ہی ہے۔ ہاں نبوت ملنے کی نفی ہے جسے کہ تشریع کہتے ہیں۔ حاصل ایں کہ یہاں انقطاع تشریع ہے۔ یعنی نبوت ملنے کا انقطاع ہے خود نبوت کا انقطاع نہیں۔ اگر اس عبارت کا یہ معنیٰ نہ کیا جائے تو اول تو سیاق و سباق کی مخالفت ہو گی۔ ثانیاً شیخ اکبرؒ کی اپنی دوسری تصریحات کے ساتھ تعارض واقع ہو گا جس میں آپ صراحت فرما چکے ہیں کہ کوئی مد موافق شریعت محمدیہ، نبی بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ باب نبوت بند ہو چکا ہے۔

شیخ اکبر لکھتے ہیں:۔

(۵) فاخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرؤیاء جزء من اجزاء النبوة فقد بقی للناس فی النبوة هذا و غیره ومع هذا لا یطلق اسم النبوة ولا النبی الا علی المشرع خاصة فحجر هذا الاسم لخصوص وصف معین فی النبوة وما حجر النبوة التی لیس فیها هذا الوصف الخاص وان کان

---

[1] فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۴۹

حجر الاسم فنتأدب ونقف حیث وقف صلی اللہ علیہ وسلم بعد علمنا بما قال وما اطلق وما حجر فنکون علیٰ بیّنۃ من امرنا۔[1]

ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ سچا خواب اجزائے نبوت میں سے ایک جزو ہے تو لوگوں کے واسطے نبوت میں سے صرف یہ جزو رؤیا وغیرہ باقی رہ گئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود نبوت کا لفظ اور کسی پہ بولا نہیں جا سکتا پس نبوت میں ایک خاص وصف معین ہونے کی وجہ سے اس نام یعنی نبی کی بندش کردی گئی ہے اور جس نبوت میں یہ وصف خاص نہیں جیسے مبشرات اور سچے خواب اسے نہیں روکا گیا۔ اگرچہ اس پر لفظ نبی نہ بولا جائے گا۔ ہم ادب کے پہلو سے بات کرتے ہیں اور وہیں ٹھہرتے ہیں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرے بعد اس کے کہ ہم نے جان لیا جو آپ نے فرمایا۔ کس قسم کو باقی رکھا اور کس کو بند کیا۔ اس طرح ہم اپنے معاملہ میں ایک واضح راہ پر رہیں گے۔

یہاں جس چیز کو نبوت کہا گیا ہے وہ نبوت نہیں نبوت کا فقط جزو ہیں۔ امت میں یہ نبوت جاری و ساری ہے لیکن اس سے اس کا حامل نبی نہیں کہلاتا۔ اب اس لفظ (نبی) کا کسی پر اتارنا بند ہے نہ اس نبوت کا کوئی قانونی وزن ہے۔ جس نبوت کا قانونی وزن تھا وہ بس وہی ہے جو اپنے حامل کو نبی بنائے کسی نئی شریعت کے ساتھ ہو یا کسی پہلی شریعت کے ساتھ —— اور ظاہر ہے کہ جس نبوۃ میں تشریع (قانونی وزن) ہو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے۔

یُوں سمجھئے کہ وہ نبوت جو اس امت میں جاری و ساری ہے (سچے خواب جنہیں حدیث میں مبشرات کہا گیا ہے) وہ ولایت اور نبوت کے بامین ایک برزخی درجہ ہے۔ اس نبوت اور جس

---

[1] فتوحات مکیہ جلد ۱ صفحہ ۵۲۸

نبوت کا قانونی درجہ ہو۔ یہ دو علیحدہ علیحدہ حقیقتیں ہیں پہلے اسی کو نبوت کہا گیا ہے جو قانونی درجے میں ہو اور اس پر سب کا اتفاق ہوا۔ ہاں ان صوفیہ کے ہاں نبوت کی ایک اور قسم ہے جس کا قانونی درجہ نہیں نہ اسے ماننا کسی پر لازم کیا گیا ہے اور اسے نبوت کہنے پر بھی سب علماء کا اتفاق نہیں اور یہ حقیقت میں نبوت سے ایک نیچے کا مقام ہے۔ فتوحات کے باب ۱۵۵ میں دیکھیں :۔

بین الولایة والنبوة برزخ — فیه النبوة حکمها لا یجهل

لکنها قسمان ان حققتها — قسم بتشریع و ذالک الاول

عند الجمیع و ثم قسم اٰخر — مافیه تشریع و ذالک الانزل

یہ دوسری قسم جو اپنے حامل کو نبی نہیں بناتی اس کی اپنی ایک رفتار عمل ہے وہ یہ کہ یہ افراد میں نہیں امتوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ مولانا روم کے اس شعر میں اسی طرف اشارہ ہے ؎

فکر کن در راہ نیکو خدمتی — تا نبوت یابی اندر اُمتے

ان حضرات کی اس تعبیر کو صرف اشارے سے جانچنا اور ان کے ان تفصیلی بیانات کو جو انہوں نے اس موضوع پر دیئے کہ حضور خاتم النبیینؐ کے بعد نہ اب کوئی ایسا نبی آسکتا ہے جو پہلی شریعت کا پابند ہو اور نہ وہ جو اس شریعت کے ساتھ چلے یکسر انداز کرنا یہ وہ راہِ دجل ہے جو قادیانی مبلغین نے ان حضرات کو اپنا ہمنوا ظاہر کرنے میں اختیار کر رکھی ہے اور یہ سراسر غلط ہے۔

شیخ اکبر ابن عربی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب متعلق انقطاع نبوت ورسالت کا اعلان فرمایا تو اس پر متنبہ فرمایا کہ یہ وہ نبوت و رسالت ہے جس کا حامل نبی اور رسول کہلا سکے۔ یہ حضورؐ پر ختم ہو چکی۔ آپ نے یہ وضاحتی جملہ بھی ساتھ فرما دیا :۔

ان الرسالة والنبوة قد انقطعت ولا نبی ولا رسول بعدی ولکن بقیت المبشرات قالوا وما المبشرات قال رؤیا المسلمین جزء من اجزاء النبوة۔[1]

ترجمہ۔ بے شک نبوت اور رسالت ملنا منقطع ہو چکا۔ اب میرے بعد کوئی نبی اور

---

[1] فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۳۳۲ و راجع لہ الترمذی جلد ص

نہ ہو سکے گا ہاں مبشرات باقی ہیں صحابہؓ نے پوچھا مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا مسلمانوں کے سچے خواب نبوت کا ایک جزو ہیں۔

(٦) شیخ ابن عربی لکھتے ہیں:۔

وليست النبوة بمعقول زائد على هذا الذي ذكرنا الا انه لم يطلق على نفسه من ذلك اسما كما اطلق فى الولاية فسمى نفسه وليا وما سمى نفسه نبيا مع كونه اخبرنا وسمع دعاءنا فهو من الوجهين بهذه المثابة و لهذا قال صلى الله عليه وسلم ان الرسالة والنبوة قد انقطعت وما انقطعت الا من وجه خاص انقطع منها مسمى النبي صلى الله عليه وسلم والرسول و لذلك قال فلا رسول بعدي ولا نبي ثم ابقى منها المبشرات وابقى منها حكم المجتهدين وازال عنهم الاسم وابقى الحكم وامر من لا علم له بالحكم الالهى ان يسأل اهل الذكر فيفتونه بما اداه اليه اجتهادهم ..... ولكل فى هذه الامة شرع مقرر لنا من عند الله مع علمنا ان مرتبتهم دون مرتبة الرسل الموحى عليهم من عند الله فالنبوة و الرسالة من حيث عينها وحكمها ما نسخت وانما انقطع الوحى الخاص بالرسول والنبي من نزول الملك على اذنه وقلبه وتحجير لفظ اسم النبي والرسول فلا يقال فى المجتهد انه نبي ولا رسول[۱]

ترجمہ: نبوت اس چیز سے زائد کچھ نہیں جو ہم نے ذکر کی ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنے لیے کوئی نام نہیں لیا جیسا کہ اس نے ولایت سے اپنا نام لیا اور اپنے آپ کو ولی کہا اور اپنے کو نبی نہیں کہا۔ حالانکہ اس نے ہمیں خبریں بھی دیں اور ہماری دعائیں بھی سنیں (نبوت خبریں دینا اور خبریں لینا ہی تو ہے۔ بایں ہمہ اس

۱۔ الفتوحات جلد ۲ صد ۲۵۳

نے اپنے لیے لفظ بھی اختیار نہیں فرمایا) پس یہ نبوت دونوں پہلوں سے اسی درجہ میں ہے (کہ اس کا حامل نبی نہیں ہو سکتا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے فرمایا کہ رسالت اور نبوت (ملنے کا سلسلہ) منقطع ہے اور یہ منقطع نہیں ہوا مگر خاص اسی جہت سے کہ اب اس کا پانے والا نبی اور رسول کا نام نہیں پا سکتا (اس بات کو کھولنے کے لیے) آپ نے اس اعلان کے بعد فرمایا کہ فلا رسول بعدی ولا نبی ـــ پھر آپ نے نبوت سے درجہ مبشرات کو باقی رکھا اور مجتہدین کے استنباط کو بھی باقی رکھا اور ان پہ (مجتہدین پہ) اسم نبی نہ آنے دیا اور (ان کے استنباط کردہ احکام کے ذریعہ) نبوت کو باقی رکھا اور جس شخص کو کسی مسئلہ میں حکم الٰہی کا پتہ نہ ہو اسے کہا کہ وہ اہلِ ذکر سے پوچھ لے وہ اسے اپنے اجتہاد سے (حکم شریعت کا) فتویٰ دیں .... اور اس امت میں ان میں سے ہر ایک چیز (مبشرات ہوں یا استنباط کردہ مسائل) ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے شرع مقرر ہیں باوجودیکہ ہمیں علم ہے کہ ان اولیاء اللہ اور مجتہدین کا مقام رسولوں کے مرتبہ سے نیچے ہے جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی ہے پس نبوت اور رسالت اپنے سرچشمہ اور حکم کے اعتبار سے منقطع نہیں صرف وہ وحی منقطع ہوئی ہے جو نبی اور رسول سے خاص ہوتی ہے جس میں اس کے کانوں اور دل پر فرشتہ اترتا ہے۔ نبی اور رسول کا کام اب ہر ایک سے روک دیا گیا سو مجتہد کے بارے میں (باوجودیکہ اس سے شریعت کا حکم ملتا ہے) نبی اور رسول کا لفظ نہیں بولا جا سکتا۔

کیا اس چشمہ جاری کا نام نبوت رکھا جا سکتا ہے

جب یہ قسم نبوت جس کے حامل کو نبی نہیں کہا جا سکتا اس امت میں جاری و ساری ہے

لہ الفتوحات جلد ۲ صـ۲۵۳

تو اسے نبوت کیوں نہیں کہا جا سکتا. جو امتی یہ مقامِ نبوت پائے اس کے لیے یہ نبوت پردۂ غیب میں ہے اور نبی کے لیے نبوت مقامِ شہادت میں ہوتی ہے، پردۂ غیب میں نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ جس نے قرآن کریم حفظ کیا اس کے دونوں پہلوؤں میں نبوت اُتار دی گئی ـــــ شیخ اکبر ابن عربی (۶۳۸ھ) لکھتے ہیں :-

والنبی صلی اللہ علیہ وسلم قد قال فیمن حفظ القرآن ان النبوۃ قد ادرجت بین جنبیه فانها له غیب وھی للنبی شہادۃ فھذا ھو الفرقان بین النبی والولی فی النبوۃ فیقال فیه نبی و یقال فی الولی وارث..... وبعض الاولیاء یأخذونها وراثة عن النبی وھم الصحابة الذین شاھدوہ اومن راٰہ فی النوم ثم علماء الرسوم یاخذونها خلفاً عن سلف الی یوم القیٰمة فیبعد النسب واما الاولیاء فیأخذونها عن اللہ تعالیٰ من کونه ورثها وجاء بها ھٰؤلاء فھم اتباع الرسول بمثل ھٰذا السند العالی۔[۱]

ترجمہ ۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں جو قرآن کریم زبانی یاد کرلے فرمایا ہے کہ اس کے دونوں پہلوؤں میں نبوت اُتار دی گئی. وہ نبوت اس کے لیے (اس حافظ کے لیے) غیب ہے اور وہ نبی کے لیے کھلی بات ہوتی ہے. نبی اور ولی کی نبوت میں یہی فرق ہے. نبی کو اس نبوت کے ساتھ نبی کہا جاتا ہے اور ولی کو وارث کہا جاتا ہے...... بعض اولیائے کرام اسے نبی سے بطور جانشین پاتے ہیں اور وہ صحابہؓ ہیں جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا یا وہ (اولیاء ہیں) جنہوں نے آپ کو خواب میں دیکھا پھر (نبوت پانے والے) علماء رسوم ہیں

---

[۱] الفتوحات جلد ۲ صفحہ ۲۵۳ وراجع له صفحہ ۲۷۵

جو اس (نبوت کو) خلف عن السلف کے طور پر قیامت تک لیتے رہیں گے پس ان ان کی نسبت زیادہ فاصلے پر آتی جائے گی ــــ لیکن جو اولیار کرام ہیں وہ اسے اللہ تعالیٰ سے پا لیتے ہیں. اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو خود خدا نے آپ سے لے لیا اور ان اولیار کو وہ دولت پہنچادی. سو وہ (اولیار کرام) بھی اتباع الرسل ٹھہرے لیکن ان کی نسبت اب سند عالی ہو چکی.

ابن عربی کے ہاں نبوّت اور رسالت دونوں سلسلے بند

(۷) وباب النبوة قد سده کما سد باب الرسالة اعنی نبوة التشریع وما بقی بأیدینا الا الوراثة الی یوم القیٰمة یقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی.[1]

ترجمہ. آپ نے نبوت کے دروازے کو بھی بند کیا جیسا کہ رسالت کے دروازے کو ــــ اس سے مراد قانونی درجے کی نبوت ہے اور ہمارے ہاتھوں میں سوائے سلسلہ وراثت کے جو قیامت تک رہے اور کچھ نہیں. آنحضرتؐ فرماتے ہیں رسالت اور نبوت دونوں سلسلے بند ہو چکے. اب میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ کوئی نبی.

یہاں پر نبوت تشریع کی اصطلاح یاد رکھیں. شیخ ابن عربی کے ہاں یہ نبوت ولایت کے مقابلے کا لفظ ہے. نبوت ولایت اور نبوت شرائع دو متقابل اصطلاحیں ہیں. نبوت ولایت کے حامل کو نبی کہا جا سکتا ہے. حضورؐ کے بعد کسی آنے والے کے لیے لفظ نبی وارد ہوا ہے تو صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ــــ کسی نئے پیدا ہونے والے کے لیے اس لفظ کو روک دیا گیا ہے ــــ شیخ ابن عربی لکھتے ہیں :-

---

[1] الفتوحات جلد ۱ ص ۴۲۹

لا نبی بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم الا وھو راجع الیہ کعیسیٰ اذا نزل:
حضرت عیسیٰ بھی اگر نبی ہوں اور وہ یہاں کبھی دیکھے بھی گئے ہوں تو وہ یہاں نماز حضورؐ کے طریقہ پر ہی پڑھیں گے. نبوت یا رسالت اب کسی نئے آنے والے کے لیے نہیں. یہ دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا.
شیخ ابن عربی مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

(۸) فھذا الحدیث من اشد ما جرعت الاولیاء مرارتہ فانہ قاطع للوصلۃ بین الانسان وبین عبودیتہ..... فابقی علینا اسم الولی وھو من اسمآئہ سبحانہ وکان ھذا الاسم قد نزعہ من رسولہ وخلع علیہ اسمآء بالعبد والرسول ولا یلیق باللہ ان یسمی نفسہ بالرسول...... ولما علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی امتہ من یجرع مثل ھذا الکاس وعلم ما یطرأ علیھم فی نفوسھم من الالم لذلک رحمھم فجعل لھم نصیبًا لیکونوا بذلک عبید العبید فقال للصحابۃ لیبلغ الشاھد الغائب فامرھم بالتبلیغ لینطلق علیھم اسمآء الرسول التی ھی مخصوصۃ بالعبید..... فالصحابۃ اذا نقلوا الوحی علی لفظہ فھم رسل رسول اللہ والتابعون رسل الصحابۃ وھکذا الامر جیلاً بعد جیل الی یوم القیٰمۃ۔ [۱]

ترجمہ: بس یہ حدیث ان گھونٹوں میں بہت سخت ہے جن کی تلخی اولیاء اللہ نے محسوس کی. یہ اس وصل کو ٹوٹتے بتاتی ہے جو انسان اور اس کی عبودیت میں قائم تھا..... اس پہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے ولی کا نام باقی رکھ لیا اور وہ (اسم ولی) اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے. گویا اللہ تعالیٰ نے جیسے یہ نام اپنے رسول

---

[۱] الفتوحات جلد ۱ صہ ۱۸۵

سے لے لیا اور اس پر عبدیت اور رسالت کے اسماء اُتار دیئے اور اللہ کی شان کے لائق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو رسول کہے مگر اپنے آپ کو وہ ولی کہتا ہے) اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانا کہ آپ کی امت میں جو اس پیالے کے کڑوے گھونٹ پئیں گے تو آپ نے جان لیا کہ اُن کے دلوں پر اس درد سے کیا گزرے گی تو آپ کے دل میں اُن کے لیے نرمی پیدا ہوئی پس آپ نے اُن کے لیے نبوت میں سے ایک حصہ ٹھہرایا تاکہ وہ (آپ کی امت کے اولیاء) اس سے بندوں کے بندے ہو جائیں۔ آپ نے صحابہؓ کو کہہ دیا کہ جو حاضر ہے وہ میری یہ بات ان تک پہنچا دے جو مجھ سے غائب ہیں۔ انہیں آپ نے تبلیغ پہ مامور فرمایا تاکہ ان پر رسولوں کا نام آسکے جو اس کے ان بندوں کے لیے خاص تھا.... سو صحابہؓ جب اس وحی خاتم النبیین کو بلفظہ نقل کریں تو وہ رسل رسول اللہ (حضورؐ کے رسول) ہوتے اور تابعین کرام صحابہؓ کے رسول ٹھہرے اور اس طرح اسلام کا یہ امر قیامت تک طبقہ بہ طبقہ چلتا رہے گا۔

(۹) پھر آگے فتوحات کی تیسری جلد میں لکھتے ہیں:۔

ولهذا لم يكتف رسول الله بانقطاع الرسالة فقط لئلا يتوهم ان النبوة باقية فى الامة فقال عليه السلام ان النبوة والرسالة قد انقطعت فلا نبي بعدي ولا رسول فما بقي احد من خلق الله من يامره الله بامر يكون شرعا يتعبد به فانه ان امره بفرض كان الشارع قد امره به فالامر للشارع وذلك وهم منه وادعاء نبوة قد انقطعت.[1]

ترجمہ: اس لیے حضورؐ نے صرف انقطاع رسالت کے اعلان پہ اکتفا نہیں کی تا کہیں یہ وہم نہ گزرے کہ نبوت کا منصب امت میں باقی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا نبوت

---

[1] الفتوحات جلد ۳ صہ ۳۸

اور رسالت دونوں منقطع ہیں۔ اب میرے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہوگا نہ کوئی رسول آئے گا۔ اب انسانوں میں کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جسے اللہ تعالیٰ کسی کام کا حکم دے اور وہ کام اس کے لیے ضروری ٹھہرے وہ اگر کسی فرض کی تلقین کرے گا تو شارع علیہ السلام اسے پہلے ہی اس کا امر کر چکے ہیں۔ سو یہ امر کرنا تو شارع کا حق ہے اور کوئی اسے خدا کی طرف سے کہے تو یہ ایک وہم ہے اور اس چیز کا دعویٰ ہے جو منقطع ہو چکی۔

شیخ اکبر ابن عربی کا مکاشفہ

(۱۰) شیخ اکبر ابن عربی لکھتے ہیں:۔

"میں اپنے دور کے واصلین کے ساتھ باب الٰہی پر آیا تو میں نے اسے کھلا پایا اس پر کوئی دربان یا پہرے دار نہ تھا میں وہاں ٹھہرا تاکہ میں وراثت نبوی کی خلعت پاؤں — اور میں نے ایک لٹکتا چبوترہ سا دیکھا میں نے اس پر دستک دینے کا ارادہ کیا۔ مجھے آواز آئی اس پر دستک نہ دے یہ نہ کھلے گا میں نے پوچھا یہ چبوترہ یہاں کیوں رکھا گیا ہے، اس پر مجھے بتایا گیا ۔

هذه الخوخة التي اختص بها الانبياء والرسل عليهم السلام ولما اكمل الدين اغلقت ومن هذا الباب كانت تخلع على الانبياء خلع الشرائع[1]

ترجمہ: یہ وہ خوخہ ہے جو انبیاء و رسل کے لیے ہی خاص رہا ہے جب دین مکمل ہو گیا تو اسے بند کر دیا گیا اسی دروازے سے انبیاء پہ خلعتیں اترتی تھیں۔

پھر میں نے اس دروازے پر غور کی نگاہ کی — میں نے اسے ایک وجود شفاف دیکھا — جس میں سے پیچھے تک کا نظارہ ہو رہا تھا — میں نے اس کشف کو وہ چشمۂ فہم پایا جس سے شرائع کے

---

[1] فتوحات ۳ صہ۵۱۳

وارث اور ائمہ مجتہدین اپنا حصہ پاتے ہیں بیں اسی کھڑکی پر بیٹھ گیا اور جو کچھ اس دروازے کے پیچھے تھا اسے دیکھتا رہا پھر اس کے پیچھے سے معلومات کی صورتیں میرے لیے روشن ہوئیں جیسی کہ وہ ہیں. یہ فتوحات کا وہ سرچشمہ ہے جسے علماء اپنے باطن میں کھلا محسوس کرتے ہیں اور وہ نہیں جانتے ہوتے کہ کہاں سے اُن پر یہ فتوحات آرہی ہیں. مگر یہ کہ بذریعہ کشف وہ جان لیں جیسا کہ ہم نے جانا۔"

اس کے بعد آپ لکھتے ہیں:-

(۱۱) فالنبوة العامة لا تشریع معها والنبوة الخاصة التی بابها تلك الخوخة هی نبوة الشرائع فبابها مغلق والعلم بما فیه محقق فلا رسول ولا نبی فشکرت الله علیٰ ما منح لی من المنن فی السر والعلن فلما اطلعت من الباب الاول الذی یصل الیه السالکون الذی منه تخرج الخلع الیهم رایت منه شکر الشاکرین کالصور التی تجلت لنا خلف الخوخة......

فکان محمد صلی الله علیه وسلم عین سابقة النبوة البشریة لقوله معرّفا ایانا کنت نبیّاً وادم بین الماء والطین وهو عین خاتم النبیّین[۱]

ترجمہ. پس نبوتِ عامہ جس میں کوئی تشریع نہیں اور نبوتِ خاصہ جس کا دروازہ وہ کھڑکی تھی یہ نبوت شرائع ہے (وہ پہلی شریعت کے ساتھ چلے یا نئی شریعت کے ساتھ) سو اس کا دروازہ بند ہو چکا اور اس میں جو کچھ ہے وہ علم حقیقت بن چکا. بس اب نہ کوئی رسول ہے نہ نبی (دونوں کا سلسلہ منقطع ہوا) پھر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا جیسا کہ شاکرین شکر کرتے آئے کہ اس نے ظاہر اور باطن میں مجھ پر کیا کیا احسانات فرمائے. اس پہلے دروازے پر میں آیا جس کی طرف سالک پہنچتے ہیں اس سے میں نے دیکھا کہ راہِ سلوک کے مسافروں پر خلعتیں اتر رہی ہیں اور یہ اسی طرح کی صورتیں تھیں جو میں نے اس خوخہ کے پیچھے دیکھی تھیں — پس حضرت

---

[۱] فتوحاتِ مکیہ جلد ۳ ص ۵۱۳

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس نبوت بشریہ کا سبقت لے جانے والا چشمہ ہیں جیسا کہ آپ نے ہم سے اپنا تعارف کرایا کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم کا جسم ابھی پانی اور مٹی میں ٹپا تھا اور آپ کا وہ وجود ختم نبوت کا سرچشمہ ہے۔

شیخ اکبر نے حضورؐ کے اس وجود باجود کو جو آدم کے خلعت بشری پہننے سے پہلے کا ہے ختم نبوت کا سرچشمہ قرار دیا ہے ختم نبوت مرتبی کے اس سرچشمہ سے نبوت کی نہریں بہتی رہیں اور انبیائے کرام اپنے اپنے وقت میں تشریف لاتے رہے۔ یہاں تک کہ حضورؐ کی رسالت نے خلعت بشری پہنی اور آپ زماناً سب سے آخر میں تشریف لائے۔ اب آپ کو جو خاتم النبیین کہا گیا ہے وہ اس نبوت زمانی کے اعتبار سے ہے اور اسی کو اسلام کا وہ عقیدہ ختم نبوت سمجھا جاتا ہے جو ضروریات دین میں شمار کیا گیا ہے۔

(۱۴) آپ اپنی دوسری کتاب فصوص الحکم میں اپنے اس عقیدہ کو یوں پیش کرتے ہیں :-

حقیقت نبوت آپ سے ہی شروع ہوئی اور آپ پر ہی ختم ہوئی۔ آپ نبی تھے اور آدم ہنوز آب و گل میں تھے۔ پھر اپنی نشاۃ بشری اور خلعت عنصری کے لحاظ سے آپ خاتم النبیین ہیں (کہ سب سے آخر تشریف لائے)۔[1]

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (۶۳۸ھ) نے اپنے عقیدہ ختم نبوت کی جو وضاحت کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ حضورؐ کی نبوت کے فیضان سے اس امت میں کمالات نبوت باقی ہیں مبشرات (سچے خواب) بھی کمالات نبوت میں سے ہیں اور محفوظ الہامات بھی کمالات نبوت میں سے ہیں۔ شریعت کے چشمہ صافی سے اجتہاد و استنباط سے نئے نئے مسئلوں کی دریافت اور شریعت محمدیہ کی ہمہ گیری یہ بھی کمالات نبوت میں سے ہے۔ جو ائمہ مجتہدین پر اترے بایں ہمہ لفظ نبی ان میں سے کسی پہ نہ آئے گا نہ سچے خواب دیکھنے والوں کے لیے نہ کشف کے کاملین کے لیے اور نہ ائمہ مجتہدین کے لیے۔ اس امت سے یہ لفظ اب ہمیشہ کے لیے روک دیا گیا ہے۔

---

[1] فصوص الحکم فص حکمت فردیہ بکلمہ محمدیہ ص ۳۲۴

(۱۴) پھر ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :-

کمن یوحی الیہ فی المبشرات وھی جزء من اجزاء النبوۃ وان لم یکن صاحب المبشرۃ نبیاً فتفطن لعموم رحمۃ اللہ فما تطلق النبوت الا لمن اتصف بالمجموع فذلک النبی وتلک النبوۃ التی حجرت علینا وانقطعت فان من جملتہا التشریع بالوحی الملکی فی التشریع وذلک لا یکون الا لنبی خاصۃ۔[1]

ترجمہ۔ جیسے کسی کی طرف مبشرات کی وحی آئی اور وہ مبشرات اجزائے نبوت میں سے ہیں۔ اگرچہ صاحب مبشرہ نبی نہیں ہوجاتا۔ پس رحمت الہٰیہ کے عموم کو سمجھو تو نبوت کا اطلاق اسی پر ہوسکتا ہے جو تمام اجزائے نبوت سے متصف ہو۔ وہ ہی نبی ہے اور وہ ہی نبوت ہے جو ہم سے روک دی گئی ہے اور منقطع ہوچکی ہے کیونکہ نبوت کے اجزا میں سے تشریع بھی ہے جو وحی ملکی سے ہوتی ہے اور یہ بات صرف نبی کے ساتھ مخصوص ہے

ان عبارات سے واضح ہوا کہ شیخ نے کمالات نبوت[ع] اور مبشرات کو نبوت بغیر تشریع فرمایا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ شریعت نے انہیں نبوت نہیں کہا۔ یعنی جو نبوت بغیر تشریع ہو، وہ نبوت نہیں کہلاتی۔ بلکہ نبوت کا اطلاق اسی وقت درست ہوتا ہے کہ جب تمام اجزائے نبوت جن میں تشریع بھی داخل ہے۔ (فان من جملتہا التشریع) مکمل موجود ہوں۔ پس کامل نبوت باقی نہیں

---

[1] فتوحات جلد ۲ ص۳۷۶ عہ عن انسؓ رفعہ ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت ولا نبی و لا رسول بعدی ولکن بقیت المبشرات قالوا وما المبشرات قال رؤیا المسلمین جزء من اجزاء النبوۃ۔ (فتح الباری جلد ۱۲ ص۳۳۲) پس مبشرات سے مراد مومنوں کے سچے خواب ہیں۔

عہ وصح فی الحدیث انہ من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوۃ بین جنبیہ (فتوحات جلد ۲ ص۲۷۵)

صرف بعض اجزائے نبوت باقی ہیں جنہیں نہ شرعاً نبوت کہا جا سکتا ہے نہ عرفاً جیسے چینی باوجودیکہ شربت کا جزو ہے اسے شربت کہنا حماقت اور پاگل پن ہے. خصوصاً جب کہ شیخ اکبرؒ کی اپنی اصطلاح یہ ہے کہ جب تک جزو تشریع ساتھ نہ ہو اس وقت تک نبوت کا اطلاق جائز نہیں. چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔

لایطلق اسم النبوۃ ولا النبی الا علی المشرع خاصہ۔[1]

پس اگر غیر تشریعی نبوت کو باقی بھی کہا جائے تو اس کا معنی یہی ہوگا کہ سچے خواب اور مبشرات باقی ہیں جو نہ نبوت کہلا سکتی ہیں اور نہ ان کا صاحب نبی کہلا سکتا ہے. کیونکہ حضورؐ پر نبوت ختم ہونے سے یہ نام یعنی نبی روک دیا گیا. پھر شیخ اکبرؒ فتوحات میں تشہد کی بحث میں لکھتے ہیں:۔

(۱۴) اعلم ان اللہ تعالیٰ قد سد باب الرسالت عن کل مخلوق بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم الی یوم القیمۃ۔

ترجمہ. تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کے لیے ہر شخص سے باب رسالت بند کر دیا.

(۱۵) پھر فتوحات کے چودھویں باب میں لکھا ہے:۔

اعلم ان اللہ تعالیٰ قصم ظہور الاولیاء بانقطاع النبوۃ والرسالۃ بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم وذٰلک لفقدھم الوحی الربانی الذی ھو قوت ارواحھم۔[2]

ترجمہ. تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت اور رسالت منقطع فرما کر اولیاء اللہ کی کمریں توڑ دی ہیں اور وہ اس طرح کہ وحی خداوندی جو اُن کی روحانی خوراک ہو سکے مفقود کر دی گئی ہے.

(۱۶) پھر فتوحات کے باب ۳۸ میں لکھتے ہیں:۔

---

[1] فتوحات جلد ۲ صفحہ ۲۹۵ [2] الیواقیت جلد ۲ صفحہ ۴۲ [3] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۳۹

لما اغلق اللہ باب الرسالۃ بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجرعت

الاولیاء مرارتہ لانقطاع الوحی۔[1]

پھر ایک دوسرے مقام پر لکھا ہے :-

فرحمہم الحق بان ابقی علیہم اسم الولی۔[2]

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے باب رسالت کو بند کر دیا تو انقطاع وحی کے افسوس میں اولیاء اللہ تلخیوں کے گھونٹ پینے لگے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور ولی کے نام کو ان کے لیے باقی رکھ لیا۔

(۱۷) واعلموا ان الملک یاتی النبی بالوحی علیٰ حالین تارۃً ینزل بالوحی علیٰ قلبہ وتارۃ یاتیہ فی صورۃ جسدیہ من خارج فیلقی ما جاء بہ الیٰ ذٰلک النبی علیٰ اذنہ فیسمعہ اویلقیہ علی بصرہ فیبصرہ فیحصل لہ من النظر مثل یحصل لہ من السمع سواء وقال (ای الشیخ الاکبر) ھذا باب اغلق بعد موت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلا یفتح لاحد الیٰ یوم القیمۃ لکن بقی للاولیاء وحی الالہام الذی لا تشریع فیہ۔[3]

یعنی جاننا چاہیئے کہ نبی کے پاس وحی دو طرح سے آتی ہے۔ کبھی تو فرشتہ وحی لے کر نبی کے دل پر اتارتا ہے اور کبھی جسدی صورت میں خارج سے وحی لے کر آتا ہے اور اس وحی کو اس کے کانوں پر یا اس کی آنکھوں پر القا کر دیتا ہے جسے وہ پیغمبر خود سنتا یا خود دیکھتا ہے۔ شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ وحی کے نزول کا یہ دروازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بند کر دیا گیا ہے پس اب قیامت تک یہ دروازہ کسی کے لیے نہیں کھل سکتا۔ لیکن اولیاء کرام کے لیے وحی الہام کا القا جس میں کوئی دینی احکام نہیں ہوتے وہ کھلا ہے

---

[1] الیواقیت جلد ۲ صہ ۳۹ للشعرانی [2] ایضاً صہ ۸۲ [3] ایضاً صہ ۳۷

(۱۸) لا نبی بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم الا و ھو راجع الیہ کعیسیٰ اذا نزل.

ترجمہ: حضور کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا مگر یہ کہ وہ آپ کی طرف لوٹے جیسے حضرت عیسیٰ جب آئیں گے

اپنی بات کون چھوڑے جو پہلے اپنی بات علیحدہ رکھتا ہو اور اب چھوڑ دے۔

سو شیخ اکبر ابن العربی کا عقیدہ ختم نبوت بھی وہی ہے جو جمہور امت کا ہے کہ حضور کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا اور جو اس کا مدعی ہو خواہ اس کی وحی موافق شریعت محمدیہ ہی کیوں نہ ہو وہ جھوٹا دعویدار نبوت ہے۔ (کما نقل عنہ شیخ الاسلام العلامۃ العثمانی فی الفتح ص۱۱۱ من المجلد الاول)

حضرت عیسیٰ کی حیثیت اُن کی آمد ثانی پر

سابقہ تاریخ کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ ابن مریم کو اُن کی آمد ثانی پر نبی کہا جا سکے گا لیکن ان کی اس نبوت کی کہیں نہ دعوت ہوگی اور نہ آپ کی اس نبوتِ سابقہ کے مطابق کوئی عمل ہوگا حتیٰ کہ آپ خود بھی اپنی اس پہلی شریعت پر عمل نہ کریں گے۔ یہ اس لیے کہ اب یہ دور دورِ محمدی ہے۔ اب نیا کوئی نبی پیدا نہ ہوگا اور پہلا کوئی آجائے تو وہ اپنی نبوت پر عمل پیرا نہ ہوگا۔

عقیدہ ختم نبوت کے دو پہلو ہیں۔ ۱۔ نیا کوئی نبی پیدا نہ ہو اور ۲۔ پہلا کوئی نبی آجائے تو وہ اپنی شریعت پر عمل نہ کر سکے حضور کی شریعت کے ماتحت رہے۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری نے خاتم النبیین (فارسی) میں اسی کو عقیدہ ختم نبوت قرار دیا ہے۔

قادیانی لوگ شیخ اکبر ابن عربی کا نام محض اپنے دجل و فریب کے طور پر اپنی ہمنوائی میں پیش کرتے ہیں ورنہ شیخ اکبر کی ان عبارات میں جو ہم نے یہاں ہدیۂ قارئین کی ہیں قادیانیوں کے لیے کوئی تل دھرنے کی جگہ بھی نہیں ہے۔

حضرت امام عبدالوہاب شعرانیؒ (۹۷۳ھ) کا عقیدہ ختم نبوت

حضرت علامہ شعرانیؒ حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن عربیؒ کے شاگرد ہیں اور ان کی مایۂ ناز تصنیف الیواقیت والجواہر زیادہ تر حضرت شیخ کے فیوضات پر ہی مبنی ہے. چنانچہ شیخ کی کئی عبارات ہم نے الیواقیت والجواہر کی نقل سے پیش کی ہیں. بناءً علیہ ان کے عقیدہ ختم نبوت پر علیحدہ تبصرہ ضروری نہ تھا. لیکن چونکہ بعض اہل دجل و باطل اسے مستقل عنوان کے ماتحت پیش کر رہے ہیں اس لیے چند تصریحات اس عنوان سے بھی پیش کی جاتی ہیں. اگرچہ ان کا منبعِ فیض بھی حضرت شیخ اکبر ہی ہیں.

(۱) من قال ان اللہ تعالیٰ امرہ بشیء فلیس ذلک بصحیح انما ذلک تلبیس لان الامر من قسم الکلام وصفته وذلک باب مسدود دون الناس.[۱]

ترجمہ. جو شخص کہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی بات کا حکم دیا ہے تو یہ صحیح نہیں بلکہ شیطانی فریب ہے. کیونکہ حکم قسم کلام سے ہے اور اس کی ایک صفت ہے اور یہ دروازہ لوگوں کے لیے بند ہو چکا ہے.

(۲) اعلم ان الوحی لا ینزل به الملک علی غیر قلب نبی اصلا ولا یامر غیر نبیّ بامر الٰہی جملة واحدة فان الشریعة قد استقرت وتبین الفرض والواجب والمندوب والحرام والمکروہ والمباح فانقطع الامر الالٰہی بانقطاع النبوة والرسالة وما بقی احد من خلق اللہ تعالیٰ یامرہ اللہ بامر یکون شرعًا یتعبد به ابدًا.[۲]

ترجمہ. اور تم جان لو کہ فرشتہ وحی لے کر اس دل پر نہیں اترتا جو نبی نہیں اور نہ ہی غیر نبی کو کسی امر الٰہی کے لیے ایک جملہ بھی کہتا ہے. کیونکہ شریعت قائم ہو چکی

---

[۱] الیواقیت جلد ۲ صہ ۳۸ [۲] و راجع لہ الفتوحات جلد ۳ صہ ۳۸

اور فرض و واجب و مندوب و حرام و مکروہ و مباح سب واضح ہو چکے پس نبوت اور رسالت کے ختم ہونے کے ساتھ امر الٰہی منقطع ہو چکا اور مخلوقِ خداوندی میں سے کوئی ایسا باقی نہیں رہا جسے اللہ تعالیٰ کسی ایسی بات کا حکم دے جسے شرعی طور پر ہمیشہ کے لیے ماننا ضروری ہو۔

اس عبارت میں یامرہ اللہ بامر سے مراد کوئی نیا حکم دینا نہیں یہاں امر کلام کرنے کے معنی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے کوئی بات کرے جس بات کو شرعی حیثیت حاصل ہو (سچا الہام بے شک خدائی کلام ہے جو وہ کاملین سے فرماتا ہے مگر اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہوتی) یہ دروازہ اب تمام لوگوں کے لیے بند ہے۔

علامہ شعرانی کی پہلی عبارت پر غور فرمائیں۔ اس میں لان الامر من قسم الکلام کے الفاظ صاف طور پر موجود ہیں۔ اس میں یہ مطلب پوری طرح واضح کر دیا گیا ہے کہ اگر علامہ کا یہ عقیدہ تشریعی نبوت کا ختم ہوتا تو آپ یہاں فرماتے لان الامر من قسم الشرع

آپ لکھتے ہیں لان الامر من قسم الکلام وصفتہ معلوم ہوا کہ حضرت کی مراد ایسے مخاطبہ الٰہیہ کا انکار ہے جس کی امت میں کوئی قانونی حیثیت ہو اور اس کو ماننے کے لیے کسی دوسرے کو مجبور کیا جا سکے ظاہر ہے کہ یہ مقام صرف نبوت کا ہے۔ علامہ شعرانی کے عقیدۂ ختم نبوت کو سمجھنے کے لیے آپ کے ان الفاظ پہ غور فرمائیں۔

یتعبد بہ ابدا میں بھی اس کلام کو ہمیشہ کے لیے قانونی حیثیت دینا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مقام صرف نبی کی بات کا ہو سکتا ہے۔ وہ نئی شریعت لائے یا پہلی شریعت کا ہی حکم کرے۔ اس کی بات ہر صورت میں ایک قانونی درجہ رکھتی ہے اور یہ بابِ نبوت ختم نبوت کے بعد ہمیشہ کے لیے مسدود ہے۔ علامہ شعرانی فرماتے ہیں۔ وذٰلک باب مسدود دون الناس

ان سات بزرگوں کی طرف سے ہم نے ان کی اپنی عبارت سے ان کی صفائی دے دی۔ اب بھی کسی کو ان میں سے کسی بزرگ کی کوئی عبارت معلق نظر آئے تو اسے ان کی ان دوسری عبارات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے یہی دیانت کی ایک راہ ہے۔ وما دونہ الاخرط القتاد۔

آپ حیران نہ ہوں کہ ایسی واضح تصریحات اور باطل شکن عبارات کے ہوتے ہوئے قادیانیوں کو ان آئمہ دین پر اس افترا، پردازی اور بہتان تراشی کی کیسے جرأت ہوئی۔ اس لیے کہ تاجدارِ ختمِ نبوت نے اپنے بعد کے ہر مدعیٔ نبوت کو کذاب کے علاوہ دجال سے بھی ذکر فرمایا ہے۔ اور دجال کا کام یہی ہے کہ دھوکہ و فریب میں آخری بازی لگا دے۔ حضور تاجدارِ ختمِ نبوت نے ارشاد فرمایا:۔

لاتقوم الساعة حتى يبعث دجالون كذابون قريبًا من ثلاثين كلهم يزعم انه رسول الله۔ (الحديث)[1]

ترجمہ۔ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تیس کے قریب ایسے دجال اور کذاب پیدا نہ ہوں جو اپنے آپ کو خدا کا رسول سمجھیں گے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اس حدیث کی تفہیم یُوں فرماتے ہیں:۔

وليس المراد بالحديث من ادعى النبوة مطلقًا فانهم لا يحصون كثرة لكون غالبهم ينشاء لهم ذلك عن جنون او سوداء وانما المراد من قامت له شوكة۔[2]

ترجمہ۔ اس حدیث سے مراد مطلق ہر مدعی نبوت نہیں اس لیے کہ آپ کے بعد مدعی نبوت تو بے شمار ہوئے کیونکہ بے بنیاد دعوی عموماً جنون یا سودا سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ بلکہ یہاں وہ مدعیانِ نبوت مراد ہیں جن کو شوکت و عروج بھی حاصل ہو۔

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۰۵۴ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۹۷ [2] فتح الباری جلد ۲ ص ۴۵۵

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امُور مستفاد ہوئے :-

(۱) بعض مرزائی مسلم عوام کی تاریخی ناواقفیت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اس حدیث کا جواب یہ دیا کرتے ہیں کہ وہ تیس مدعیان نبوت مرزا غلام احمد سے پہلے گزر چکے ہیں. پس یہ اُن تیس میں داخل نہیں. جواب الجواب یہ ہے کہ تیس کل مدعیانِ نبوت کی تعداد نہیں. بلکہ ان مدعیانِ نبوت کی تعداد ہے. جن کو شوکت و عروج حاصل ہوگا.

باقی رہا یہ امر کہ جھوٹے مدعیِ نبوت کو شوکت و عزت کیسے حاصل ہو سکتے ہیں. سو معلوم رہے کہ قرآن پاک کی رُو سے یہ کوئی امر ممتنع نہیں. قرآن عزیز میں جہاں فلاح کی نفی ہے، وہاں آخرت کی فلاح مراد ہے اور پھر اس عدم فلاح کے لیے دعوئے نبوت کی کوئی تخصیص نہیں.

"فلاح نہ پانا اور فائز المرام نہ ہونا" یہ صرف انہی کفار سے خاص نہیں جو اللہ رب العزت پر افتراء کر کے نبوت کے جھوٹے دعوے کریں. بلکہ قرآن کی رُو سے کوئی کافر بھی کسی فوز و فلاح کا مستحق نہیں. قرآن عزیز میں ہے :-

انّہ لا یفلح الکافرون. (پ۱۸، المومنون : ۱۱۷)

ترجمہ. بے شک کافر فلاح نہیں پائیں گے.

اس آیت کی رو سے کوئی کافر خواہ وہ ہندو ہو یا عیسائی، دہریہ ہو یا یہودی، ہرگز فلاح نہیں پائے گا. اب اس فلاح نہ پانے اور کامیاب نہ ہونے کو کسی خاص قسم کے کافروں سے مخصوص کرنا اور یہ کہنا کہ جو شخص نبوت کا جھوٹا دعوئے کرے وہ فلاح نہیں پائے گا. یہ محض سینہ زوری اور تحکم ہے. قرآن عزیز اس خیال کی تائید نہیں کرتا. وہ شخص جو خدا پر افتراء باندھے اور وہ شخص جو خدا کی آیتوں اور نشانیوں کو جھٹلاتے دونوں کو ایک ہی لڑی میں پرو دیا گیا ہے اور پھر دونوں کا ایک ہی حکم ہے کہ ایسے ظالم ہرگز فلاح نہیں پائیں گے. قرآن پاک کہتا ہے :-

ومن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبًا او کذّب بآیٰتہ انہ لا یفلح الظّالمون. (پ انعام ع ۲) آیت : ۲۱

ترجمہ۔ اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے یا اس کی نشانیوں کو جھٹلائے۔

پھر دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:۔

فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او کذب بایٰتہ انہ لا یفلح المجرمون۔ (پ۱۱ یونس آیت: ۱۷)

ترجمہ۔ پس اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے خدا پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیات کی تکذیب کی ایسے گناہگار یقیناً فلاح نہیں پائیں گے۔

ان آیاتِ کریمہ میں "مفتری علی اللہ" اور "مکذب بایات اللہ" دونوں کو ایک ہی حکم میں داخل کیا گیا ہے۔ پس اس عدم فلاح اور ناکامی کو مفتری علی اللہ سے خاص کرنا فہم قرآن سے محرومی ہے۔

فلاح نہ پانے سے یہ مراد لینا کہ وہ عمر طبعی پوری نہ کریں گے یا دُنیا میں کسی قسم کی عزت نہ پائیں گے۔ یہ نظریہ غلط اور قرآنی ہدایت کے خلاف ہے۔ جن لوگوں نے تاریخ عالم کے نشیب و فراز دیکھے ہیں اور نیکوں اور بدوں کی دُنیوی تاریخ ان کی نظر سے اوجھل نہیں۔ انہیں یقین ہے کہ ان آیاتِ قرآنیہ میں کامیابی سے مراد دنیا کی کامیابی نہیں۔ بلکہ آخرت کی فوز و فلاح مقصود ہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے تمام ساتھیوں سے خطاب فرمایا تھا:۔

قال لھم موسیٰ ویلکم لا تفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب وقد خاب من افتریٰ۔ (پ۱۶ طٰہٰ: ع ۳ آیت ۶۱)

ترجمہ۔ موسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا کہ تمہارے حال پر افسوس ہے خدا تعالیٰ پر تم افترا نہ باندھتے ایسا کرنے سے خدا تمہیں کسی عذاب سے برباد کر دے گا۔ بے شک جس نے خدا پر افتراء باندھا وہ نامراد اور خاسر رہا۔

اس آیۃ شریفہ میں فرعون اور اس کے ماننے والوں سب کو مفتری علی اللہ کہا گیا ہے۔ اور پھر سب کے لیے کہا گیا ہے کہ وہ یقیناً نامراد رہیں گے۔ فرعون نے چار سو برس تک حکومت کی اور اس مدتِ دراز میں اسے کبھی سر درد تک نہ ہوئی۔ مگر بایں ہمہ وہ قرآن کی رُو سے خائب و خاسر اور محروم الفلاح تھا۔ مرزا صاحب اس آیت کا آخری جملہ "قد خاب من افترٰی" تو پیش کرتے ہیں مگر پوری آیت نقل نہیں کرتے۔ تاکہ اس حقیقت سے پردہ نہ اُٹھ جائے کہ خدا پر افترار باندھنے والے چار سو برس تک بھی بڑی کامیابی سے زندہ رہ سکتے ہیں۔ یہ محض دنیوی زندگی ہے حقیقی زندگی میں یہ لوگ ایک آن واحد کے لیے بھی فائز الفلاح نہیں۔

(۲) بعض مرزائی حضرات کہا کرتے ہیں کہ اگر ہمارا قادیانی سلسلہ خدا تعالیٰ کی طرف سے منظور نہ ہوتا تو کبھی کا مِٹ چکا ہوتا۔ اور اسے کچھ عروج حاصل نہ ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تاجدارِ ختم نبوت نے جن تیس مدعیانِ نبوت کی پیش گوئی فرمائی ہے۔ ان کی علامت ہی یہ ہے کہ انہیں کچھ شوکت و عروج بھی حاصل ہوگا۔

ثانیاً تاریخ کی معتبر روایات اس پر شاہد ہیں کہ کئی مدعیانِ نبوت اپنے خاندان کے ساتھ صدیوں برسرِ اقتدار رہے۔

انتہائے مغرب میں برغواطہ قوم کا ایک شخص صالح بن طریف گزرا ہے جس نے نبوت کا دعوےٰ کیا اور یہ بھی دعویٰ کیا کہ اس پر ایک قرآن اُترتا ہے۔ اس قرآن کی بعض سُورتوں کے نام یہ تھے۔ سورۃ الدیک۔ سورۃ الحمر، سورۃ آدم۔ سورۃ ہاروت و ماروت۔ سورۃ غرائب الدنیا وغیرہ وغیرہ۔ صالح کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ میں مہدی اکبر ہوں جس کی خبر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ دعوئے نبوت کے ساتھ اسے یہاں تک فروغ ہوا کہ اپنے پورے علاقے کا بادشاہ بن گیا۔ پینتالیس سال کے قریب اس نے حکومت کی اور اپنی تمام سیاسی اور مذہبی مہمات کا سربراہ رہا۔ اس کے بعد سرداری اس کے بیٹے الیاس کو ملی۔ اس نے پچاس سال کے قریب حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا یونس برسرِ اقتدار آیا۔ جس نے اپنے دادا صالح بن طریف کے

مذہب کو بہت ترقی دی اور چالیس برس کے قریب حکومت کی۔ صالح بن ظریف کے زمانے میں خلافت بغداد پر ہشام بن عبد الملک کا قبضہ تھا۔ مورخ شہیر علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:۔

زعم انه المهدی الاکبر الذی یخرج فی اخر الزمان وان عیسٰی یکون صاحبه ویصلی خلفه وان اسمه فی العرب صالح وفی سریانی مالك وفی عجمی عالم وفی عبرانی روبیا وفی البربری وربا ومعناه الذی لیس بعده نبی۔[1]

ترجمہ۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہی مہدی اکبر ہے جو قرب قیامت میں ظاہر ہوگا اور حضرت عیسیٰ اس کے ساتھی ہوں گے اور اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ عرب میں اس کا نام صالح تھا سریانی میں مالک، عجمی میں عالم، عبرانی میں روبیا اور بربری میں وربا تھا اور اس کا معنی ہے الذی لیس بعدہٗ نبی۔ کہ اس کے بعد اب کوئی اور نبی نہ ہوگا۔

یونس کے بعد صالح کا پڑپوتا ابو غفیر برسر حکومت آیا (یہ معاذ بن الیسع بن صالح بن ظریف تھا) اس کے متعلق فاضل ابن خلدون لکھتے ہیں:۔

واشتدت شوکته وعظم امره۔

ترجمہ۔ اسے عظیم شوکت حاصل تھی اور اس کی حکومت بلند پایہ تھی۔

ابو غفیر کے بعد ابو الانصار برسر اقتدار آیا جس نے اپنے باپ دادا کے مذہب کو بہت فروغ دیا۔ اس کے بعد ابو منصور عیسیٰ کا دور آیا جو برغواطہ قوم کا ساتواں بادشاہ تھا۔ اس نے بھی دعوے نبوت کیا۔ ابن خلدون لکھتے ہیں:۔

وادعی النبوة والکهانة واشتد امره وعلا سلطنة ودانت له قبائل المغرب۔[2]

---

[1] ابن خلدون جلد ۶ ص۲۰۷ مصر [2] ایضاً جلد ۶ ص۲۰۷

ترجمہ. اس نے بھی نبوت اور غیب دانی کا دعویٰ کیا. اس کی حکومت اور سطوت بہت زور کی تھی اور مغرب کے تمام قبائل اس کے آگے سرنگون تھے.

اس کے بعد اس خاندان کا سلسلہ نہایت ذلت سے ختم ہوا.

ان حقائق سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ دعویٰ کہ مفتری کے سلسلے کو بقا نہیں ہوتی یا ضروری ہے کہ وہ بیس یا تیئیس سال کے اندر اندر ہلاک ہو جائے. بالکل غلط ہے.

مقامِ غور

علاوہ ازیں یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ کسی مدعی نبوت کا لازمی طور پر قتل ہونا اگر اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہو تو پھر وہ پیغمبران کرام جو سچے ہو کر بھی مقام شہادت پر فائز ہوتے اور انہیں ان کے مخالفین نے قتل کیا. ان کی صداقت کیوں کر مشتبہ نہ ہو جائے گی. جب لازم ممکن نہیں تو ملزوم بالبداہت خود بخود باطل ہے. حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ۳۲ برس کی عمر میں جام شہادت نوش فرمایا حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ۔

قتل یحییٰ قبل رفع عیسیٰ علیہ السلام [۱]

ترجمہ. حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے. حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُوپر اٹھائے جانے سے بہت پہلے.

ایسا ہی تاریخ طبری جلد ۲ صـ۱۳ الاخبار الطوال صـ۴۲ تاریخ کامل جلد ۱ صـ۱۰۴ فتوحات الٰہیہ صـ۴۲ ۲۶۳ تفسیر فتح البیان جلد ۱ صـ۱۲ بحر محیط جلد ۱ صـ۲۳۶ تفسیر جمل جلد ۱ صـ۴۲ کشاف صـ۷۹ درمنثور جلد ۳ صـ۲۶۲ اور تفسیر مراح لبید امام نووی میں مذکور ہے مرزا غلام احمد کو بھی اعتراف ہے کہ یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے [۲]

(۴) اس حدیث نے اس امر پر بھی متنبہ کر دیا کہ وہ تیس مدعیان نبوت "امتی نبی" ہونے کا دعوے کریں گے. اس لیے کہ ان کے لیے حدیث میں لفظ "دجال" وارد

---

[۱] تفسیر ابی السعود جلد ۱ صـ۲۶۲ تفسیر کبیر جلد ۲ صـ۶۶۴ [۲] حمامۃ البشریٰ صـ

ہے اور دجال کے لیے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا تابع ہو کر پھر سچ کے ساتھ باطل ملا دے[1]

۴۔ مرزا غلام احمد اپنے لیے جس نبوت کا مدعی ہے اس میں سرے سے انگریزوں کی شوکت کا اقرار ہے۔ آزاد سلطنت کا اسے ایک سانس نصیب نہیں ہوا، جدھر ملکہ وکٹوریہ کا منہ ادھر خدا کا منہ یہ اس کا وظیفہ رہا ہے۔ پھر پاکستان بننے پر قادیان کا یہ خاندانِ نبوت پاکستان منتقل ہوا، یہ لوگ اب مسلمانوں کے جھنڈے تلے چلے آئے یہاں سے کسی اور طرف جائیں گے تو بھی غلامی ہی انکی قسمت میں ہے صالح بن ظریف جیسی شوکت انکے نصیب کہاں۔

آخر میں نہایت دردمندی اور اخلاص کے ساتھ ان تمام حضرات کی خدمت میں جو مرزا غلام احمد کے دامن کے ساتھ کسی وجہ سے وابستہ ہیں۔ اس خدائے قہار وجبار کا واسطہ دے کر جس کے قبضۂ قدرت میں ہماری جان ہے اور جس کے بطشِ شدید اور قہر و عذاب سے کوئی بدعقیدہ اور لامذہب خلاصی نہ پاسکے گا درخواست کرتا ہوں کہ وہ پوری دیانت داری کے ساتھ جماعت کی محبت وعقیدت سے خالی الذہن ہو کر اور قادیانی سلسلہ کے مغالطہ انداز مبلغین سے کنارہ کش رہ کر اپنی ایمان پر نظرِ ثانی کریں۔ اور سوچیں کہ جس طرح وہ امتِ مسلمہ سے یہاں کٹ چکے ہیں کہیں اسی طرح میدانِ آخرت میں بھی ان کا یہ حشر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام لانے کی توفیق عطا فرمائے۔

لعمری لقد نبهت من کان نائماً

واسمعت من کانت له اذناً

خادمِ شریعتِ مطہرہ

خالد محمود عفا اللہ عنہ

امرتسری ثم سیالکوٹی

مورخہ ۲۰، اغطس ۱۹۵۲ء

---

[1] تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۳

ضمیمہ ۱

کتاب ہذا کے پہلے ایڈیشنوں میں صرف ان سات بزرگوں کی تصدیقات آپ کے سامنے پیش کی گئی تھیں۔ ان حضرات کے عقیدۂ ختمِ نبوت کی اسلامی تشریحات آپ کے سامنے آچکی ہیں۔ انہی حضرات کی عبارات کو سیاق و سباق سے کاٹ کر اور غلط معنی پہنا کر قادیانی اپنی ہمنوائی میں پیش کرتے ہیں۔ اس ایڈیشن میں ہم کچھ اور بزرگوں کا دفاع بھی پیش کرتے ہیں۔ قادیانی مبلغین مغالطہ دہی کے انداز میں انہیں بھی اپنا حامی ظاہر کرتے ہیں۔

(۱) اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا :-

لا یبقٰی بعدی من النبوۃ الا المبشرات۔[۱]

ترجمہ: میرے بعد کچھ بھی نبوت باقی نہیں رہی۔ ہاں صرف مبشرات رہ گئے ہیں (اور وہ اچھے خواب ہیں جنہیں ہر آدمی دیکھ سکتا ہے)۔

یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمالاتِ نبوت میں سے صرف سچے خوابوں کا ذکر کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جزو کے بقا سے کل کا بقا ہرگز لازم نہیں آتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف مبشرات کا بقا بطریق حصر بیان فرما رہے ہیں معلوم ہوا کہ ظلی بروزی غیر تشریعی یا انعکاسی کسی قسم کی کوئی نبوت باقی نہیں۔ اگر ان میں سے کوئی اندازِ نبوت بھی باقی ہوتا تو حضور بطریق حصر صرف سچے خوابوں کو بیان نہ فرماتے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود چونکہ اسے بیان کر رہی ہیں۔ سو معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبوت نہیں صرف سچے خواب ہیں۔

---

[۱] مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۱۲۹

(۲) پھر حضرت عائشہ صدیقہؓ ہی روایت کرتی ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا۔

انا خاتم الانبیاء و مسجدی خاتم مساجد الانبیاء[1]

ترجمہ: میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد انبیاء کی مسجدوں میں سے آخری مسجد ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کسی اور نبی کا پیدا ہونا ممکن ہوتا تو حضورؐ کی مسجد مساجد انبیاء میں سے آخری مسجد کیسے ہوتی۔ چونکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اس حدیث کو بیان کر رہی ہیں معلوم ہوا کہ اُن کا اپنا عقیدہ بھی یہی تھا۔ کہ حضورؐ آخری پیغمبر ہیں۔

مغالطہ مرزائیہ

مرزائی حضرات اس مقام پر حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ایک قول نقل کرتے ہیں کہ حضرت ام المومنینؓ نے فرمایا۔

قولہ انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ[2]

ترجمہ: لوگو یہ تو کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

جواب: اوّلاً اس کی سند صحیح نہیں۔ علامہ طاہر نے یہ روایت کہاں سے لی ہے اس کا حوالہ مطلوب ہے۔ اس کی سند پیش کیجئے تاکہ اس کے راویوں کی پڑتال ہو سکے کہ واقعی یہ ارشاد حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا بھی ہے یا نہیں۔ جب تک اس کی سند نہ ملے اس وقت تک کیسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا فرمان ہے۔ لولا الاسناد لقال من شاء ما شاء۔

ثانیاً تکملہ مجمع البحار میں اس بے سند قول سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بیان ہو رہا ہے۔ اس کے بعد یہ عبارت ہے جو مرزائی حضرات پیش کرتے ہیں صاحب کتاب نے اسے یوں نقل فرمایا ہے۔

---

[1] کنز العمال جلد ۶ [2] تکملہ مجمع البحار ص ۸۵

عن عائشۃؓ قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ وھذا ناظرا الی نزول عیسٰی وھذا ایضاً لاینافی حدیث لا نبی بعدی لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہ[1]

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے یہ جو منقول ہے کہ تم خاتم الانبیاء تو کہو مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے نزول کے پیش نظر فرمایا گیا ہے۔ اور یہ اس طرح حدیث لا نبی بعدی کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کا کوئی نبی اس طرح دوبارہ نہیں آسکتا کہ حضورؐ کی شرع کو منسوخ کرے۔

تکملہ مجمع البحار کی پوری عبارت سے یہ صاف واضح ہوگیا کہ حضرت صدیقہؓ کے اس ارشاد کا (بشرطیکہ یہ حضرت صدیقہؓ کا ہی ارشاد ہو) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کی کسی نئی غیر تشریعی نبوت سے قطعاً کوئی واسطہ نہیں۔ یہ قادیانیوں کی بددیانتی ہے کہ اسے ھذا ناظر الی نزول عیسٰی کی عبارت حذف کر کے اپنی تصنیفات میں پیش کرتے ہیں۔

نظارت اصلاح وارشاد صدر انجمن احمدیہ ربوہ نے علمی تبصرہ کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا ہے اس کے ص۱۸ پر حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہ قول اسی حوالہ سے اس طرح درج ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ امام محمد طاہر اس قول کی شرح میں لکھتے ہیں " یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث لا نبی بعدی کے خلاف نہیں ہے۔ لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا جو آپ کی شرع کو منسوخ کرے "۔ یہ خیانت اور بددیانتی کی انتہا ہے کہ علامہ طاہر تو اسے پرانے نبی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے متعلق بتلا رہے ہیں کہ کسی پچھلے نبی کی آمد لا نبی بعدی کے خلاف نہیں۔ بشرطیکہ وہ حضورؐ کی شرع کو منسوخ نہ کرے اور قادیانی مبلغین اسے کسی نئے پیدا ہونے والے شخص کے لیے نبوت کی شرط بتا رہے ہیں۔

---

[1] تکملہ مجمع البحار ص۸۵ طبع ہندی المصنف لابن ابی شیبہ جلد۹ ص۲۳۶ میں یہ روایت موجود ہے۔

علامہ راغب اصفہانیؒ اور امام ابن حیّان اندلسیؒ

قادیانی علماء نے جہاں اور بہت سے بزرگانِ دین پر یہ افتراء باندھ رکھا ہے کہ وہ حضورؐ کے بعد غیر تشریعی نبی پیدا ہونے کے قائل ہیں وہاں علامہ راغب اصفہانی اور اُن کے ساتھ علامہ ابن حیان اندلسی صاحب تفسیر بحر محیط بھی اسی ظلم کا شکار ہیں۔ قادیانی مبلغ ان کی بھی عبارات خلاف مراد متکلم پیش کر کے قادیانی علم و دیانت کا پورا حق ادا کرتے ہیں۔ پیشتر اس کے ہم اس فریب سے پردہ اُٹھائیں قارئین سے التماس ہے کہ وہ مندرجہ ذیل اُمور کو پیش نظر رکھیں :۔

فاولٰئک مع الذین انعم اللّٰہ علیھم	من یطع اللّٰہ والرسول
جزار	شرط

من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین۔ پ۵ (سورہ نساء ع ۶۹)

(بیان انعام یافتہ لوگوں کا)

ترجمہ۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا۔

ان لوگوں کا بیان جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ یہ ہے :۔

النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین۔

آیتِ ہٰذا میں اس امر کی بشارت ہے کہ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والے دار الجزاء میں نبیوں کے ساتھ صدیقوں کے ساتھ شہیدوں کے ساتھ اور صالحین کرام کے ساتھ ہوں گے۔ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کے نزدیک یہ معیت اسی طرح کی ہوگی جیسے غلام بادشاہوں کے ساتھ شاملِ مجلس رہتے ہیں۔

(۲) قادیانی مبلغ کہتے ہیں کہ نیک لوگوں کا اس منعم علیہ گروہ کے ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھی وہی کچھ ہو جائیں (بیٹے کے باپ کے ساتھ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی باپ ہو

گیا ہے ..... فیاللعجب) یعنی نبیوں کی معیت اور حضوری میں جگہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی نبی ہو جائیں۔ پس خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والے بھی نبی ہو سکتے ہیں قادیانی لوگ یہاں مع کو تو من کے معنی میں لیتے ہیں لیکن من النّبیین والصدیقین کو وہ بھی منعم علیہ گروہ کا ہی بیان سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک بھی یہ انعام یافتہ لوگوں کی ہی تفسیر ہے۔ من یطع اللہ والرسول کے متعلق نہیں۔

(۳) علامہ راغب اصفہانی کی اپنی کسی کتاب میں اس امر کی تصریح نہیں کہ من النّبیین و الصدیقین منعم علیہ گروہ کا بیان نہیں۔ بلکہ یہ من یطع اللہ والرسول کے متعلق ہے۔ ہاں علامہ ابن حیان اُندلسی نے تفسیر بحر محیط میں علامہ راغب کی طرف اس بات کی نسبت کی ہے کہ وہ من النّبیین کو من یطع اللہ کے متعلق کرنا جائز کہتے ہیں[۱]۔ اس لحاظ سے آیت کے معنی یہ ہوں گے:۔

> نبیوں۔ صدیقوں۔ شہداء اور صالحین میں سے جو لوگ اللہ اور اس کے اس خاص پیغمبر کی اطاعت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان لوگوں کے ساتھ کر دیں گے جن پہ اللہ نے انعام کیا۔

اس صورت میں انعام یافتہ لوگوں سے مراد ملاءِ اعلیٰ[۲] کے قدوسی افراد ہوں گے اور یہ اسی طرح ہے جیسے حضورؐ نے آخر وقت میں الرفیق الاعلیٰ کہہ کر ملاءِ الاعلیٰ کی معیت کو اختیار فرمایا۔ اس صورت میں من یطع اللہ والرسول پر عمل پیرا ہونے والوں کا نبیوں کے ساتھ ہونے کا (جیسا کہ مسلمانوں کی رائے ہے) یا نبیوں میں سے ہونے کا (جیسا کہ قادیانیوں کی رائے ہے)

---

[۱] تفسیر بحر محیط جلد ۳ صفحہ ۲۸۷

[۲] واجاز الراغب ان یتعلق من النّبیین بقوله ومن یطع اللہ والرسول ای من النّبیین ومن بعدھم ویکون قوله فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم اشارة الی الملاء الاعلیٰ ثم قال وحسن اولٰئک رفیقا۔ ویبیّن ذٰلک قول النبیؐ حین الموت اللّٰھم الحقنی بالرفیق الاعلیٰ و ھٰذا ظاھر (بحر محیط جلد ۳ صفحہ ۲۸۷)

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ من النبیین والصدیقین منعم علیہ گروہ کی تفسیری نہیں۔ یہ تعبیر جس طرح جمہور مسلمانوں کے موافق نہیں۔ اسی طرح یہ مرزائیوں کی پیش کردہ تفسیر کے بھی یقیناً خلاف ہے۔ پس مرزائیوں کا علامہ راغب کو اپنا ہمنوا کہنا علم و دیانت کے ساتھ ایک کھلا مذاق ہے۔ اور خود اپنے ساتھ ایک بڑا دھوکہ ہے۔

(۴) علامہ راغبؒ کے جائز کردہ احتمال سے یہ بے شک تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ من یطع اللہ والرسول پر عمل پیرا ہونے والے بعض افراد انبیاء بھی ہوں گے۔ یہ معنی گو اس آیت میں مراد نہ ہوں لیکن دوسری تصریحات کے پیش نظر یہ بات اہل اسلام کے خلاف نہیں۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام من یطع اللہ والرسول پر عمل پیرا ہونے والوں میں سے ہیں۔ ان معنوں کی رو سے اگر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والے بعض انبیاء کا اشارہ ملتا ہے۔ تو یہ معنی مرزائیوں کو اس وقت تک مفید نہیں ہوتا۔ جب تک کہ وہ من یطع اللہ والرسول کا مصداق حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پیدا ہونے اور نئے سرے سے فائز نبوت ہونے والے افراد قرار نہ دیں۔ کیونکہ بعض پچھلے پیغمبروں کا اس اطاعت پر گامزن ہونا خود اہل اسلام کے ہاں بھی مسلم ہے اور ظاہر ہے کہ مرزائی عقیدے کی حمایت میں اس آیت میں کوئی اشارہ بھی نہیں ملتا۔

پس جب مرزائیوں کے ”علامہ راغب سے استدلال کرنے“ کے خلاف بعض پچھلے نبیوں کے حضورؐ کی اطاعت کرنے کا احتمال موجود ہے اور یہی پہلو اہل اسلام کے ہاں معتبر ہے تو مرزائیوں کا استدلال اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کے قاعدہ سے بالکل باطل ہو جاتا ہے۔

(۵) علامہ راغبؒ کی طرف نسبت کردہ یہ ترکیب گو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی اور اطاعت مصطفوی کے پیش نظر ہمارے عقائد کو مضر نہیں لیکن نحوی لحاظ سے اس میں بہت الجھاؤ ہے فاء جزاء کے ماقبل (من یطع اللہ والرسول) کا بیان جزاء آنے کے بعد نہیں آسکتا۔ اگر کوئی ان

تقم هند فعم و ذاهب کہے اور ہند کی صفت ضاحکہ یوں بیان کرے:۔

ان تقم هند فعم و ذاهب ضاحكة۔

تو ضاحکہ کو جزا آنے کے بعد ہند کی صفت بنانا جائز نہ ہوگا۔ علامہ راغبؒ کی جلالتِ شان کے پیش نظر ہم یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ انہوں نے فا جزاء کے بعد من النبیین کو فا جزاء کے ماقبل سے متعلق کرنا جائز کیا ہو۔ ضرور اس نسبت میں کوئی غلطی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ بات ان کی اپنی کسی کتاب میں نہیں ملتی۔ باقی رہا تفسیر بحر محیط کا اسے نقل کرنا تو اگر نقل کنندہ کی نقل پر اعتماد ہو سکتا ہے تو اس کے علم پر بھی اعتماد ہونا چاہیئے۔ جس بزرگ نے یہ بات علامہ راغب کی طرف نسب کی ہے وہی اسے نحوی اور معنوی لحاظ سے غلط قرار دیتے ہیں۔

علامہ راغبؒ کی بات کا غلط قرار دیا جانا

تفسیر بحر محیط میں اس احتمال کو نقل کر کے علامہ ابن حیان اندلسیؒ لکھتے ہیں:۔

هٰذا الوجه الذی عنده ظاهر فاسد من جهة المعنی ومن جهة النحو[1]

(۶) علامہ ابن حیان اندلسی اس ترکیب میں علامہ راغب کے ہمنوا نہیں۔ مرزائی مبلغ محض فریب دینے کے لیے انہیں اکٹھا پیش کرتے اور تفسیر بحر محیط کے نام سے مغالطہ دیتے ہیں۔ بحر محیط کی اصل

---

[1] تفسیر بحر محیط جلد ۳ صفحہ ۲۸۷

ع[2] قاضی محمد نذیر صاحب نے اپنے رسالہ علمی تبصرہ (شائع کردہ نظارت اصلاح و ارشاد صدر انجمن احمدیہ ربوہ) کے صفحہ ۹ پر فاضل اندلسی اور علامہ راغب کی عبارت کو گڈمڈ کر کے پیش کیا ہے۔ پہلی تین سطریں فاضل اندلسی کی ہیں جو علامہ راغب کی ترکیب کے خلاف ہیں۔ اس کے بعد علامہ راغب کی تعبیر ہے۔ قاضی محمد نذیر صاحب ہر دو عبارات میں فرق نہیں کر سکے اور نہ انہیں یہ پتہ چلا ہے۔ کہ یہ دونوں تعبیریں ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ قاضی صاحب نے دوسری بددیانتی یہ کی ہے کہ علامہ راغب کی بات نقل کرتے ہوئے آگے ان کی نئی ترکیب نحوی کو چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ اس ترکیب کے وہ

عبارت یہ ہے جس میں اس کا پورا رد موجود ہے:۔

هٰذا الوجه الذی هو عنده ظاهر فاسد من جهة المعنی و من جهة النحو اما من جهة المعنی فان الرسول هنا هو محمد صلی الله علیه وسلم اخبر الله تعالیٰ ان من یطیعه و یطیع رسوله فهو مع من ذکر ولو کان من النبیین متعلقاً بقوله و من یطع الله والرسول لکان قوله من النبیین تفسیراً لمن فی قوله من یطع فیلزم ان یکون فی زمان الرسول او بعده انبیاء یطیعونه وهٰذا غیر ممکن لانه قد اخبر الله تعالیٰ ان محمداً هو خاتم النبیین وقال هو صلی الله علیه وسلم لا نبی بعدی واما من جهة النحو فما قبل فاء الجزاء لا یعمل فیما بعدها۔[1]

ترجمہ۔ یہ بات جو اس کے ہاں واضح ہے معنوی اور نحوی ہر لحاظ سے غلط ہے معنوی لحاظ سے اس طرح کہ رسول سے مراد یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو اس کی اور اس کے اس رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان کے ساتھ ہوگا جن کا ذکر کیا گیا ہے اگر من النبیین متعلق ہو۔ من یطع اللہ والرسول کے تو من النبیین سے مراد من یطع کی تفسیر ہوگی اور لازم آئے گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا آپ کے بعد بھی کچھ اور انبیاء ہوں جو آپ کی پیروی کرتے رہیں اور یہ ناممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور حضورؐ نے لا نبی بعدی فرمادیا

خود بھی خلاف تھے۔ تیسری بد دیانتی قاضی صاحب نے یہ کی ہے کہ فاضل اندلسی نے آگے جو اس کی پر زور تردید کی ہے اسے یکسر چھوڑ دیا ہے تفسیر بحر محیط کی تردید نقل کرنے کے بغیر علامہ راغب کی اس بات کو بحر محیط کے حوالے سے نقل کرنا یہ شان دیانت مرزائی علم کلام کو ہی زیبا ہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک

[1] البحر المحیط جلد ۳ صفحہ ۲۸۷

اور اس ترکیب کا نحوی لحاظ سے غلط ہونا اس وجہ سے ہے کہ فاء جزاء سے پہلے کی بات فاء جزاء کے بعد عمل نہیں کرتی۔

اس عبارت کی موجودگی میں تفسیر بحر محیط کو اپنی ہمنوائی میں پیش کرنا قادیانی علم و دیانت کو ہی زیبا ہے۔

ان معروضات کی تفصیل کے بعد ہم عرض پرداز ہیں کہ علامہ راغب کی طرف منسوب یہ ترکیب علمی لحاظ سے اتنی کمزور ہے کہ علامہ راغب کی جلالت قدر کے باعث ہمیں اس کی نسبت میں ہی تأمل ہے۔ مرزائیوں کو چاہیئے کہ اس نسبت کے اصل مآخذ کی تلاش کریں اور علامہ راغب کی کسی اپنی کتاب سے یہ نیا نحوی قاعدہ دکھائیں۔

ثانیاً یہ ترکیب گو علمی لحاظ سے صحیح نہیں مگر ہمیں ہرگز مضر نہیں۔ کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام بے شک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں میں سے ہیں۔ اس سے علامہ راغب کو اجرائے نبوت کا قائل ثابت کرنا فریب اور بددیانتی کی انتہا ہے۔

ثالثاً اس ترکیب سے خواہ مخواہ اجرائے نبوت کا احتمال پیدا کرنا (گو عقائد احتمال سے ثابت نہیں ہوتے اور استدلال احتمال ثانی کے ہوتے ہوئے کبھی تکمیل نہیں پاتا) علامہ راغب کے اپنے تحریر کردہ بیان کے یکسر خلاف ہے۔

علامہ راغبؒ کا عقیدہ ختم نبوت

علامہ راغب اپنی کتاب مفردات القرآن میں لفظ ختم کے ماتحت ارشاد فرماتے ہیں۔

خاتم النبیین لانہ ختم النبوۃ ای تممھا بمجیئہ۔[1]

ترجمہ۔ حضور خاتم النبیین ہیں کیونکہ آپ نے نبوت کو ختم کر دیا ہے یعنی اپنی آمد سے سلسلہ نبوت کو مکمل کر دیا ہے۔

---

[1] مفردات القرآن ص

دونوں ترکیبوں کے اختلاف کا حاصل

پہلی صحیح ترکیب کا حاصل

جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے اس خاص رسُول کی اطاعت کریں گے وہ آخرت میں اپنے درجوں کے مطابق نبیوں صدیقوں شہدار اور صالحین کی رفاقت پائیں گے۔[۱]

دوسری غلط ترکیب کا حاصل

نبیوں صدیقوں شہدار اور صالحین جو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پہ اللہ تعالیٰ نے انعام کیا اور وہ ملار اعلیٰ کے لوگ ہیں، اُوپر کے لوگ۔

دوسری صورت میں یہ چاروں اقسام کے لوگ انعام یافتہ لوگوں کی تفسیر نہیں بنتے۔ انعام یافتہ افراد سے مراد ملار اعلیٰ کے لوگ ہوں گے۔ علامہ راغب نے گو بقول ابن حیان اندلسی اس دوسرے احتمال کو راہ دی ہے مگر علامہ راغب کا اپنا موقف یہ ہرگز نہیں ہے ان کے ہاں یہ چاروں اقسام انعام یافتہ لوگوں کی ہی تفصیل ہیں۔ ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں:۔

قال الراغب ممن انعم عليهم من الفرق الاربع فی المنزلة والثواب النبی بالنبی والصديق بالصديق والشهيد بالشهيد والصالح بالصالح .

ترجمہ۔ امام راغب کہتے ہیں جن لوگوں پر انعام ہوا ان چار اقسام میں سے جو لوگ اللہ اور اس کے رسولِ برحق کی اطاعت کریں گے وہ منزلت اور ثواب میں اُن کے ساتھ ہوں گے۔

---

[۱] مرزا غلام احمد کے ہاں اس آیت کا بیان کیا ہے اس کے لیے یہ حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول برحق کی اطاعت کرنے والے کسی ایک نبی کے ساتھ ہوں گے یا نبیین کے ساتھ ــــ ایک صدیق کے ساتھ ہوں گے یا صدیقین کے ساتھ؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہاں نبی کے ساتھ نبی ہو گا اور یہ وادی پاک نبیوں کی ہو گی. صدیق کے ساتھ صدیق ہو گا اور وہ وادی صدیقوں کی ہو گی جہاں ان کامل اطاعت کرنے والوں کو اتارا جائے گا اور ٹھکانا دیا جائے گا منزلت اور ثواب کا یہی معنی ہے. سو یہ ان چار طبقوں کی رفاقت پانے والے کچھ نبیوں کے ساتھ ہوں گے کچھ صدیقوں کے ساتھ ہوں گے کچھ شہدار کے ساتھ ہوں گے اور کچھ صالحین کی رفاقت پانے والے ہوں گے.

البنی بالنبی والصدیق بالصدیق والشہید بالشہید والصالح بالصالح میں رفاقت کا بیان نہیں انعام یافتہ لوگوں کا بیان ہے جو اللہ اور اس کے رسولِ برحق کی اطاعت کریں گے وہ ان حضرات کی رفاقت پائیں گے جہاں نبی نبی کے ساتھ جمع ہیں صدیق صدیق کے ساتھ جمع ہیں. شہدار کرام اپنی جگہ ہیں اور صالحین کرام اپنی جگہ. حضورؐ کی اطاعت کرنے والوں کو ان میں سے ہر طبقے کی رفاقت میں جگہ دی جائے گی. یہ نہیں کہ وہ اُن کے ساتھ بیٹھتے ہی ان میں سے ہو جائیں گے صحابہؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہاں سالہا سال بیٹھے ان میں سے کوئی نہ ہو پایا تو وہاں نبیین کے ہاں جگہ پانے والے نبیوں میں سے کیسے ہو جائیں گے. منصب اپنی جگہ ہے اور معیت اپنی جگہ ــــ غلام آقا کی معیت میں بھی ہو تو آقا نہیں ہو جاتا.

یہاں ہم اس وقت اس فرق سے بحث نہیں کر رہے. بتلانا صرف یہ ہے کہ علامہ راغب کے ہاں من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین، انعم اللہ علیھم کی ہی تفسیر ہے. من یطع اللہ والرسول کا بیان نہیں ــــ یہ علیحدہ بات ہے کہ انہوں نے اس دوسرے احتمال کو بھی راہ دی ہے (اگر واقعی انہوں نے کہیں ایسا لکھا ہو) گو وہ اس نئے قاعدہ کی حمایت میں کوئی نحوی مثال پیش نہیں کر سکے جہاں شرط کا بیان جزاء کے بیان کے بعد ہوا ہو. علامہ ابن حیان اندلسی نے اگر ان پر اعتراض کیا ہے تو نحو سے ایک مثال پیش کر کے ان تقمرھند فعمرذاھب کے بعد

منافکہ اس شرط کا بیان نہیں ہو سکتا ـــــ اگر ہو سکتا ہے تو انہیں ۔ اس قسم کی کوئی مثال پیش کرنی چاہیئے ۔

پھر اسی صفحہ پہ نیچے سے چھٹی سطر دیکھیئے ۔

قال الراغب قسم اللہ المومنین فی ھذہ الأیة اربعة اقسام وجعل لھم اربعة منازل بعضھا دون بعض وحث کافة الناس ۔۔۔۔ الخ

ترجمہ ۔ راغب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مومنین کی چار قسموں میں تقسیم کی ہے اور ان کی چار منزلیں ٹھہرائیں ان میں بعض دوسری بعض سے نیچی ہیں اور پھر تمام لوگوں کو رغبت دی کہ ان میں سے کسی کی رفاقت پائیں ۔

یہاں بھی امام راغب نے ان چار طبقوں کو انعم اللہ علیھم کی تفسیر قرار دیا ہے ۔ سو یہ کہنا غلط ہے کہ امام راغب کے ہاں من النبیین والصدیقین ۔۔۔۔ من یطع اللہ والرسول کا بیان ہے ۔ ان کا موقف یہی ہے جو ہم نے یہاں نقل کیا ہے ۔

رہی یہ بات کہ انہوں نے ایک دوسرے احتمال کو بھی جگہ دی ہے لیکن اس بات سے بھی کسی قادیانی کو انکار نہ ہوگا کہ راغب نے اس احتمال کی تائید میں کوئی نحوی مثال پیش نہیں کی ۔

قادیانیوں کا اس غلط ترکیب پر اصرار کیوں ؟

قادیانی چاہتے ہیں کہ جس طرح بھی بن پڑے اس نبی خاتم کے تابعداروں میں کچھ نبیوں کو بھی لے آئیں ۔ ان کے خیال میں یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ اس امت میں بھی نبی پیدا ہوں جو حضورؐ کی تابعداری کریں ۔ ہم کہتے ہیں یہ اس طرح بھی تو ہو سکتا ہے کہ پچھلے نبیوں میں سے کوئی پھر آجائیں (حضرت عیسیٰ بن مریم آسمان سے اور حضرت خضر سمندروں سے) اور وہ حضورؐ کے امتی ہو کر یہاں رہیں ـــــ جب یہ بات اس طرح بھی پوری ہو سکتی ہے تو کسی نئے نبی پیدا ہونے کو راہ دینے کی کیا ضرورت ہے ـــــ سو راغب کی طرف منسوب اس غلط ترکیب کو اگر کوئی راہ بھی ملے تو اس سے اسلام کا

عقیدہ ختم نبوت نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمدِ ثانی کے قائل ہیں اور اس بات کے بھی قائل ہیں کہ وہ حضورؐ کی پیروی کریں گے اپنی شریعت کی نہیں اور اس طرح وہ من یطع اللہ و الرسول میں جگہ پاسکیں گے۔ کاش کہ قادیانی اس بات کو سمجھ پائیں۔

ابن حیان اُندلسی کا عقیدہ ختم نبوت

علامہ راغب کے مذکورہ قول کی روشنی میں اگر کسی نئے پیدا ہونے والے نبی کو من یطع اللہ والرسول کا مصداق ٹھہرایا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ تشریعی نبی نہیں غیر تشریعی نبی ہوگا اور حضورؐ کی اطاعت کرے گا ــــ اس عقیدے کو علامہ ابن حیان اُندلسی نے اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ٹھہرایا ہے اور اس پر آیت ختم نبوت اور حدیث لا نبی بعدی پیش کی ہے ــــ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ابن حیان اُندلسی کے عقیدہ ختم نبوت میں حضورؐ کی اطاعت کرنے والا نبی بھی پیدا نہیں ہوسکتا۔ ورنہ وہ راغب کے پیدا کردہ احتمال کو اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہ ٹھہراتے۔

فیلزم ان یکون فی زمن الرسول او بعدہ انبیاء و یطیعونہ وھٰذا غیر ممکن لانہ قد اخبر تعالیٰ ان محمدًا ھو خاتم النبیین وقال ھو صلی اللہ علیہ وسلم لا نبی بعدی [۱]

ترجمہ:

سو لازم آتا ہے کہ حضورؐ کے زمانے میں یا آپ کے بعد کچھ انبیاء ہوں اور وہ آپ کی اطاعت میں چلیں اور یہ غیر ممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اور حضورؐ نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

علامہ ابن حیان اُندلسی ۷۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ یہ ساتویں صدی کی آواز ہے جو

ہم نے آپ کو سُنا دی ہے۔ اس سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ اس وقت یک ہم مسلمانوں کا بلا کسی مسلکی امتیاز کے یہی عقیدہ تھا کہ آپ آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کا اجماعی مفہوم یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی بھی پیدا نہیں ہو سکتا جو حضورؐ کی شریعت کے تابع ہو کر رہے اور دعوے کرے کہ مجھے حضورؐ کی اتباع سے نبوت کی یہ نعمت ملی ہے ـــــ

ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً وقال یوحیٰ الی ـــ ولم یوحیٰ الیہ شئ میں مطلق دعوے وحی کو افترا علی اللہ کہا گیا ہے یہ نہیں کہ تشریعی نبوت کا دعوے تو افترا علی اللہ ہو اور عمل سے نبوت ملنے کی راہ من یطع اللہ والرسول میں کھلی رکھی گئی ہے۔ اعاذنا اللہ من الالحاد

بات علامہ راغب کے عقیدے ہو رہی تھی اور اس پر ہم چھ نکتے گذارش کر آئے ہیں۔

مع کو من کے معنی میں لینے کا قادیانی حیلہ

علامہ راغب کے پیدا کردہ احتمال میں جب قادیانی چل نہیں سکتے تو وہ اس بات پر آجاتے ہیں کہ عربی میں مع کبھی من کے معنی میں آجاتا ہے۔ پھر وہ اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں:۔

جو لوگ خلوص دل سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان انعام یافتہ لوگوں میں سے ہو جائیں گے جنہیں نبی کہتے ہیں صدیق کہتے ہیں شہید کہتے ہیں اور صالح کہتے ہیں۔

مع کے اصل معنی مع کے ہی ہیں بلا قرینہ صارفہ اسے من کے معنی میں نہیں لیا جاتا اور یہاں کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں ـــ اس کے علاوہ یہ بھی تو دیکھئے کہ قرآن کریم نے یہاں خود اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ یہاں مع رفاقت کے معنی میں ہے۔

فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم ... وحسن اولٰئک رفیقا۔ (پ۵ النساء ۶۹)

ترجمہ۔ اور اطاعت کرنے والے ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے

پس جب یہاں رفاقت کی تصریح ہو گئی اب اس کے خلاف دوسرے معنی کی تلاش نظر و فکر کے فریب کے سوا کچھ نہیں۔

علاوہ ازیں ابن حیان اندلسی نے یہ جو لکھا ہے واجاز الراغب سویہ علی وجہ الالزام ہے یعنی راغب کی تفسیر سے لازم آتا ہے کہ النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین کا تعلق من یطع اللہ و رسولہ سے ہو۔ پھر ابن حیان نے اسے نحوی اور معنوی طور پر غلط بتلایا ہے۔ لہذا وہ تفسیر نہ ہونی چاہیئے جو نحوی طور پر غلط ٹھہرے۔

ہم نے کہا ہے کہ ابن حیان نے اجازہ الراغب کے الفاظ علی وجہ الالزام کہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ راغب نے یہ نحوی قاعدہ صحیح قرار دیا ہے ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ہم یہ بات اس لیے کہہ رہے ہیں کہ ہمیں علامہ راغب کی اپنی کسی بات میں یہ نیا نحوی قاعدہ نہیں ملا۔

ہے کوئی قادیانی مبلغ جو علامہ راغب کی کسی کتاب سے اس نحوی قاعدے کو پیش کرے؟

قادیانی مبلغین میں اگر کچھ ہمت ہے تو علامہ راغب کے کسی ضعیف سے ضعیف قول سے بھی یہ ثابت کریں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے نبوت ملتی ہے اور یہ کہ اس آیت میں مع کا لفظ من کے معنوں میں ہے۔ پس جب کہ علامہ راغب کا پیش کردہ احتمال خود مرزائی تفسیر کے بھی خلاف ہے اور اس صورت میں بھی یہاں نبوت ملنے کا کوئی ذکر نہیں تو مرزائی حضرات کا علامہ راغب کو اپنا ہمنوا ظاہر کرنا اگر علم و دیانت کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

واللہ علی ما نقول شہید۔

ضمیمہ ۲

مرزا طاہر کا راغب کی جائز کردہ ترکیب سے انکار

امام راغب کی جائز کردہ ترکیب کے مطابق من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین — من یطع الرسول کا بیان ہے ان کے نزدیک شرط کی تفصیل فاجزاء کے بعد بھی آسکتی ہے۔ اس خیال کی رُو سے یہ فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم کا بیان نہیں مگر مرزا طاہر لکھتا ہے:۔

اور جو لوگ بھی اللہ اور اس رسُول محمد مصطفیٰؐ کی اطاعت کریں گے فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم اب یہی لوگ ہوں گے جو انعام پانے والوں میں سے ہوں گے۔[1]

پھر انعام پانے والوں کی یہ تفصیل لکھی ہے:۔

مع الذین انعم اللہ علیہم ای من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین۔[2]

اب بتائیے یہ من النبیین والصدیقین، انعم اللہ علیہم کا بیان ہوا ہے یا من یطع اللہ والرسول کا — مرزا طاہر نے کس طرح کھُلے بندوں راغب کی اس رائے کی تردید کی ہے پھر جب یہ دوسرے معنی خود قادیانیوں کو بھی تسلیم نہیں تو آپ ہی غور کریں ان کے لیے یہ علامہ راغب کی سند کس لیے لائی جارہی ہے؟ اور وہ ہے بھی نحوی طور پر غلط۔ کچھ تو انصاف کیجئے۔

پھر مرزا غلام احمد خود ایک مقام پر اس سوال کے جواب میں کہ منعم علیہم کون ہیں؟ لکھتا ہے:۔

وہ (منعم علیہم لوگ) کون ہیں؟ نبی اور صدیق اور شہید اور صالح۔[3]

مرزا طاہر کا مع کو من کے معنی میں لینے پر اصرار

مرزا طاہر نے اپنے اس مفروضہ کے لیے ایک عجیب قاعدہ گھڑا ہے وہ لکھتا ہے:۔

---

[1] عرفان ختم نبوت ص۱۴۱ [2] ایضاً ص۱۴۳ [3] قیامت کی نشانی ص۶ روحانی خزائن جلد ۵ ص۶۱۲

جب ایک سے زیادہ لوگ ہوں جن کی طرف معیت منسوب ہو اور وہ ہمجنس ہوں اور تعریف کا ذکر ہو رہا ہو تو ہمیشہ مع کا معنی ایسے موقعوں پر من ہوا کرتا ہے۔[۱]

ہم جواب میں مرزا غلام احمد کی ایک دُعا نقل کیے دیتے ہیں جو اس نے اہل مکہ کو دی:۔

نسئلہ ان یدخلکم فی ملکوتہ مع الانبیاء والرسل والصدیقین و الشہداء والصالحین۔[۲]

ترجمہ ہم خدا سے مانگتے ہیں کہ وہ تمہیں عالم ملکوت میں انبیاء رسل و صدیقین و شہداء اور صالحین کی معیت دے (ان کے ساتھ جمع کرے)

یہاں زیادہ لوگ ہیں جن کی معیت چاہی گئی ہے اور وہ سب ایک جنس کے ہیں اور مقام بھی تعریف کا ہے اور مع من کے معنی میں نہیں۔ یہ نہیں کہا جا رہا کہ اہل مکہ ہم خدا سے دُعا مانگتے ہیں کہ وہ تم سب کو انبیاء و رُسل بنا دے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے:۔

التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء۔[۳]

یہاں بھی ایک سے زیادہ لوگ ہیں جن کی طرف معیت منسوب ہے اور وہ سب ایک جنس کے ہیں سب انسان ہیں اور مقام بھی تعریف کا ہے اور یہاں یہ معنی نہیں کہ سچ اور ایماندار تاجر سب نبی بن جائیں گے ــــ انت مع من احببت[۴] میں بھی معیت رفاقت کے معنی میں ہے

---

[۱] عرفان ختم نبوت صفحہ ۱۴۳ [۲] حمامة البشریٰ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۳۲۵ [۳] جامع ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۴۵

[۴] رواہ الترمذی وراجع لہ الشفاء جلد ۲ صفحہ ۲۰ ویوید ہ قولہ علیہ السلام من احیی سنتی فقد احیانی ومن احیانی کان معی فی الجنۃ وقال علیہ السلام من احبنی کان معی فی الجنۃ۔ ظاہر ہے کہ حضورؐ جنت میں اکیلے نہ ہوں گے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ ساتھ ہوں گے۔ ایک دوسری روایت میں حضرت انسؓ سے اس کی تصریح بھی ملتی ہے۔ انی لاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واحب

رسول ہو جانے کے معنی میں نہیں ہے کہ تم جو حضورؐ اور ان کے ساتھیوں سے محبت کرتے ہو سب نبی ہو جاؤ گے۔ اس کا معنی صرف یہ ہے کہ تمہیں ان کی رفاقت سے مشرف کیا جائے گا۔

سو یہ بات ہر شبہ سے خالی ہے کہ آیت بالا مذکورہ بالا میں معیت اس معنی میں ہے جو قرآن کریم نے خود بیان کر دیئے ہیں۔ وحسن اولٰئک رفیقاً۔ کیا یہاں اُن کی رفاقت کی تصریح نہیں ؛ کاش ! کہ مرزا طاہر نے کسی اُستاد سے عربی پڑھی ہوتی تو جاہلانہ بات نہ کرتا۔

آیت کا شانِ نزُول

قاضی عیاض (۵۴۴ھ) روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے اس پر افسوس کا اظہار کیا کہ میں آخرت میں حضورؐ کو کیسے دیکھ پاؤں گا۔ آپ تو نہایت اعلیٰ درجہ میں ہوں گے۔ اس پر یہ آیت اُتری اور حضورؐ نے اس صحابی کو بُلایا اور اسے یہ آیت سُنائی۔

فعرفت انك اذا دخلت الجنة رُفعت مع النبيين وان دخلتها لا اراك

فانزل الله تعالیٰ ومن يطع الله والرسول فاولٰئك مع الذين انعم

الله عليهم.[۱]

کیا اب بھی کوئی شبہ رہ جاتا ہے کہ یہاں مع ساتھ ہونے کے معنی میں ہے نبی ہو جانے کے معنی میں نہیں۔

ابابکر وعمر رضی اللہ عنہما وارجو ان اللہ یبعثنی معہم۔ (بیان القرآن محمد علی لاہوری جلد ا ص۳۶۱ ماخوذ از تفسیر ابن کثیر جلد ا ص۶۱ اردو) سو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ معیت جب ایک جماعت کی طرف منسوب ہو تو بھی اس کے معنی رفاقت اور ساتھ ہونے کے ہوتے ہیں مرزا طاہر نے جو قاعدہ گھڑا ہے وہ علمی اعتبار سے ہرگز صحیح نہیں۔

قادیانیو! - ایمان اور یقین کی نبض پر ہاتھ رکھو

مسلمان عقیدہ ختم نبوت کے اس مفہوم پر جو ہم نے اس کتاب میں قرآن و حدیث خلفاء راشدینؓ اور اقوالِ بزرگانِ دین سے پیش کیا پورا یقین رکھتے ہیں اور اس کے متوازی ہر عقیدے اور تاویل کو مسترد کرتے ہیں۔ یہ چودہ سو سال کا علمی سرمایہ ہم نے آپ کے سامنے رکھ دیا ہے ختم نبوت کے اس مفہوم سے جو سرِ مو بھی تجاوز کرے مسلمانوں کے ہاں وہ دائرہ امت سے خارج ہے۔

سوال یہ ہے کہ قادیانی جو ازراہِ دجل کہتے ہیں کہ ہم ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں وہ جس مفہوم میں بھی حضورؐ کو خاتم النبیین مانیں تو کیا انہیں اپنے اس عقیدے پر ایسا یقین حاصل ہے جو کسی طور پر بھی متزلزل نہ ہو سکے؟

الجواب: قادیانی دعوےٰ کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی پیدا نہ ہوگا جو نئی شریعت لائے اور اس شریعت کو منسوخ کرے۔ قادیانی اسے اپنا عقیدہ ختم نبوت ٹھہراتے ہیں۔

قطع نظر اس سے کہ اسلام میں ختم نبوت کے اس تصور کو کوئی راہ نہیں۔ ہمارا سوال اسی جگہ ہے کہ جس طرح ہم ختم نبوت کے اس مفہوم پر جو ہم نے اس کتاب میں بیان کیا ہے ایک غیر متزلزل یقین رکھتے ہیں۔ قادیانی بھی اپنے اس عقیدے پر جسے وہ بیان کرتے ہیں ایسا ہی یقین رکھتے ہیں؟

اس کا دو ٹوک جواب یہ ہے کہ نہیں مرزا غلام احمد کی پوری امت عقیدہ ختم نبوت میں اپنے اختیار کردہ معنی میں بھی محروم الیقین ہے اور یہ کسی قوم کی شقاوت کی انتہا ہے کہ وہ جس بات کا بھی دعویٰ کرے اس پر بھی اسے نہ ہلنے والا یقین حاصل نہ ہو۔

مرزا غلام احمد کی امت میں سب سے افضل مانا جانے والا امتی حکیم نورالدین بھیروی ہے وہی مرزا غلام احمد کا جانشین ہوا۔ وہ اپنے اس عقیدہ پر یقین رکھتا تھا اسے مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم اے کی زبان سے سنیئے۔ مرزا بشیر احمد لکھتا ہے :۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت خلیفہ اول فرماتے تھے کہ جب فتح اسلام اور توضیح مرام

شائع ہوئیں تو ابھی میرے پاس نہ پہنچی تھیں اور ایک مخالف شخص کے پاس پہنچ گئی تھیں ۔ ۔ ۔ ۔ وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مولوی صاحب! کیا نبی کریمؐ کے بعد بھی کوئی نبی ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے تو پھر؟ میں نے کہا تو پھر ہم دیکھیں گے کہ وہ کیا صادق اور راستباز ہے انہیں اگر صادق ہے تو بہرحال اس کی بات کو قبول کریں گے۔ میرا یہ جواب سُن کر وہ بولا۔ واہ مولوی صاحب آپ قابو ہی نہ آئے۔

یہ قصہ سُنا کر مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ یہ تو صرف نبوت کی بات ہے میرا تو ایمان ہے کہ اگر مسیح موعود صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کرے اور قرآنی شریعت کو منسوخ قرار دیں تو پھر بھی مجھے انکار نہ ہو۔ کیونکہ جب ہم نے آپ کو واقعی صادق اور منجانب اللہ پایا ہے تو آپ جو بھی فرمائیں گے وہی حق ہوگا اور ہم سمجھ لیں گے کہ آیت خاتم النبیین کے کوئی اور معنی ہوں گے۔[1]

حکیم نورالدین کا یہ کہنا کہ اس صورت میں آیت خاتم النبیین کے کوئی معنی ہوں گے بتلاتا ہے کہ اسے اس اپنے اختیار کردہ مفہوم پر بھی وہ نقطہ یقین حاصل نہ تھا جو دوسری جانب کے ہر ممکن تصور کو رد کرے قادیانیوں کے ہاں قرآن اصل نہیں جس پر کسی شخص کے دعویٰ کو پرکھا جائے۔ اول وہ شخص ہے جس کے گرد یہ جمع ہیں اور قرآن دوسرے درجے میں ہے جس کے معنی یہ لوگ اس کے دعویٰ کی روشنی میں طے کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپ کو اس شخص سے نہ بدلیں گے بلکہ خود قرآن کو بدل کر رکھ دیں گے۔ اب ان لوگوں کے ہاں آیت خاتم النبیین کا یہ معنی کہ حضورؐ کے بعد کوئی تشریعی نبی پیدا نہ ہوگا صرف اس لیے درست ہیں کہ یہ مرزا غلام احمد کے دعویٰ کے مطابق ہیں اس لیے نہیں کہ اس آیت کا (مرزا غلام احمد کی پیدائش اور دعویٰ سے پہلے واقعی کوئی یقینی اور غیر متزلزل مفہوم موجود تھا۔ ان کے ہاں گویا یہ آیت پہلے سے کسی معنی پر قطعی الدلالۃ نہیں سو اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ قادیانیوں کے ہاں ختم نبوت کسی قطعی الدلالۃ مفہوم کی حامل نہیں ہے۔

---

[1] سیرت المہدی حصہ اول صہ ۹۹

علامہ راغب اصفہانی کس عقیدے کے تھے؟

حسن بن علی الطبرسی ( ) اسرار الامامۃ میں لکھتا ہے۔

انہ ای الراغب کان من حکماء الشیعۃ الامامیۃ لہ مصنفات فائقۃ مثل المفردات فی غریب القرآن وافانین البلاغۃ والمحاضرۃ۔ ؎

ترجمہ۔ راغب شیعہ امامیہ کا حکیم تھا مفردات، افانین البلاغۃ اور المحاضرۃ جیسی اس کی بلند پایہ تصانیف ہیں۔

علمائے اسلام میں علامہ راغب اصفہانی کی شخصیت اور عبقریت بطور ایک لغت اور ادب کے امام کے ہے بطور ایک محدث مفسر اور فقیہ کے نہیں نہ ان کی کوئی اجتہادی بات ہمارے لیے حجت اور سند ہو سکتی ہے۔

؎ الکنی والالقاب جلد ۲ صفحہ ۲۹۸ اعیان الشیعہ جلد ۹ صفحہ ۱۱ الذریعہ فی تصانیف الشیعہ جلد ۵ صفحہ ۴۵